بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورالمصابیح

حصہ پنجم (5)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد دوم)

کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ تا بَابُ فَضَائِلِ الْمَدِیْنَۃِ

-زَادَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا-

حدیث نمبر: 3036 تا 3800

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ ۱۳۸۴ھ

مترجم

قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا **حاجی محمد منیر الدین** رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نورالمصابیح، جلد: پنجم (5)
ترجمہ ''زجاجۃ المصابیح'' (جلد:2)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ،م 2017ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنَّ خَيۡرَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابُ اللّٰهِ،
وَخَيۡرَ الۡهَدۡىِ هَدۡىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو　　ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

نذرِ عقیدت

حنفی باغ میں پھر بہار آئی
ساتویں جلد ہوگئی تیار

ذکر ہے حج کا اور زیارت کا
سہل ہے اب سفر ، جو تھا دشوار

حاجیوں کے لئے تو نعمت ہے
سب مسائل ہیں اس میں سلسلہ وار

غور اور اعتماد سے جو پڑھے
اس کا ہوگا ضرور بیڑا پار

پیر و مرشد کی کاوشوں کے طفیل
جگمگائیں گے حج کے لیل ونہار

ظلمتیں اپنا منہ چھپانے لگیں
خوب پھیلے حدیث کے انوار

ہے صلہ عشق اور عقیدت کا
فقہ احناف پر عجب ہے نکھار

یا الٰہی عطا ہو شرف قبول
اور راضی رہیں شہ ابرار

پیر کا ہے کرم جو مرزاؔ پر
پا رہا ہے شفا، دلِ بیمار

خادم الخدام
مرزا شکور بیگ مرزاؔ نقشبندی القادریؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ

فہرست مضامین نورالمصابیح حصۂ پنجم (5)

ترجمہ ’’زجاجة المصابیح‘‘ جلد:2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہوسکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں: واقعہ یہ ہے کہ مولف (رحمۃ اللہ علیہ) نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالی ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنھوں نے سابق میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالی نے حضرت مولانا مؤلف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی۔ جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے۔ اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہوجائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلاسند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب وعنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمتہ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے، پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بہ یک نظر تلاش کرنا دشوار تھا۔ اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق

احادیث بلا لحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علاّمہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتٰی بہ حاصل کیا گیا۔ ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی۔ ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جوابات احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔

مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

از: مجلس نشر واشاعت زجاجۃ المصابیح

واضح ہو کہ ''ضروری التماس'' دراصل نور المصابیح کے حصہ اول سے لیکر حصہ چہارم سے متعلق ہے۔ یہ چاروں حصے حضرت پیر ومرشد- قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّہٗ -کی زندگی میں تکمیل پا چکے تھے۔ افادیت کے پیش نظر اب ''ضروری التماس'' کو حصہ پنجم نور المصابیح کی ابتداء میں تبرکاً رکھا گیا ہے۔ اور یہ حصہ حضرت پیر ومرشد-رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ- کے وصال کے بعد تیار ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ: قارئین کرام کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کو غور سے پڑھیں اور کتاب سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔ (مترجم)

ضروری التماس یعنی دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو، اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہورہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر خود کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہوگیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کرکے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہلائے جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہوگیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں،

آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگر چہ یہ لغتاً قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آ گیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیرالدین صاحب مرحوم شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔ اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی عبدالستار خاں صاحب ایم۔ اے لکچرار عربی

جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آ رہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا۔ میں نے اس ترجمہ کا نام ''**نورالمصابیح**'' رکھا ہے، اللہ تعالی اس کو قبول کرے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ پنجم آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین

شرح دستخط مبارک

حقائق آگاہ معارف دستگاہ حضرت الحاج مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

(8) كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرآنِ

(اس کتاب میں قرآن کی فضیلتوں کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : ''يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآئَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ'' مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ'' لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ'' لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ''۔اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ یونس ،آیت نمبر:57، میں) اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے (اِتمامِ حجت کے طور پر) ایک ایسی چیز (یعنی قرآن) آئی ہے(جو بُرے کاموں سے روکنے کے لئے)نصیحت ہے اور دلوں میں (برے کاموں سے جو بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں ان) کے لئے شفا ہے اور نیک کام کرنے والوں کے لئے) رہنمائی کرنے والی ہے اور (اگر اس پر عمل کر کے نیک کام اختیار کروگے تو) ایمان والوں کے لئے رحمت (اور ذریعہ ثواب) ہے۔

قرآن کا نزول اور اس کی تدوین

ف: واضح ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال سات ماہ کی ہوئی اور آپ غارِ حرا میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام آپ پر وحی لائے وضو کروایا نماز سکھائی اور سب سے پہلی وحی یہ تھی (سورۂ علق ،آیت نمبر:1 تا 5)۔

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ .خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ . عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ''.

اور سب سے آخری وحی یہ ہے(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:281)

''وَاتَّقُوْايَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

یُظْلَمُوْنَ"۔

قرآن شریف کی موجودہ ترتیب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی ترتیب ہے، مگر ضرورت، مقام اور موقع کے لحاظ سے نزول آگے پیچھے ہوتا رہا۔اس وجہ سے جب کوئی آیت یا کامل رکوع یا سورۃ نازل ہوتی ہوتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے تھے کہ اس کو قرآن کے اس مقام میں رکھواوراسی سلسلہ میں یاد کرواور صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق یاد کرتے تھے۔ پھر اسی ترتیب کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس کی اشاعت فرمائی۔ جو آج ہمارے ہاتھوں میں بجنسہٖ موجود ہے۔ یہود اور نصاری کی تحریف کردہ آسمانی کتابوں کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد ہوا کہ کہیں میری امت قرآن کریم کو ردو بدل نہ کردے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (سورۂ حجر، آیت نمبر:9)

ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے)الحمدللہ یہ پیشن گوئی پوری ہوئی اور آج قرآن کریم نازل ہوئے چودہ سو برس سے زائد ہورہے ہیں کہ قرآن کریم کے ایک لفظ میں بھی آج تک فرق نہ آیا بلکہ جس رسم خط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں لکھا گیا تھا وہی اب تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ جو شخص اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھے کہ قرآنِ کریم میں ردوبدل ہوکر اس کی حفاظت نہیں ہوئی ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے اس کے برخلاف قرآن کے سوا جتنے آسمانی صحیفے جیسے توراۃ انجیل وغیرہ نازل ہوئے وہ سب اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں وہ سب تحریف شدہ ہیں اسی لئے وہ سب منسوخ ہیں۔اور یہ اس امت مرحومہ کی خوش نصیبی ہے کہ قرآن اپنی اصلی حالت میں محفوظ چلا آرہا ہے۔

فضائل قرآن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن شریف کی تلاوت ہے اہل قرآن خاص اہل اللہ ہیں تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔اللہ تعالی قرآن پڑھنے والے کی طرف سب طرف سے بڑھ کر توجہ کرتا ہے جس نے قرآن پڑھا اسے ہر حرف پر اتنا ثواب ملے گا جو دوسرے اعمال کے ثواب سے دس گنا ہوگا۔تم قرآن پڑھا کرو۔ کیونکہ قرآن

قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔فرمایا کہ دل پر لوہے کی طرح زنگ آجاتا ہے۔عرض کیا گیا کہ اس زنگ کو کیونکر دور کریں؟ارشادفرمایا کہ قرآن کی تلاوت اسے دور کرتی ہے اور دل کو روشن کرتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جوشخص نماز میں بحالت قیام کلام مجید کی تلاوت کرے اسے ہر حرف کے بدلہ سو(100) نیکیوں کا ثواب اور جوشخص نماز میں بیٹھ کر تلاوت کرے اسے پچاس(50) نیکیوں کا ثواب اور جوشخص نماز کے علاوہ باوضوتلاوت کرے اسے پچیس نیکیوں کا ثواب اور جوشخص بے وضوتلاوت کرے اسے دس(10) نیکیوں کا ثواب عطا ہوتا ہے۔

حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی اس دل پر عذاب نہیں کرتے جس میں قرآن موجود ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت جنت کا درجہ رکھتی ہے اور تمہارے گھر کا چراغ ہے،جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر نیکیوں سے لبریز ہوتا ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن خواہ معانی سمجھ کر پڑھا جائے خواہ معانی معلوم نہ ہوں دونوں حالتوں میں تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتے اس کی آنکھوں کے درمیان بوسے دیتے ہیں۔

قرآن مجید معنی کے اعتبار سے ایک انتہائی مرتب اور منظّم کتاب ہے اور ادب وانشاء کے اعتبار سے بھی انتہائی بلیغ کتاب ہے جس کو جتنی رسائی قرآن کے فہم کی میسر آجائے بس وہی بندے کے مرتبہ اور عزت کے لئے بہت ہے،کون اس علاّم الغیب اور حکیمِ مطلق کے کلام کے سارے گوشوں اور پہلوؤں کو اپنے ذہن کی گرفت میں لاسکتا ہے؟اس لئے کلام اللہ کی شرح اور تفسیر اگلوں اور پچھلوں کے کسی دور میں بھی آخری نہیں ہوسکتی۔نئے نئے سوال برابر پیدا ہوں گے۔اور نئے نئے جواب کتاب الہدیٰ(قرآن شریف) کے صفحوں میں تلاش سے برابر ملتے رہیں گے۔

دوسری طرف یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ قرآن وقت کے چلے ہوئے اور اصطلاحی مفہوم میں کوئی علمی یا ادبی یا تحقیقی مقالہ نہیں بلکہ وہ اصلاً محض کتاب ہدایت ہے اور انسانی زندگی کا انفرادی اور اجتماعی دستورالعمل ہے۔اس کی دنیا سرتاپا حکمت واخلاق روحانیت اور انسانیت،اور عبدیت وانابت

کی دنیا ہے اس کی فضاء اطمینانِ قلب کی فضاء اوراس کا ماحول تقویٰ اور طہارت کا ماحول ہے اوراس کے مغز تک تقویٰ اور طہارت کسی درجہ میں بہرحال ناگزیر ہے۔

طہارت جسم کی طرح طہارتِ قلب کا ذرا سا بھی اہتمام کئے بغیر محض زبان اور لغت کے بل پر قرآن فہمی کی کوشش سعی لاحاصل ہے۔آخر ابوجہل اور ابولہب جو خالص قریشی تھے اور اہلِ زبان بھی لیکن ان پر قرآن ذرّہ بھر بھی نہ کھل سکا۔ بند کا بند ہی رہا اس لئے کہ انہوں نے اپنی روح کو قرآن کی روحانیت سے بیگانہ رکھا۔اوران کو قرآن فہمی کی سعادت ادنیٰ درجہ میں بھی حاصل نہ ہوئی۔

تلاوت کے آداب

تلاوت کا پہلا ادب یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا باوضو، وقار اور ادب کے ساتھ قبلہ رو گردن جھکا کر بیٹھے، تکیہ نہ لگائے نشست میں نخوت اور غرور کا شائبہ نہ ہو۔تنہا اس طرح بیٹھے جس طرح استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔قرآن مجید کو رحل یا تکیہ پر رکھنا چاہئے۔آیات قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صحیح زیر و زبر کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ حروف اپنے صحیح مخارج سے ادا ہوں اور ہر لفظ صاف سنائی دے۔

قرآن شریف کی تلاوت میں رونا مستحب ہے اور باعث ثواب ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:قرآن کو پڑھو اور گریہ کرو۔اگر گریہ نہ کرسکو تو رونے کی شکل بناؤ۔خاص کر آیاتِ عذاب، تہدید، وعید، عہد و میثاق اُوامر و نواہی کے پڑھتے وقت اپنی کوتاہیوں اور تقصیروں کو یاد کرکے ضرور رونا چاہئے۔اور دل کو غمگین بنانا چاہئے؛ کہ یہ رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ ہے۔

جب سجدہ کی آیتوں میں سے کوئی آیت تلاوت میں آجائے تو کمال عجز و فروتنی کے ساتھ سجدہ کرے جب کلام مجید کی تلاوت شروع کرے تو ’’**اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم**‘‘ اور ’’**بسم اللہ الرحمن الرحیم**‘‘ کہے اور جب تلاوت ختم کرے تو ’’**صدق اللہ العلی العظیم**‘‘ کہے۔ تلاوت قرآن خلوص نیت کے ساتھ ہونی چاہئے خواہ پکار کر پڑھے خواہ آہستہ پڑھے اچھی نیت کے ساتھ جو ریا اور نمائش سے پاک ہو یہ باعثِ خیر و برکت ہے۔

کلام مجید کی تلاوت کے لئے تجوید سیکھ کر ترتیل اور تجوید کا پورا اہتمام رکھنا چاہئے اسے عام کتابوں اور عبارتوں کی طرح نہ پڑھے بلکہ خاص طور پر پوری خوش آوازی کے ساتھ پڑھے لیکن گانے کا انداز نہ ہو۔قرآن پاک کو خوش آوازی اور پورے اہتمام کے ساتھ پڑھنا اور بھی باعث ثواب ہے۔

تلاوت قرآن مجید کے وقت رُموز وعلامات اورحرکات وسکنات پر احتیاط سے عمل کرنا چاہئے۔
قرآن مجید میں چند ایسے مقامات ہیں کہ ذراسی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہوجاتا ہے، زیراورزبروپیش میں ردوبدل کردینے سے معنی کچھ کے کچھ ہوجاتے ہیں اوردانستہ پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفرتک نوبت پہونچ جاتی ہےاس لئے تلاوت میں احتیاط ضروری ہے۔

قرآن کوسیکھنےاورسکھانے والے کی فضیلت

1/3036۔امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں:تم میں سےبہترین وہ شخص ہے جوقرآن کوخودسیکھےاوردوسروں کوسکھائے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

قرآن سیکھنے،سکھانے اوراس پرعمل کرنے والے کی مثال

2/3037۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ قرآن کو(لفظ اورمعنی کے ساتھ)پڑھنا سیکھو پھراس کی تلاوت ہمیشہ جاری رکھو(اوراس کے احکام پرعمل کرتے جاؤ) کیونکہ جس نے قرآن کوسیکھا پھرپڑھااورتہجد میں اس کو پڑھتارہا۔اس کی مثال چمڑے کی اس تھیلی کی طرح ہےجس میں مشک بھراہوا ہواوراس کی خوشبومکان کے گوشہ گوشہ میں پہونچ جاتی ہے(یعنی اس کی برکت پڑھنےاورسننے والوں کوحاصل ہو جاتی ہے)اوراس شخص کی مثال جس نےقرآن کوسیکھااوراس کوسینہ میں لئے سوتارہا(یعنی نہ تو خود وِردکرتا ہےاورنہ دوسروں کوسکھاتا ہےاورنہ اس پرعمل کرتا ہے)اس تھیلی جیسی ہےجس میں مشک تو بھراہوا ہولیکن اس کامنہ باندھ دیا گیا ہو۔اس کی روایت ترمذی،نسائی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

قرآن پڑھنے والوں کی قسمیں اوران کی مثالیں

3/3038۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان قرآن پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال ترُنج کے پھل جیسی ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور مزہ بھی عمدہ ہوتا ہے (یعنی قرآن پڑھنے والے مسلمان کا ظاہر و باطن دونوں اچھے ہوتے ہیں) اور اس مسلمان کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے کھجور کی طرح ہے کہ اس میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے (یعنی اس کا باطن ایمان کی وجہ سے تو اچھا ہے لیکن قرآن نہ پڑھنے کی وجہ سے ایمان کا اثر اس پر ظاہر نہیں ہے) اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کے پھل کی طرح ہے جس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔ (یعنی منافق کا نہ تو ظاہر اچھا ہے اور نہ باطن) اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے خوشبو دار پھول کی طرح ہے کہ بو تو اس کی اچھی ہے لیکن مزہ اس کا کڑوا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

4/3039۔ اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ وہ مسلمان جو قرآن پڑھ کر عمل کرتا ہو وہ ترنج کی طرح ہے اور وہ مسلمان جو قرآن تو نہیں پڑھتا ہے لیکن اس پر عمل کرتا ہے کھجور کی طرح ہے۔

قرآن کو پڑھنے اور پڑھانے کا ثواب

5/3040۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صُفّہ پر (جو مسجد نبوی میں ایک سایہ دار چبوترہ ہے) بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمائے کہ تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بُطحان یا عقیق کے بازاروں میں جائے (بُطحان اور عقیق دو مقام ہیں جو مدینہ منورہ سے دو یا تین میل کے فاصلے پر ہیں جہاں اونٹوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی) اور وہاں سے بغیر گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے کوہان والی اونٹنیاں لائے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم سب اس کو پسند کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب ایسا ہے تو کیا وجہ ہے کہ پھر تم میں سے کوئی مسجد جا کر قرآن کی دو آیتیں نہیں سکھاتا اور خود نہیں پڑھتا جو اس کے لئے (دو بڑی) اونٹنیوں سے بہتر ہے اور اسی طرح تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں کے ملنے سے بہتر ہیں (بہر حال قرآن کی جتنی زیادہ آیتیں سکھائے گا) وہ اونٹنیوں کی (اتنی ہی زیادہ) تعداد سے (ثواب و اجر میں) بہتر ہیں اس لئے کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا ثواب دنیا کے تمام نفیس مال سے بہتر ہے کیونکہ آخرت کا ثواب باقی رہنے والا ہے اور دنیا کا اسباب فنا ہونے والا ہے)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نماز میں قرآن پڑھنے کا ثواب

6/3041۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہے کہ تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر واپس جائے اس کو تین فربہ گابھن بڑی اونٹنیاں ملیں؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم سب اس کو پسند کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: کہ تم میں سے کسی کا نماز میں قرآن کی تین آیتوں کا پڑھنا ثواب اور اجر میں تین فربہ گابھن بڑی اونٹنیوں کے ملنے سے بہتر ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ہر روز کم سے کم ایک سو آیتوں کے پڑھنے سے قرآن کا حق ادا ہوتا ہے

7/3042۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاً سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص رات میں کم سے کم قرآن کی سو (100) آیتیں پڑھے تو قرآن اس کے لئے (اپنے حقِّ تلاوت) کے بارے میں جھگڑا نہیں کرے گا۔ اور جو شخص ایک رات میں دوسو (200) آیتیں پڑھے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو شخص رات بھر میں

پانچ سو سے ہزار آیتوں تک کی تلاوت کرے گا تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے گا کہ اس کو ایک قنطار ثواب مل چکا ہے۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ یہ قنطار کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بارہ ہزار (درہم یا دینار)۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

قرآن میں مہارت حاصل کرنے اور اس کے سیکھنے کی فضیلت

8/3043۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں کہ قرآن کا ماہر (جو قرآن کے حفظ و تجوید میں مہارت رکھتا ہو اور قرآن کے احکام کا عالم ہو اور ان پر پوری طرح عمل کرنے والا ہو تو اس کا حشر) ان مقرب اور معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو لوحِ محفوظ سے کتب الہیہ کو لکھتے ہیں اور وہ شخص جو قرآن کو (عدم مہارت کی وجہ سے دشواری کے ساتھ) دوہرا دوہرا کر رک رک کر پڑھتا ہے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ (قرآن کی تلاوت کا بھی اجر اور پڑھنے کی مشقت کا بھی اجر اس فضیلت سے مشقت سے قرآن پڑھنے والے کی دلجوئی مقصود ہے تا کہ وہ قرآن کے سیکھنے میں کم ہمت نہ ہو۔ یوں تو ماہر بالقرآن کی فضیلت ظاہر ہے کہ اس کا حشر ملائکہ مقربین انبیاء اور مرسلین اور صحابہ کرام کے ساتھ ہوگا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ان لوگوں کا بیان جن پر حسد جائز ہے اور اس کی تفصیل

9/3044۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ حسد صرف دو شخصوں پر جائز ہے: ایک اس شخص پر جس کو اللہ نے قرآن (یعنی ذوق تلاوت) عطا فرمایا ہو اور رات دن اس کی تلاوت میں مشغول رہتا ہو اور دوسرا وہ شخص (جس پر حسد جائز ہے وہ ہے) کہ جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اس کو (نیک کاموں میں) دن رات

خرچ کیا کرتا ہو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حسد کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو نعمتوں میں دیکھ کر اس کو برداشت نہ کر سکے اور یہ تمنا کرے کہ اس کی نعمتیں چھن جائیں اور مجھ کو مل جائیں ایسی تمنا حرام ہے اور حسد کی دوسری قسم جس کو غبطہ کہتے ہیں یہ ہے کہ دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ خدا ہم کو بھی ایسی ہی نعمتوں سے سرفراز کرے اور دوسرے کی نعمتوں کے زوال کی تمنا نہ کرے اور یہ جائز ہے اور حدیث شریف میں حسد سے مراد یہی غِبطہ مراد ہے۔(مرقات)

قرآن سے کس کے درجے بلند ہوتے ہیں اور کون پست ہوتے ہیں

10/3045۔حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لانے اس کی تعظیم کرنے اور اس پر عمل کرنے سے بعضوں (کے مراتب) کو بلند فرماتے ہیں (یعنی دنیا میں ان کو حیاتِ طیبہ سے سرفراز فرماتے ہیں اور آخرت میں ان کا حشر انبیاء اور صدیقین کے ساتھ فرماتے ہیں) اور بعضوں کو (جو قرآن ریا کاری سے پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے) قرآن ہی سے پست (اور ذلیل) کرتے ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قرآن،امانت اور قرابت تینوں قیامت میں شفاعت کریں گے

11/3046۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی۔(جو شخص ان کے حقوق ادا کرے گا اس کے حق میں ان کی شفاعت اللہ کے پاس مقبول ہوگی۔اور جو ان کے حقوق ضائع کرے گا تو ان کی گرفت سے بچ نہ سکے گا ان میں سے (1) ایک تو قرآن ہے کہ بندوں کے لئے جھگڑے گا (اگر انہوں نے اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور اس کے احکام پر عمل کیا ہے تو ان کے

فائدے کے لئے اللہ تعالی سے شفاعت کے لئے اڑ جائے گا۔اور اگر انہوں نے قرآن کا حق ضائع کیا ہے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کیا ہے تو ان کے خلاف حجت کرے گا) اور قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے (ظاہر سے مراد تلاوت ہے جس میں سارے مسلمان شریک ہیں) اور باطن اس کے معانی میں تدبر ہے جو علمائے امت کا حصہ ہے۔اور (2) دوسری وہ چیز جو عرش کے نیچے ہوگی وہ) امانت ہے (کہ اس سے مراد لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے اموال کی نگہداشت ہے (3) تیسری وہ چیز جو عرش کے نیچے ہوگی) وہ صلہ رحمی ہے (یعنی قرابت داروں کے حقوق کی حفاظت ہے)اور ان تینوں میں سے ہر ایک قیامت کے روز آواز دے گا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ جو مجھ سے ملا (یعنی میرے حقوق کی حفاظت کی) اللہ تعالی بھی اس سے اپنی رحمت سے ملیں گے اور (سرفراز کریں گے)اور جو مجھ سے ٹوٹا (یعنی میرے حقوق کو ضائع کیا) اللہ تعالی بھی اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

جنت میں صاحب قرآن کا مرتبہ

12/3047۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ صاحبِ قرآن سے (جو قرآن کا حافظ ہو اور اس کی تلاوت کرتا ہو اور اس کے احکام پر عمل بھی کرتا ہو جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو کہا جائے گا کہ (قرآن) پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور جس طرح تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھتا تھا اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھتا جا اس لئے کہ تیرا انتہائی درجہ جنت میں (قرآن کی) آخری آیت پر ہوگا جس کو تو پڑھے گا۔اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ جنت کے درجات قرآن کے آیات کے مطابق ہیں اور صاحب مرقات نے علامہ دانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کی متفق علیہ آیتیں چھ ہزار ہیں تو اس طرح جنت کے

درجات بھی چھ ہزار ہوں گے۔

جس کے دل میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے

13/3048۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کے دل میں کچھ بھی قرآن نہ ہو (یعنی اس کو کچھ بھی قرآن یاد نہ ہو) تو اس کی مثال ویران گھر کی طرح ہے (اس لئے کہ دلوں کی آبادی اور باطن کی زینت ایمان باللہ اور تلاوت قرآن ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے ''جس کے دل میں کچھ بھی قرآن نہ'' ہو تو اس سے مراد قرآن کا صرف وہ حصہ نہیں جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہو بلکہ اس کے سوا مسلمان کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد کرنا چاہیئے اگر یاد نہ کرسکتا ہو تو کم از کم ناظرہ ہی پڑھتا رہے۔

قرآن کی مشغولیت تمام اذکار میں افضل ہے

14/3049۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ بزرگ اور برتر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن (کی تلاوت اور اس کے معانی میں تدبیر اور اس کے احکام پر عمل کی مشغولیت) نے میرے ذکر اور مجھ سے دعا مانگنے سے باز رکھا تو میں ایسے شخص کو مانگنے والوں سے بہتر دوں گا۔ (یعنی جو شخص دوسرے اذکار و اوراد کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید کو اپنا وظیفہ بنائے تو اللہ تعالی ایسے شخص کو مرادیں اصحابہ! اوراد و اذکار سے بڑھ کر برلائیں گے کیونکہ یہ اللہ کے کلام کے ساتھ مشغول ہے جو سارے اذکار و اوراد سے افضل ہے سچ ہے: '' کلام الملوک ملوک الکلام'' اور اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ عزوجل کی بزرگی اس کی تمام مخلوق پر۔

اس کی روایت ''ترمذی''اور''دارمی'' نے کی ہے اور''بیہقی'' نے''شعب الایمان'' میں اس کی روایت کی ہے۔

تلاوت قرآن کے ہر حرف پر ایک نیکی ملتی ہے

15/3050۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اللہ کی کتاب یعنی قرآن کا ایک حرف بھی پڑھا تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی لکھی جائے گی اور ہر نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنہ ملتا ہے (زیادہ کی کوئی حد نہیں) میں نہیں کہتا کہ الٓـمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے (اس طرح الٓمٓ پڑھنے سے کم از کم تیس نیکیاں ملتی ہیں)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

قرآن کے بعض صفات اور اس کے فضائل

16/3051۔حضرت حارث اعورؒ رحمہ اللہ سے جو مشہور تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کوفہ کی ایک مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ (تلاوت قرآن کی بجائے) بے فائدہ باتوں (غیر ضروری مباحثوں) میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: کیا لوگ (قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر مسجد میں) ایسی خرافات میں مشغول ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں (یا امیر المومنین) پھر حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ خبردار ہو جاؤ! کہ عن قریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن کے احکام پر عمل کرنا (ہی اس فتنہ سے محفوظ رہنا ہے) اس میں تم سے پہلے (کی امتوں) کے تذکرے ہیں اور تمہارے بعد (قیامت تک پیش آنے والے واقعات) کا بیان ہے اور تمہارے مسائل (حلال وحرام وغیرہ) کا ذکر ہے اور وہ یعنی قرآن ہی (حق و باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والا ہے اور اس میں کوئی بات ناشائستہ نہیں۔ جس سرکش نے اسے چھوڑا اللہ تعالی اس کو ہلاک کردے گا۔ اور جس نے ہدایت کو قرآن کے سوا (ان کتابوں اور علوم میں) تلاش کیا (جو کتاب اللہ سے ماخوذ نہیں) تو اللہ تعالی اس کو (ہدایت کے راستہ سے) گمراہ کردیتے ہیں اور قرآن ہی اللہ تعالی کی مظبوط رسی ہے اور قرآن ہی حکمت سے بھری ہوئی نصیحت ہے اور قرآن ہی سیدھا راستہ ہے اور قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس کی اتباع کرنے والے کو خواہشات نفس گمراہ نہیں کرسکتیں اور قرآن ایسا کلام ہے جس میں کوئی دوسرا کلام خلط ملط نہیں ہوسکتا۔ (اس لئے کہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے) اور علماء اس سے سیر نہیں ہوتے اور بار بار دوہرانے کے باوجود یہ پرانا نہیں ہوتا (یعنی اس کی تلاوت کی لذت اور شیرینی کم نہیں ہوتی (بلکہ ہر وقت اس کی لذت بڑھتی ہی جاتی ہے) اور اس کے عجائب وغرائب ختم نہیں ہوتے۔ ہاں یہ وہی کلام ہے جس کو سنتے ہی (ایک لمحہ بھی توقف کئے بغیر اجنہ نے یہ کہا: ''اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا . یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِـــــهٖ '' (سورۂ جن، آیت نمبر: 1/2) ہم نے قرآن کو سنا جو عجیب وغریب کلام ہے اور جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے جس نے قرآن کے مطابق؟ سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا اجر پایا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا انصاف کیا جس نے (لوگوں کو) قرآن کی طرف بلایا اس کو سیدھی راہ کی ہدایت ملی۔ اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

احادیث نبوی کا منکر قرآن کا منکر ہے

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے ''جس نے قرآن کے سوا کسی اور چیز میں ہدایت تلاش

کی تو اللہ تعالی اس کو گمراہ کر دیں گے‘‘۔

اس ارشاد سے بہ ظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مسائل کے استنباط اور استدلال کے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ شیخ ابواسحاق کازرونی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ گمراہ فرقے جیسے خوارج، قدریہ، جبریہ وغیرہ سنت کی طرح قدریہ قرآن ہی سے استدلال کرتے ہیں؟ اس پر علامہ کازرونی نے قرآن کی آیت پڑھی: ’’ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ‘‘۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:26)

(اللہ تعالی قرآن ہی سے اکثر کو گمراہ کرتے ہیں اور قرآن ہی سے اکثر کو ہدایت دیتے ہیں)

اور علامہ ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ گمراہ فرقے کامل طور پر قرآن سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ انھوں نے ان حدیثوں کو چھوڑ دیا جو حقیقت میں مقاصد قرانی کی تفسیریں ہیں حالانکہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ، وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا‘‘

(سورۂ حشر، آیت نمبر:7)

(رسول جو کچھ تم کو دیں تم اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو باز رکھیں تم اس سے باز رہو‘‘۔ تو ان فرقوں نے قرآن کی معرفت کا حق ادا نہیں کیا؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی جو قرآن کی معرفت میں کامل ہیں جس کے نتیجہ میں انہوں نے احادیث کا انکار کیا۔ چنانچہ امام الصوفیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو قرآن حفظ نہ کرے اور حدیث نبوی نہ لکھے تو وہ اتباع کے لائق نہیں ہے اور جو ہمارے طریقہ یعنی تصوف میں بغیر علم کے داخل ہوا اور اپنی جہالت پر اڑا رہا تو وہ شیطان کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے گا کیونکہ ہمارا طریقہ کتاب اور سنت کے ساتھ مقید ہے۔ مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

قرآن کے ساتھ احادیث نبوی مسائل کے استنباط اور استدلال کے لئے حجت اور مأخذ قرار دینے کے لئے محدثین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں متعدد حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے یہاں بہ طور مثال کے ابوداؤد کی ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جس کو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمائے: کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے یہ خیال کرتا ہے کہ

اللہ تعالی نے جو چیز حرام کی ہے وہ تو صرف قرآن ہی میں موجود ہے (اب حدیث کی کیا ضرورت ہے) سن رکھو خدا کی قسم میں نے جن جن چیزوں (کے کرنے کا) کا حکم دیا ہے اور نصیحت کی ہے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے (یعنی میری احادیث) وہ بھی (اپنی نوعیت میں) قرآن کی طرح ہیں بلکہ (بعض صورتوں میں جہاں قرآن مجمل ہو یا ساکت ہو قرآن سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ الی آخرالحدیث۔ اس سے ثابت ہوا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرنے والا منکر اور کافر ہے۔ اللہ تعالی امت مسلمہ کو انکار حدیث کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حافظ قرآن کی فضیلت

17/3052۔ معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ ہے جو شخص قرآن پڑھے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے روز اس کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہتر ہوگی۔ جب کہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آفتاب تمہارے گھروں میں روشن ہو۔ پھر بھی تم سمجھ لو کہ (جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہوگا) تو اس شخص کا کیا مرتبہ ہوگا جس نے قرآن پر عمل کیا۔

اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ" جو قرآن پڑھے۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے ابن حجر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہاں قَرَأَ الْقُرْآنَ سے مراد حفظ قران ہے اس سے حافظ قرآن کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حامل قرآن کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی

18/3053۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر قرآن کو چمڑے کے اندر بند کیا جائے اور آگ میں ڈالا جائے تو نہیں جلے گا۔ چمڑے سے مراد جسم انسانی ہے اور آگ سے مراد دوزخ کی آگ

ہے مطلب یہ ہے کہ جس جسم میں قرآن رہے گا اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ (جیسا کہ مرقات اوراشعۃ اللمعات میں مذکور ہے)۔اس حدیث کی روایت دارمی نے کی ہے۔

حافظ قرآن کی شفاعت قبول ہوگی

19/3054۔امیرالمومنین حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جس نے قرآن پڑھااوراس کو حفظ کرلیااوراس کے حلال کوحلال سمجھا اوراس کے حرام کوحرام سمجھا اوراس کے مطابق عمل کرتا رہا تو اللہ تعالی اس کو(اول وہلہ میں) جنت میں داخل کریں گےاوراس کے گھر کےایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گےجن پرفسق وفجور کی وجہ سے دوزخ واجب ہوگی۔

اس کی روایت امام احمداورترمذی ابن ماجہاوردارمی نے کی ہے۔

قرآن کےاوامرونواھی کی تفسیر کاحکم

20/3055۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ (ائے علمائے امت) قرآن کے معانی (اس کے مطالب اس کے الفاظ کی ندرت اوراس کےاعراب کی توجیہات) کو بیان کیا کرواوراس کےغرائب کی اتباع کرواور قرآن کےغرائب (اس کےفرائض اورحدود ہیں) فرائض سے مرادقرآن کے اوامر ہیں جن کے کرنے کاحکم دیا گیا ہے۔اور حدود سے مرادنواہی ہیں جن کی ممانعت کی گئی ہے۔اس حدیث کی روایت بیہقی نےشعب الایمان میں کی ہے۔

نماز میں قرآن کا پڑھناافضل ترین عبادت ہے

21/3056۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ قرآن کا نماز میں پڑھنا غیرنماز میں قرآن پڑھنے یعنی

سادہ تلاوت کرنے سے افضل ہے یعنی زیادہ ثواب رکھتا ہے اور غیر نماز میں قرآن پڑھنا تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا) سے بہتر ہے اور اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرنا صدقہ سے بہتر ہے اس لئے کہ عبادت متعدی جس کا فائدہ غیر کو پہونچے اس عبادت سے افضل ہے جس کا فائدہ صِرف کرنے والے کو پہونچے)۔اور خیرات کرنا نفل روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔اور روزہ دوزخ کی آگ کے لئے سپر ڈھال ہے۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

قرآن کو دیکھ کر پڑھنا بغیر دیکھے پڑھنے سے افضل ہے

22/3057۔عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی اپنے دادا حضرت اوس سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ آدمی کا قرآن کو دیکھے بغیر (اپنی یاد سے حفظ سے) پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب (زبانی پڑھنے کے ثواب سے) بڑھا کر دو ہزار درجہ تک دیا جاتا ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب یاد سے قرآن پڑھنے سے زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور قرآن کو دیکھ کر پڑھنے میں قرآن کو اٹھاتے ہیں اور اس کو مس کرتے ہیں اور اس کے معانی میں تفکر کرتے ہیں ان وجوہ سے قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ چناچہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے بکثرت دیکھ کر قرآن پڑھنے سے دو قرآن مجید کے اوراق شکستہ ہوئے ہیں۔(مرقات اور اشعۃ اللمعات)

تلاوت قرآن دلوں کے زنگ کو دور کرتی ہے

23/3058۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دل یقیناً زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا پانی کے اثر سے زنگ

آلود ہو جاتا ہے عرض کیا گیا: یارسول اللہ ان کو (یعنی دلوں کو) روشن کرنے والی چیز کیا ہے تو ارشاد فرمایا: موت کو بکثرت یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت، (اس سے دل روشن ہوتے ہیں)۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

24/3059۔ ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مجھے آواز دے کر) بلایا میں نے جواب نہیں دیا اس لئے کہ میں نماز میں مشغول تھا، جب نماز سے فارغ ہوا تو پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور (بہ طور عذر کے) عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ: کیا اللہ تعالی نے یہ حکم نہیں دیا ہے "اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ" (سورۂ انفال، آیت نمبر:23) تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات میں شامل ہے کہ آپ کے بلاوے پر حالت نماز میں بھی نمازی آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ (طحطاوی) جب کہ رسول تمھیں بلائیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو قرآن کی سب سے بڑھ کر عظمت والی سورت نہ سکھاؤں (قبل اس کے کہ تم مسجد سے باہر جاؤ) یہ کہہ کر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا (کچھ دیر بعد) جب ہم مسجد سے نکلنے کا ارادہ کئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم کو قرآن کی سب سے بڑھ کر عظمت والی سورت سکھاؤں گا تو آپ نے فرمایا (ہاں) وہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین (یعنی سورۃ فاتحہ ہے) اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یہی قرآن عظیم ہے۔ جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(ف 1): اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کی ابتداء "الحمد

لله رب العالمین " سے فرمائی ہے اور "بسم الله الرحم الرحیم" سے سورۂ فاتحہ کی ابتداء نہیں کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "بسم الله الرحمن الرحیم" سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے بلکہ ایک مستقل آیت ہے۔

(ف2): اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو اعظم سورۃ من القرآن: قرآن شریف کی سب سے عظمت والی سورت ارشاد فرمایا ہے) اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ قرآن شریف کی اس سورت میں جو جامعیت ہے وہ کسی اور سورت میں نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالی کی حمد وثناء سے اس کی ابتداء کی گئی ہے پھر الرحمٰن الرحیم میں صالحین کے لئے اللہ تعالی کی رحمت کاملہ کے وعدہ کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد " مَـالِكِ يَـوْمِ الـدِّيْنِ "میں نافرمان بندوں کے لئے آخرت میں سزا اور ان کے لئے وعید کا ذکر ہے پھر عبادت واستعانت کا اللہ تعالی ہی کے لئے مخصوص ہونے کا بیان ہے اس کے بعد بندوں کے لئے سوال کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ ان کا بہترین سوال ہدایت کی طلب ہے۔ اور ان لوگوں کے راستہ کی طلب ہے جن پر انعام ہو۔ جیسے انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین اور آخر میں گمراہوں اور مغضوبین کے راستہ اور پیروی سے نجات کی طلب کا بھی بیان ہے اس طرح سے سورۂ فاتحہ میں سارے سالکین کے سارے معاملات اور منازل کا ذکر ہے۔ اور حدیث شریف میں اس سورت کو قرآن "عظیم" جو فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مطالب پورے قرآن میں مفصل مذکور ہیں ان کا بیان سورۂ فاتحہ میں مجمل موجود ہے۔

سورۂ فاتحہ جیسی عظمت والی سورت حضور کے سوا نہ تو کسی کو دی گئی اور نہ کسی آسمانی صحیفہ میں نازل ہوئی

25/3060۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم نماز میں (قرآن) کس طرح پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنایا تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے ذات باری تعالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس سورت کے مثل نہ تو کوئی

سورت نازل ہوئی اور نہ تو انجیل میں نہ تو زبور میں اور نہ قرآن (کے بقیہ حصہ) میں اور یہ یعنی سورۂ فاتحہ سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں تو اور یہی یعنی سورۂ فاتحہ قرآن عظیم ہے۔ جو مجھے عطا کیا گیا۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

26/3061۔اور دارمی نے بھی اس کی اسی طرح روایت کی ہے۔

سورہ فاتحہ ہر بیماری کے لئے شفاء ہے

27/3062۔عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو مشہور تابعی اور کوفہ کے قاضی تھے مرسلاً روایت ہے) کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاتحۃ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ (کے پڑھنے کے بارے میں لکھ کر لگانے اور لکھ کر پینے) میں ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔

اس کی روایت دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

ایک صحابی کے تلاوت قرآن کی تلاوت کے وقت فرشتے اترتے ہوئے نظر آئے

28/3063۔29/3064۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان سے کیا کہ ایک دفعہ وہ رات میں سورۂ بقرہ تلاوت کررہے تھے کہ اچانک ان کا گھوڑا جوان سے قریب ہی بندھا ہوا تھا اچھلنے اور کودنے لگا تو حضرت اُسید نے قرآن پڑھنا روک دیا تو گھوڑا بھی خاموش ہوگیا جب انہوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر اچھلنے بدکنے لگا یہ دیکھ کر انہوں نے تلاوت روک دی تو ادھر گھوڑا بھی خاموش کھڑا ہوگیا۔حضرت اسید تیسری بار پھر قرآن پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُسید اس خوف سے خاموش ہوگئے ۔ان کا بچہ بھی گھوڑے سے قریب ہی سورہا تھا کہیں گھوڑا اس کو زخمی نہ کردے جب حضرت اُسید نے اپنے بچہ کو سلا دیا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابر کی مانند کوئی

چیز سایہ فگن ہے جس میں چراغوں کی طرح کچھ چیزیں روشن ہیں جب صبح ہوئی تو حضرت اسید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر (یہ واقعہ) عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن حضیر کاش تم پڑھتے ہی رہتے۔ اے ابن حضیر کاش تم قرآن پڑھتے ہی رہتے یہ سن کر حضرت اسید نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ڈر گیا تھا کہ تلاوت کو جاری رکھنے کی صورت میں کہیں گھوڑا میرے بچے یحیی کو نہ روند ڈالے جو اس سے قریب ہی سو رہا تھا پس میں قرآن کی تلاوت کو روک کر بچہ کے پاس گیا اور آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی چیز ابر کی طرح سایہ فگن ہے جس میں چراغوں کے مانند کچھ چیزیں روشن ہیں۔ پھر میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کچھ بھی نہ تھا حضور نے ان سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ میں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو حضور نے فرمایا سنو وہ فرشتے تھے (جو لطیف اور نورانی اجسام کی شکل میں) تمھاری قرأت سننے کے لئے آئے تھے اگر تم اپنی قرأت جاری رکھتے تو صبح لوگ فرشتوں کو اس طرح دیکھ لیتے تو وہ یعنی فرشتے ان سے پوشیدہ نہ رہتے یعنی لوگ فرشتوں کو برملا دیکھ لیتے)۔

اس کی روایت متفقہ طور پر بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے

30/3065۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے گھروں کو مقبروں کی طرح نہ بناؤ۔ یعنی گھروں میں مردوں کی طرح بے عمل نہ رہا کرو بلکہ گھروں میں تلاوت قرآن، نفل عبادات اوراذ کار وغیرہ کیا کرو کیونکہ شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔ جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت

31/3066۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: اے ابوالمنذر (یہ حضرت ابی بن کعب کی کنیت ہے) تمہارے خیال میں اللہ تعالی کی کتاب یعنی قرآن کی کون سی آیت سب سے بڑھ کر فضیلت والی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ حضور نے دوبارہ پھر فرمایا: اے ابوالمنذر، اے ابوالمنذر! قرآن کی کون سی آیت تمہارے خیال میں افضل ہے؟ اب میں نے عرض کیا: "اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" (یعنی پوری آیۃ الکرسی) حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفقت سے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اور ارشاد فرمائے: اے ابوالمنذر تم کو تمہارا یہ علم مبارک ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قرآن کی بعض سورتوں اور آیتوں کی فضیلت اور توجیہ

ف: فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ قرآن کی بعض سورتوں کو دوسری سورتوں پر اور بعض آیتوں کو دوسری آیتوں پر فضیلت ہے۔ جیسے آیۃ الکرسی وغیرہ۔ اور افضل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے پڑھنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور افضل ہونے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ایسی سورتیں اور آیتیں اپنے معنی اور مضامین کے اعتبار سے دل کو زائد متنبہ کرنے والی ہیں۔ اور فضیلت کا یہی مفہوم زیادہ قرین صواب ہے۔ یہ جواہر الا فلاطی میں مذکور ہے۔ اس بارے میں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یوں تو پورا قرآن کلام اللہ کی حیثیت سے مساوی مرتبہ کا حامل ہے۔ اس لیے اس کے کسی جزء کو کسی جزء پر فضیلت ہرگز نہ دی جائے اور یہی مسلک مختار اور مفتی بہ ہے۔

آیۃ الکرسی پڑھ کر سونے والے کے پاس شیطان نہیں آتا اور اس بارے میں حضرت ابوہریرہ کا ایک واقعہ

32/3067۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکات یعنی صدقہ فطر کے غلہ کی حفاظت اور نگرانی پر مامور فرمایا۔ پس میرے پاس ایک شخص آیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے غلہ سمیٹنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس

سے کہا: میں ضرور تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جاؤنگا، اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور صاحب اولاد ہوں جن کا نفقہ میرے ذمہ ہے اور میں سخت ضرورتمند ہوں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جب صبح ہوئی تو (حضور کی خدمت میں حاضر ہوا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کچھ کہے بغیر خود ہی مجھ سے دریافت فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارا رات والا قیدی کیا ہوا؟ میں نے کہا یارسول اللہ اس نے اپنی سخت ضرورت اورعیال داری کی شکایت کی تو مجھکو اس پر ترس آ گیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یادرکھو اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے اور کل پھر آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے پر کہ وہ کل پھر آئے گا کہ چنانچہ میں اس کی تاک میں رہا۔ وہ پھر آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ سمیٹنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑلیا اور کہا: میں تجھ کو ضرور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر کروں گا اس نے پھر کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں بہت محتاج ہوں اور بچوں کا سارا بوجھ میری گردن پر ہے میں اب پھر نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر پھر رحم آ گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جب صبح ہوئی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ تمہارا رات والا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے اپنی سخت ضرورت کی شکایت کی اور بچوں کی ضرورت کا بھی اظہار کیا تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا تو حضور نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ کہا وہ پھر آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے کہ وہ پھر آئے گا میں نے یقین کرلیا کہ وہ ضرور دوبارہ آئے گا چنانچہ میں اس کو پکڑنے کے لئے تاک میں رہا وہ پھر آیا اور غلہ سمیٹنے لگا میں اس کو پکڑ لیا اور کہا میں تجھکو ضرور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر کروں گا۔ اور یہ تین دفعہ میں آخری مرتبہ ہے کہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ نہیں آؤں گا اور پھر آ گیا ہے۔

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند کلمے ایسے سکھا دیتا ہوں جن کے ذریعہ سے اللہ تمہیں فائدہ دے گا۔ جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' تاختم آیت یعنی ''وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ'' تک پڑھ لیا کرو تو خدا کی طرف سے تمہارا ایک نگہبان یعنی ایک فرشتہ مقرر کیا جائے گا اور (اس کی برکت سے) صبح تک کوئی شیطان اور جن تمہاری ایذاءرسانی کے لئے تمہارے قریب نہیں آئے گا تو میں نے اسے پھر چھوڑ دیا جب صبح ہوئی اور میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے چند کلمات ایسے سکھا دئے جس کی وجہ سے اللہ تعالی مجھے فائدہ دیں گے (چنانچہ اس نے مجھے سوتے وقت یہ آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت بتائی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے جو کچھ بتایا ہے سچ بتایا ہے آیۃ الکرسی کی وہی خاصیت ہے (اگرچہ کہ اور باتوں میں) وہ جھوٹا ہے۔ (ابوہریرہ) کیا تم کو خبر ہے کہ تین راتوں سے تم کس سے مخاطب تھے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ نہیں میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ حضور نے فرمایا کہ: وہ شیطان تھا۔ (جو صدقات میں نقص پیدا کرنے اور خیر کے کاموں میں خلل ڈالنے کے لئے آیا کرتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

سورہ فاتحہ اور آمن الرسول دو نور ہیں جو قیامت میں جنت کی رہبری کریں

3/3068 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک حضرت جبرئیل نے اوپر کی جانب سے ایک سخت آواز سنی تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنے سر کو اٹھایا اور کہا: یہ آواز آسمان کے ایک دروازہ کے کھلنے کی تھی۔ اور آسمان کا یہ دروازہ آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس دروازہ سے ایک فرشتہ اترا تو حضرت جبرئیل علیہ نے فرمایا: یہ فرشتہ جو

زمین پر اترا ہے آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا ہے۔اس فرشتہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر سلام عرض کیا۔اور کہا: آپ کو خوش خبری ہو کہ آپ کو اللہ تعالی کی جانب سے دونوں ر ایسے عطا کئے گئے ہیں جو آج سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے۔ایک تو فاتحہ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں۔(جو آمن الرسول سے شروع ہو کر ختم سورت ہوتی ہیں) ان میں سے جو حرف آپ پڑھیں گے اس کا ثواب آپ کو دیا جائے گا (اور ان میں جو دعا ہے وہ قبول ہوگی)۔

اس حدیث کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں سورہ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو نورین دونور فرمایا گیا ہے اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ یہ دونوں آیتیں پڑھنے والے لئے قیامت کے دن روشنی کی صورت میں آگے آگے چلیں گے اور جنت کے راستہ کی رہبری کرینگے۔

سورۂ اخلاص یعنی قل هو الله احد کی فضیلت

34/3069۔ایفع بن عبدالکلاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ قرآن کی کون سی سورت سب سے افضل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل هو الله احد (کا سورہ مضامین توحید کے اعتبار سے) سب سے افضل ہے انہوں نے دریافت فرمایا کہ قرآن کی کون سی آیت سب میں افضل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آیۃ الکرسی '' اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ '' (سے لے کر ''وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ '' تک سب آیتوں میں افضل ہے) ان صاحب نے پھر عرض کیا: یا نبی اللہ آپ اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے کون سی آیت فرماتے ہیں (کہ اس کا ثواب اور اس سے خیر و برکات حاصل ہوں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں، اس لئے کہ اللہ

تعالی کی رحمت کے خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہیں اللہ تعالی نے اس کو میری امت کو عطا کیا ہے اور دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں ہے جو اس میں شامل نہ ہو۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں

35/3070۔جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے سورۂ بقرہ کو جن دو آیتوں پر ختم کیا ہے یہ آیتیں مجھ کو اس خزانہ سے عطا کی گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔پس تم خود ان (آیتوں کو) سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ اس لئے کہ یہ (دو آیتیں) رحمت ہیں اور قرب (الٰہی کا ذریعہ ہیں اور) دعا ہیں ۔اس کی روایت دارمی نے مرسلا کی ہے۔

شیطان اس گھر کے قریب نہیں آتا جس میں آمن الرسول تا آخر پڑھا جاتا ہے

36/3071۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل (اپنے فرشتوں کو حکم دے کر) قرآن کریم کو لوح محفوظ میں لکھوادیا تھا اور اسی قرآن کریم کی دو آیتیں آمن الرسول (تاختم سورہ) ہیں۔جن پر سورۂ بقرہ کو ختم فرمایا جس گھر میں یہ دو آیتیں تین رات تک مسلسل پڑھی جائیں تو شیطان اس گھر کے قریب نہ آسکے گا۔

اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے ہے۔

آمن الرسول تاختم سورہ تک کے رات میں پڑھنے سے ہر بلاء سے حفاظت ہوتی ہے

37/3072۔ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان کو رات میں پڑھے

تو وہ اس کے لئے کافی ہوجاتی ہیں (یعنی ہر آفت وبلا سے اس کی حفاظت کا ذریعہ بن جاتی ہیں) اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جمعہ کے دن سورہ آل عمران پڑھنے کی فضیلت

38/3073۔مکحول رضی اللہ عنہ (جو مشہور تابعی ہیں) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے روز سورۂ آل عمران پڑھے تو فرشتے رات تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

رات میں سورہ آل عمران کی آخری آیتوں کے پڑھنے کا ثواب

39/3074۔امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو سورۂ آل عمران کی آخری آیتیں رات میں یعنی ان فی خلق السموٰت والارض سے لے کر آخر سورہ تک پڑھے تو رات بھر عبادت کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران اپنے پڑھنے والوں کو قیامت کے دن شفاعت کریں گے

40/3075۔ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھتے رہا کرو (یعنی قرآن کی تلاوت کو غنیمت جانو اور اس پر مداومت رکھو) اس لئے کہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لئے جو اس کے حقوق اور آداب ادا کرتے ہوں) قیامت کے دن شفیع بن کر آئے گا۔خصوصاً دو چمکدار اور روشن سورتوں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو زیادہ پڑھا کرو اس لئے کہ یہ سورتیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے سروں پر اس طرح سایہ

فگن ہوں گی اور ایسے آئیں گی کہ گویا وہ ابر کے دوٹکڑے ہیں (تو یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو معنی سمجھے بغیر ان کو پڑھے) یا اس طرح آئیں گی جیسے کہ کوئی دو سایہ کرنے والی چیزیں جس میں سایہ بھی ہو اور روشنی بھی آتی ہو (یہ اس شخص کے لئے ہوگا۔ جو معنی کے ساتھ ان کی تلاوت کرے) یا اس طرح آئیں گی جیسے پرندوں کی دوٹکڑیاں ہیں (جو پڑھنے والوں پر) صف بستہ سایہ فگن ہیں۔ (یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو ان کو خود پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے) اور یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کی حمایت اور شفاعت کے لئے اللہ تعالی سے جھگڑیں گی اور سورۂ بقرہ کو کثرت سے پڑھا کرو (اس لئے کہ اس کی پابندی سے تلاوت اور اس کے معنی میں تدبر) برکت ہے اس لئے کی پابندی کے بعد اس کو چھوڑ دینا حسرت (اور ندامت) ہے۔ اور اہل باطل یعنی کسلمند ہی اس کی تلاوت سے محروم رہتے ہیں (اور سورۂ بقرہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے والے پر جادو اثر نہیں کرتا)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

41/3076۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن قرآن کو اور قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو اس طرح لایا جائے گا کہ قرآن اس کے آگے آگے ہوگا اور سورۂ بقرہ اور سورہ آل عمران اس حالت میں ہوں گے جیسے ابر کے دوٹکڑے ہیں یا کوئی دو سایہ دار سیاہ چیزیں ہیں جن میں چمک اور روشنی ہے یا صف بستہ پرندوں کی دوٹکڑیاں ہیں جو اپنے پڑھنے والوں کی (حمایت اور شفاعت میں اللہ تعالی سے) جھگڑیں گی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جمعہ کے روز سورۂ ہود پڑھنا چاہئے

42/3077۔ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

مسبّحات کی فضیلت اور ان کی تفصیل

43/3078۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کوسونے سے پہلے **مسبّحات** پڑھا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

44/3079۔اور دارمی نے اس کی روایت خالد بن معدان سے مرسلاً کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ مسبحات ان سورتوں کو کہتے ہیں کہ جن کے اوائل میں سبحان یا یُسَبِّحُ یا سَبَّح یاسَبِّح کے کلمات آئے ہوں اور یہ سات سورتیں ہیں (1) سبحان الذی یعنی سورۂ بنی اسرائیل (2) سورۂ حدید (3) سورۂ حشر (4) سورۂ صف (5) سورہ جمعہ (6) سورۂ تغابن (7) سورۂ اعلی یعنی "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى "جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔اھ

اس حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ مسبحات میں ایک ایسی آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ آیت (سورۂ حشر،آیت نمبر:21)" لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَاالْقُرْاٰنَ" الی آخرها ہے اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ آیت (سورۂ حدید،آیت نمبر:3)" هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ، وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْم" "۔ہے۔اھ

سورۂ کہف کی تلاوت نزولِ سکینہ کا سبب ہے

45/3080۔براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رات کے وقت سورۂ کہف پڑھ رہے تھے اور ان کے قریب ایک طرف ایک گھوڑا دو رسّیوں سے بندھا ہوا تھا، یکا یک ابر کا ایک ٹکڑا اس پر چھا گیا اور وہ ابر اترتا اور قریب ہوتا گیا۔اور گھوڑا یہ دیکھ کر بدکنے لگا جب صبح ہوئی تو وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سکینہ (یعنی رحمت الٰہی ہے) جو اطمینان قلب کے لئے ابر کی

صورت میں قرآن پڑھتے وقت نازل ہوتی ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت دجال کے فتنہ سے حفاظت کا سبب ہے

46/3081۔ابودرداءرضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوسورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کوزبانی یادکرلےتو وہ دجال کے فتنہ اور شرسے بچالیا جائے گا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

47/3082۔ابودرداءرضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوسورۂ کہف کی ابتدائی تین آیتوں کوتلاوت کرتا رہےتو اس کو دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: واضح ہوکہ مذکورہ بالا حدیثوں میں بہ ظاہر جوتضاد معلوم ہوتا ہے۔اس کی تطبیق کے بارے میں مرقات میں مذکور ہے کہ دس آیتوں والی حدیث بعد کی ہے اور تین آیتوں والی پہلے کی ہے،لہذا جو شخص دس آیتوں کو پڑھے گا وہ تین آیتوں کا بھی عامل ہوگا۔

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت

48/3083 ۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جوشخص جمعہ کے روزسورۂ کہف کی تلاوت کرتا ہےتو اس کا قلب آنے والے دوسرے جمعہ تک (ہدایت اورنور سے) منورکردیا جاتا ہے۔اس کی روایت بیہقی نے دعواتِ کبیر میں کی ہے۔

سورۂ طٰہٰ اورسورۂ یٰسین کو پڑھنے اور حفظ کرنے کی فضیلت

49/3084۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کے ایک ہزار برس پہلے (ملائکہ کو) سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسین پڑھ کر سنایا (اس لئے کہ یہ دونوں سورتیں یعنی سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے شروع ہوتی ہیں اور سنانے کا مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ملائکہ پر ظاہر کرنا تھا)۔ جب ملائکہ نے قرآن کی ان دونوں سورتوں کو سنا تو بے ساختہ کہہ اٹھے: مبارک ہے وہ امت جس پر یہ سورتیں اتاری جائیں گی اور مبارک ہیں وہ قلوب جو ان سورتوں کے حامل ہوں گے۔ اور مبارک ہیں وہ زبانیں جو ان کی تلاوت کریں گی۔

اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

سورۂ الٓمٓ تنزیل اور سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے بچاتی ہیں

50/3085۔ خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ سے (جو شام کے مشہور تابعی ہیں) روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں الٓمٓ تنزیل سجدہ کو پڑھا کرو جو عذاب قبر اور حشر سے نجات دلانے والی سورت ہے اس لئے کہ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے یہ حدیث پہونچی ہے کہ ایک شخص اس سورۂ کو بہ طور وظیفہ پڑھا کرتا تھا اور اس سورت کے سوا کسی اور سورۃ کو بہ طور ورد کے) نہیں پڑھا کرتا تھا اور وہ بہت گناہ گار تھا (جب اس شخص کا انتقال ہوا تو) یہ سورت اور اس کا ثواب ایک پرندہ کی شکل اختیار کر کے اپنے بازوؤں کو اس شخص پر پھیلا دیا اور اس کو بچانے کے لئے اللہ تعالی سے اس طرح عرض کیا: اے پروردگار اس شخص کو بخش دے کہ یہ مجھے بکثرت پڑھا کرتا تھا اللہ تعالی نے اس سورت کی شفاعت کو اس شخص کے حق میں قبول فرمالیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے ہر ایک گناہ کے بدلہ ایک ایک نیکی لکھ دو اور اس کے درجہ کو بلند کر دو۔ اور راوی نے یہ بھی کہا کہ یہ سورت اپنے تلاوت کرنے والے کے لئے قبر میں عذاب کی تخفیف کے لئے اللہ تعالی سے جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت کو اس شخص کے حق میں قبول

فرما اور اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس کتاب سے مٹا دے۔ اور راوی نے یہ بھی کہا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی قبر میں پرندے کی شکل میں اپنے پڑھنے والے پر اپنے پروں کو پھیلا دے گی اور اس کی شفاعت کرکے اس کو عذاب قبر سے بچائے گی۔ اور راوی نے سورۂ تَبَارَکَ الَّذِی کے بارے میں بھی ایسا ہی کہا ہے کہ یہ سورۃ بھی الٓمّٓ تنزیل کی طرح اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچالے گی اور خالد یعنی اس حدیث کے راوی ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے اور طاؤس (جو مشہور تابعی ہیں اور راوی حدیث ہیں) بیان کرتے ہیں یہ دو سورتیں یعنی سورۂ الٓمّٓ تنزیل سجدہ اور سورۂ تبارک الذی قرآن کی ہر سورت پر ثواب میں ساٹھ ہزار نیکیوں کی تعداد سے زیادہ اجر رکھتی ہیں۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

سونے سے پہلے سورۃ الٓمّٓ تنزیل اور سورۂ تبارک الذی کا پڑھنا مسنون ہے

51/3086۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سورۂ الٓمّٓ تنزیل اور سورۂ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ پڑھے بغیر سویا نہیں کرتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور دارمی نے کی ہے اور شرح السنہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

سورۂ یٰسین کی تلاوت کا ثواب

52/3087۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے اور جو سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالی اس شخص کو دس مرتبہ قرآن کی تلاوت کرنے کا ثواب عنایت فرماتے ہیں۔ اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں سورۂ یٰسین کو قرآن کا دل کہا گیا ہے۔ اس بارے میں بھی امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۂ یٰسین میں اصولِ ثلاثہ یعنی وحدانیت باری تعالی، رسالت اور حشر کا

بیان ہے اوران تینوں چیزوں کا تعلق قلب سے ہے۔اسی وجہ سے سورۂ یٰسین کوقرآن کا قلب قرار دیا گیا۔

اورامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایمان کی صحت کا انحصار حشر ونشر کے یقین اوران کے استحضار پر ہے اوران کی تفصیل سورۂ یٰسین میں بتمام وکمال مذکور ہے اسی وجہ سے اس کوقرآن کا دل کہا گیا ہے اورامام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول کو احسن قرار دیا ہے، اس لئے کہ سورۂ یٰسین کی تلاوت سے مردہ قلوب زندہ ہوجاتے ہیں اورغفلت سے چونک کر طاعات کی طرف راغب ہوتے ہیں۔اوراسی وجہ سے قریب المرگ کے پاس اس کی تلاوت کی ترغیب وارد ہے۔یہ مرقات میں مذکور ہے۔

سورہ یٰسین کے پڑھنے سے حاجتیں برآتی ہیں

53/3088۔عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے (جو مکہ کے مشہور تابعی ہیں) روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہونچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص سورۂ یٰسین کودن کے ابتدائی حصہ میں پڑھ لے تو اس کی برکت سے اس شخص کی دینی ودنیوی حاجتیں پوری کردی جاتی ہیں۔اوراس کی روایت دارمی نے مرسلاً کی ہے۔

سورہ یٰسین کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

54/3089۔معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جوسورۂ یٰسین کو محض اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں تو تم اس کوان لوگوں کے پاس پڑھا کرو جوقریب المرگ ہوں۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ سورۂ یٰسین کواخلاص سے پڑھے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اورقریب المرگ شخص کے پاس اگرسورۂ یٰسین پڑھا جائے تو وہ اس کو سُنے گا اوراس کا دل متاثر ہوگا اوراس کے گناہ بھی معاف ہوں گے۔یہ مرقات میں مذکور ہے۔صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ چونکہ سورہ یٰسین کی تلاوت گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے اس لئے قبروں کے پاس بھی اس کو پڑھنا چاہئے۔

حفاظت کے لئے قرآنی وظائف

55/3090۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوشخص سورۂ حمٓ ٥ سورۂ مومن کوالیہ المصیر تک یعنی ''حٰمٓ .تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ • غَافِرِالذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ، ذِی الطَّوْلِ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ، اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ '')(سورۂ مومن،آیت نمبر:1-3)اوراس کے ساتھ آیۃ الکرسی صبح میں پڑھ لےتو (ان کے پڑھنے کی برکت سے تمام ظاہری اور باطنی آفات اور بلیات سے) شام تک محفوظ رہتا ہےاور (اسی طرح) جوان کوشام کے وقت پڑھ لےتو وہ (ان کے پڑھنے کی برکت سے) صبح ہونے تک محفوظ رہتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی اوردارمی نے کی ہے۔

سورۂ دخان کی تلاوت مغفرت کا سبب ہے

56/3091۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوشخص رات میں سورۂ دخان حمٓ الدخان (جوپ25میں ہے)۔پڑھ لےتو صبح تک 70ہزارفرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

57/3092۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوسورۂ حمٓ الدخان شبِ جمعہ پڑھا کرےتو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سورۂ بقرہ اور مفصل سورتوں کی فضیلت

58/3093۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک بلندی ہوتی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔ اور ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ مفصل سورتیں ہیں۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں سورہ بقرہ کو سنام القرآن (قرآن کی بلندی) اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ طویل سورت ہے اور اس میں بہت سارے احکام مذکور ہیں اور اس میں جہاد کا جو حکم موجود ہے اس کی وجہ سے اسلام کو بلندی حاصل ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں مفصلات کو لُباب القرآن اس لئے کہا گیا کہ ان سورتوں میں ان چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جو قرآن کے دوسرے حصہ میں اجمال کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور سورۂ حجرات (پ،26) سے لے کر آخر قرآن تک کی تمام سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔

یہ پورا مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔

سورۂ رحمٰن قرآن کی زینت ہے

59/3094۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے (کیونکہ سورہ رحمٰن میں دُنیوی نعمتوں کے ساتھ ساتھ اخروی نعمتوں اور جنت کے حور و غلمان کا ذکر ہے)۔ اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

سورۂ واقعہ کو ہر شب پڑھنے سے فاقہ نہیں آتا ہے

60/3095۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو سورۂ واقعہ کو ہر شب پڑھے تو وہ کبھی تنگدست اور محتاج نہ ہوگا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو تاکید فرماتے کہ وہ ہر رات اس سورت کو پڑھا

کریں۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

سورۂ حشر کی آخری تین آیتوں کو پڑھنے کی فضیلت

61/3096۔معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت تین دفعہ ''أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ'' پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں (جو ''هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ'' سے شروع ہوکر ''وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ '' پر ختم ہوتی ہیں جوآیات نمبر:22-24 ہیں)۔جو شخص پڑھ لے تو اللہ تعالی (ان کی برکت سے)ستّر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمادیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔اور اگر وہ اس روز فوت ہوجائے تو وہ شہید مرتا ہے اور جو شخص ان آیتوں کو اسی طرح شام کے وقت پڑھے تو ایسے شخص کو بھی یہی مرتبہ ملے گا۔اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

سورۂ ملک کی تلاوت مغفرت کا سبب ہے

62/3097۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ قرآن میں (30) آیتوں والی ایک سورت ہے جس نے ایک شخص کی شفاعت کی جو اس کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ اس کو بخش دیا گیا۔اور وہ سورت ''تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ '' ہے۔اس کی روایت امام احمد،ترمذی،ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

سورہ ملک کی فضیلت کا ایک واقعہ

63/3098۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے (لاعلمی میں)ایک قبر کی جگہ پر ڈیرہ لگایا اور ان کو یہ گمان نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔

ناگہاں انہوں نے دیکھا کہ اس میں ایک انسان ہے جو سورۂ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ پڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سورۂ کو ختم کیا۔ ان صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر یہ واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ سورت عذاب سے بچانے والی اور پڑھنے والے کو عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والی ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سورۂ سَبِّحِ اسْمِ رَبِّکَ الْاَعْلٰی حضور کو بہت پسند تھی اس کی وجہ

64/3099 ۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت یعنی "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی" کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں سورت "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی" کو محبوب رکھنے کا جو ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ارشاد ہے: "اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ، صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی" یہ مضامین یعنی دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائداری، فرماں برداری کی کامیابی وغیرہ جو اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگلے صحیفوں میں بھی مذکور ہے جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں تو گویا سابقہ صحیفوں میں قرآن کی حقانیت کی تصدیق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو وتر کی پہلی رکعت میں "سورۂ قُلْ" کو باقی دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔

یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔

سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ سورۂ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۂ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ کی فضیلت

65/3100 ۔ ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں

حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ کی تلاوت کا ثواب آدھے قرآن کے پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے اور ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کی تلاوت کا ثواب ایک تہائی قرآن کے پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے اور ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' کی تلاوت کا ثواب چوتھائی قرآن کے پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ کی جامعیت اور فضیلت

66/3101۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے: یارسول اللہ مجھے قرآن پڑھایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ان تینوں سورتوں کو پڑھ لیا کرو جس کے ابتداء میں الٓرٰ ہے اور یہ پانچ سورتیں ہیں جن کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے تو انہوں نے بہ طور معذرت عرض کیا: یا رسول اللہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور دل میں سختی آ گئی ہے۔(یعنی حافظہ کمزور ہوگیا ہے) اور زبان موٹی ہوگئی ہے۔(جس کی وجہ سے میں ان طویل سورتوں کو پڑھ نہیں سکتا ہوں) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو تم تین ایسی سورتوں کو جن کے شروع میں حٰمٓ ہے پڑھ لیا کرو (اور یہ سات سورتیں ہیں جن کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے) تو ان صاحب نے پھر وہی عذر پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی مختصر سورت پڑھایئے جو (ثواب اور عذاب اور دینی اور دنیوی امور ومقاصد کی) جامع ہو۔تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھائی (جس میں خیر کی ترغیب اور شر سے بچنے کی ممانعت مذکور ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سورۂ اذا زلزلت پڑھائی۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوگئے۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں ہرگز اس پر زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر وہ

صاحب واپس چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: یہ شخص کامیاب ہو گیا۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس کی روایت امام احمد، اور ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ قرآن کی جن سورتوں کے شروع میں "آلـــــــر" ہے وہ پانچ ہیں جو سورۂ یونس (پ 11) سے شروع ہو کر سورۂ حجر پارہ (14) میں ختم ہوتی ہیں اور اسی طرح جو سورتیں حـٰــمٓ سے شروع ہوتی ہیں ان کی تعداد سات ہے جو حـٰــم الـمـؤمـن (پ 24) سے شروع ہو کر حـٰــم الاحقاف (پ 26) پر ختم ہوتی ہیں۔

سورۂ "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" پڑھنے سے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے

67/3102۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو اتنی طاقت ہے کہ وہ روزانہ قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون ہے جو ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھ سکے؟ یعنی ہم میں سے کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: کیا تم میں سے کوئی اتنی طاقت نہیں رکھتا وہ کہ وہ روزانہ سورۂ "اَلْھٰــکُـمُ التَّـکَـاثُـرُ" پڑھنے کا ثواب (یعنی ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب) ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کے برابر ہے۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ سورہ "اَلْھٰــکُـمُ التَّکَاثُرُ" کو ایک مرتبہ پڑھنے سے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۂ میں آخرت کی ترغیب اور دنیا کی بے رغبتی کی تاکید مذکور ہے اور یہ قرآن کے چھ (6) اہم مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ راز ہیں جو بجز شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے کسی پر منکشف نہیں اس لئے قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے۔ یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔ 12

سوتے وقت سورہ ”قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ“ پڑھنے کی ترغیب

68/3103۔فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے عرض کیا: رسول اللہ آپ مجھے کوئی وظیفہ بتادیجئے جس کو میں سونے کے لئے بستر پر جاؤں تو پڑھ لیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ”قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ“ پڑھ لیا کرو فرمایا۔اس لئے کہ اس میں شرک سے بیزاری کا ذکر ہے (اس لئے تم اس کو پڑھ کر سوؤ گے تو شرک سے پاک ہوکر سوؤ گے اور مروگے تو توحید پر مروگے)۔اس حدیث کی روایت ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔

سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے

69/3104۔ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: کیا تم میں سے کوئی شخص رات میں ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ایک رات میں تہائی قرآن کس طرح پڑھا جاسکتا ہے یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: سورۂ ”قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ “ کا ایک دفعہ پڑھنا (ثواب میں) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

70/3105۔اور اس کی روایت بخاری نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ سورۂ ”قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ کا ایک دفعہ پڑھنا ثواب میں ایک تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے اس بارے میں مرقات نے لکھا ہے کہ قرآن حکیم تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے ایک علم توحید، دوسرے علم الشرائع یعنی حلال وحرام کے احکام کا علم اور تیسرے علم تہذیب الاخلاق اور تزکیۂ نفس اور سورۂ ”قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ پہلی قسم یعنی علم توحید پر مشتمل ہے جو باقی تینوں قسموں کے لئے اصل اور بنیاد کا حکم رکھتا ہے اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ”قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ ایک دفعہ پڑھنے کو ثواب میں تہائی قرآن پڑھنے کے برابر قرار دیا ہے۔12

سورۂ اخلاص کے پڑھنے والے کواللہ تعالی محبوب رکھتے ہیں

71/3106۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا اور وہ اپنے ساتھیوں کی نماز میں امامت بھی کیا کرتے تھے۔تو وہ اپنی ہر نماز کی قرأت کو سورۂ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' پرختم کیا کرتے تھے جب صحابہ واپس ہوئے تو ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا: انھیں سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کیا کرتے ہیں؟ جب لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس سورہ میں رحمٰن یعنی اللہ تعالی کی توحید کا ذکر ہے اس لئے میں اس کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں (اور بار بار پڑھتا ہوں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب سنا تو فرمایا کہ ان کو مطلع کردو کہ اللہ تعالی بھی ان سے محبت کرتے ہیں (اور اس کی برکت سے تم کو طاعت الٰہی پر استقامت نصیب فرمائیں گے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے

نمازوں میں کسی ایک سورت کو معین کر لینے کی وضاحت

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایک صحابی اپنی ہر نماز کی قرأت کو سورۂ اخلاص پرختم فرمایا کرتے تھے۔اس بارے میں صاحب مرقات نے کہا ہے کہ وہ صحابی ہر نماز کی آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔اور عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ کسی بھی نماز کے لئے قرآن کی کسی ایک سورت کو یا کسی ایک حصہ کو معین کر لینا مکروہ ہے۔امام طحاوی اور اِسْبِیْجَابِی نے کہا ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہوگی جب کہ وہ شخص قرآن کی کسی ایک سورت یا کسی ایک حصہ کو نماز میں پڑھنا واجب اور ضروری سمجھے اور اس کے سوا کسی اور سورت وغیرہ کو پڑھنا جائز نہ سمجھے لیکن اگر کسی لئے کسی معین سورت کو اپنی آسانی کے لئے پڑھا یا حصول برکت کے لئے یہ سمجھ کر پڑھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو پڑھا کرتے تھے تو اس میں کوئی کراہت نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کبھی کبھی دوسری

سورت کو بھی پڑھ لیا کرے تاکہ ناواقف لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ تبیین میں مذکور ہے۔

سورۂ اخلاص سے محبت رکھنے والا جنتی ہے

72/3107۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے اس سورۃ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' سے بڑی محبت ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمھاری اس سورت سے محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

جنت واجب ہونے کا وظیفہ

73/3108۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو سورۃ ''قل ھواللہ احد'' پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے واجب ہوگئی، میں نے عرض کیا (یارسول اللہ) کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا (سورہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد'' ''پڑھنے کے بدلہ میں) اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

اس کی روایت امام مالک ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

سورہ اخلاص کی تلاوت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

74/3109۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ہر دن سورۂ ''قل ھواللہ احد'' دوسو مرتبہ پڑھے (تو اس کی برکت سے) اس کے گذشتہ پچاس برس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور مگر یہ کہ اس اس پر قرض ہو تو قرض کا گناہ معاف نہیں ہوگا۔ جب کہ اس نے قرض ادا کیا نہ ہو۔ یا مرنے سے پہلے ادائی کی وصیت بھی نہ کی ہو۔اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

75/3110 اور دارمی کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ جو شخص پچاس مرتبہ سورۂ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' ہر روز پڑھے تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اس روایت میں قرض کے گناہ کا ذکر نہیں ہے۔

جنت میں داخل ہونے کا وظیفہ

76/3111۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص جب سونے کا ارادہ کرے اور اپنے بستر پر سیدھی کروٹ لیٹ کر ایک سو مرتبہ سورۂ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی اس سے فرمائیں گے کہ اے میرے بندے تو اپنے سیدھے جانب سے جنت میں داخل ہوجا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو فضائل اعمال کے بارے میں کوئی حدیث ملے تو اس کو چاہیئے کہ کم از کم عمر بھر میں ایک مرتبہ اس پر عمل کرے۔مرقات۔12

جنت میں محل تیار کرنے والی سورت

77/3112۔سعید بن المسیب رضی اللہ عنھما مرسلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص دس مرتبہ سورۂ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد '' '' پڑھے تو اس کے لئے جنت میں محل بنا دیا جاتا ہے اور جو بیس مرتبہ اس سورہ کی تلاوت کرتے تو اس کے لئے دو محل جنت میں بنا دئے جاتے ہیں اور جو تیس مرتبہ اس سورت کو پڑھے تو اس کے لئے تین محل جنت میں بنا دئے جاتے ہیں یہ سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم یا رسول اللہ تو ایسی صورت میں بہت سے محل بنالیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی اس سے زیادہ وسیع رحمت

والے ہیں۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

ان سورتوں کا بیان جن کو رات میں دم کر کے سونا چاہئے

78/3113۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب سونے کے لئے جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھوں کو کھول کر ملا لیتے اور سورہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس'' پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں پھونکتے پھر دونوں ہتھیلیوں کو اپنے پورے جسم پر جہاں تک کہ ہاتھ پہونچتا ہے مل لیتے کہ ابتداء سر سے فرماتے پھر چہرہ کو ملتے پھر جسم کے اگلے حصہ کو ملتے (اور اس کے بعد جسم کے پچھلے حصہ کو ملتے) اور یہ عمل یعنی سورتوں کا پڑھنا ہاتھوں پر دم کرنا اور جسم پر ملنا تین دفعہ فرماتے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دعاؤں کو دم کر کے پھونکنا مستحب ہے اور اس کے جواز پر جمہور علماء نے اتفاق کیا ہے۔اور جمہور صحابہ تابعین اور بعد کے علماء نے دعاؤں کے دم کرنے اور پھونکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔12

معوذتین کی فضیلت

79/3114۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ کرام سے فرمایا کہ عجب آیات ہیں جو آج کی رات اتاری گئی ہیں ان کے مثل (دفع سحر اور حفظ بلیات میں ایسی) اور آیتیں نہیں دیکھی گئیں اور وہ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس'' کے سورتوں کی آیتیں ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

80/3115۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ جحفہ اور

ابواء کے درمیان (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان دو گاؤں ہیں۔ہم رکاب تھا۔کہ اچانک سخت آندھی اور طوفان وتاریکی نے آ گھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس'' (کی تلاوت) کے ذریعہ (اس طوفان) سے پناہ مانگنے لگے اور یہ فرمانے لگے اے عقبہ تم بھی ان دوسورتوں کو پڑھ کر پناہ مانگا کرو کیونکہ جس نے ان دوسورتوں کے ذریعہ پناہ مانگی یقیناً اس نے بہترین طریقہ سے پناہ مانگی۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

سہ قل کی فضیلت

81/3116۔عبداللہ بن خُبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات بارش اور سخت تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکلے اور ہم نے حضور کو راستہ میں پالیا ہم کو دیکھ کر حضور نے فرمایا: پڑھو میں نے عرض کیا: (یارسول اللہ) کیا پڑھوں تو آپ ارشاد فرمایا سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد، سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق اورسورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس'' کو صبح اور شام تین تین دفعہ پڑھ لیا کرو تو یہ (وظیفہ) تم کو ہر چیز کے (شر سے) محفوظ و بچائے رکھے گا۔

اس کی روایت ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

معوذتین کی فضیلت

82/3117۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا :یارسول اللہ (دفع آفات اور حفظ بلیات کے لئے) سورۂ ہود پڑھا کروں یا سورۂ یوسف؟ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس معاملہ میں اللہ تعالی کے نزدیک سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق'' سے بڑھکر اور کوئی سورت مفید نہیں ہے۔

اس کی روایت امام احمد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف(1): صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں دفع بلیات اور حفظ آیات
کے لئے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق" کا جو ذکر ہے وہ بطور کفایت کے ہے ورنہ دوسری حدیثوں کے
پیش نظر جو ابھی اوپر گذری ہیں قرینہ یہ ہے کہ سورۂ فلق کے ساتھ سورۂ ناس بھی پڑھنا چاہئے۔12

ف(2): صدر کی حدیثوں میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی
تلاوت کے لئے بسم الله الرحمن الرحیم کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
بسم الله الرحمن الرحیم سورتوں کا جزؤ نہیں ہے اور یہ حدیثیں حنفی مسلک کی تائید کرتی ہیں کہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم سورتوں کے درمیان فصل پیدا کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے اور
سورتوں کا جزؤ نہیں ہے۔12

(1/99) بَابٌ

(اس باب میں تلاوت کے آداب اوراس کے احکام کا بیان ہے)

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : ''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً''اوراللہ تعالی نے (سورۂ مزمل، آیت نمبر:4) میں ارشادفرمایا ہے اورقرآن کوخوب صاف صاف پڑھو کہ ایک ایک حرف الگ الگ ادا ہو۔

تفسیر مدراک میں لکھا ہے کہ قرآن کوخوب ٹھہرٹھہر کراس طرح پڑھنا چاہئے کہ حروف الگ الگ ظاہر ہوں، اوقاف کالحاظ رہے اورحرکات کواچھی طرح اداء کرتے جائیں۔12

وَقَالَ اللّٰہ تَعالیٰ : '' فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' اوراللہ تعالی نے (سورۂ مزمل، آیت نمبر:20) میں ارشادفرمایا ہے''تم قرآن جتنا آسانی سے پڑھا جاسکتا ہو پڑھ لیا کرو''۔

ف:واضح ہو کہ آیت صدر میں '' فَاقْرَءُ وْا '' امر کا صیغہ ہے تواگرنماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس سے وجوب یعنی فرضیت مراد ہوگی اس لئے کہ نماز میں قرأت قرآن فرض ہے اور غیر نماز میں قرآن پڑھا جائے تو یہاں امراستحباب کے لئے ہوگا۔اور یہ مطلب ہوگا کہ قرآن کریم کے جتنے حصہ کی تلاوت آسانی سے کرسکتے ہواس کی تلاوت پابندی سے کیا کرو۔

امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے رات میں قرآن کریم کی ایک سو(100) آیتیں تلاوت کیں تواس کا نام غَافِلِیْنَ کی فہرست میں نہ لکھا جائے گا اورجس نے دوسو(200) آیتیں تلاوت کیں تواس کا نام قَانِتِیْنَ کی یعنی اطاعت گذاروں کی فہرست میں لکھ دیا جائے گا۔یہ تفسیر مدراک میں مذکور ہے۔

اورتفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ '' فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ''سے قرآن کی تلاوت بہ طوراستحباب مراد لی جائے تو مقدارتلاوت کے بارے میں علماء نے اختلاف فرمایا ہے بعض علماً نے

فرمایا ہے کہ روزانہ تین آیتیوں کی تلاوت مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ روزانہ ایک سو آیتوں کی تلاوت مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ دوسو آیتوں کی تلاوت مستحب ہے۔حضرت انس بن مالک سے روایت ہے ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص روزانہ پانچ آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو روزانہ ایک سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کا نام اطاعت گذاروں میں لکھا جائے گا اور جو شخص روزانہ دوسو آیتوں کی تلاوت کرے گا۔ ہوتو قرآن کریم اس شخص سے قیامت کے روز نہیں جھگڑے گا کہ تم نے میرا حق ادا نہیں کیا اور جو شخص روزانہ پانچ سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کے لئے اجروثواب کا ایک قنطار لکھ دیا جائے گا (قنطار بارہ ہزار درہم یا دینار کو کہتے ہیں) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :تم ہر ماہ میں پورا قرآن ختم کیا کرو۔حضرت عبدللہ بن عمر نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بیس (20) دن میں پورے ایک قرآن کی تلاوت ختم کرلیا کرو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی قوت رکھتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر دس (10) روز میں ایک قرآن ختم کرلیا کروتو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پھر عرض کیا کہ: میں اس سے بھی زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں کہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :ہر سات روز میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو۔سات دن سے کم میں قرآن مت ختم کیا کرو یہ پوری تفصیل تفسیر حسینی میں مذکور ہے۔

اور اس طرح سات روز میں قرآن ختم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ کو ختم الاحزاب کہتے ہیں اور اس کی برکت سے بلیات اور آفات دافع ہوتے ہیں۔اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور اس ختم الاحزاب کی تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے روز قرآن کی تلاوت سورۂ فاتحہ سے شروع کرکے سورۂ انعام تک کی جائے ۔اور شنبہ کے دن سورۂ انعام سے سورۂ یونس تک تلاوت کرے ۔اور یکشنبہ کے روز سورۂ یونس سے سورۂ طہٰ تک تلاوت کرے۔اور دوشنبہ کے دن سورۂ طہٰ سے سورۂ عنکبوت تک تلاوت کرے۔اور سہ شنبہ کے دن سورۂ عنکبوت سے سورۂ زمر تک تلاوت کرے اور چہارشنبہ کے روز سورۂ زمر سے سورۂ وقعہ تک تلاوت کرے۔اور پنجشنبہ کے

دن سورۂ واقعہ سے آخر قرآن سورۂ الناس تک تلاوت کرے۔ اور سات روز میں قرآن ختم کرنے کے دوسرے طریقہ کو فمی بشوقٍ کہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن قرآن کی تلاوت کی ابتداء کی جائے اور سورۂ فاتحہ سے شروع کر کے سورۂ مائدہ تک تلاوت کرے اور ہفتہ کے دن سورۂ مائدہ سے لیکر سورۂ یونس تک تلاوت کرے اور یکشنبہ کے دن سورۂ یونس سے لیکر سورۂ بنی اسرائیل تک تلاوت کرے۔ اور دوشنبہ کے روز بنی اسرائیل سے لے کر سورۂ شعراء تک تلاوت کرے اور سہ شنبہ کے دن سورۂ شعراء سے لے کر سورۂ والصافات تک تلاوت کرے۔ اور چہارشنبہ کے روز سورۂ والصافات سے لے کر سورہ قٓ تک تلاوت کرے۔ اور پنجشنبہ کے روز سورۂ قٓ سے لے کر آخر قرآن والناس تک کی تلاوت کرے۔ اور فمی بشوقٍ جو کہا گیا ہے اس میں ہر حرف سے ایک ایک سورۂ کی جانب اشارہ ہے۔ چنانچہ (ف) سے سورۂ فاتحہ تک (م) سے سورۂ مائدہ (ی) سے سورۂ یونس (ب) سے سورۂ بنی اسرائیل (ش) سے سورۂ شعراء (و) سے سورۂ والصافات اور (ق) سے سورۂ ق مراد ہے اور یہ ہمارے زمانہ کے حفاظ کے درمیان معروف اور مشہور ہے کہ اس ترتیب سے پورے سات دن میں قرآن ختم کیا جائے۔ ھ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ" فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ "میں عام حکم ہے اور کوئی مقدار معین نہیں کی گئی ہے اس لئے جس قدر آسانی سے قرآن پڑھا جاسکتا ہو پڑھنا چاہئے کیونکہ اس میں نہ تو وقت کا تعین مذکور ہے نہ جزؤ کا اور نہ مقدار کا۔

اور احادیث اور آثار جو اس بارے میں مروی ہیں ان میں بھی مقدار اور وقت کے تعین میں کوئی صراحت مذکور نہیں ہے تو احادیث بھی قرآن کے عام حکم کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتی ہیں۔ یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12

قرآن کو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ وہ سینوں سے نکل جائے گا

1/3118۔ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہمیشہ تلاوت کے ذریعہ بار بار تکرار کر کے قرآن کی حفاظت کیا کرو تا کہ وہ دلوں سے فراموش نہ ہو جائے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ قرآن سینوں سے اس سے بھی جلد نکل جاتا ہے کہ جتنی جلدی سے اونٹ اپنی رسی سے چھوٹ کر نکل بھاگتا

ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

2/3119۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حافظ قرآن کی مثال رسیوں میں بندھے ہوئے اونٹ کے مالک جیسی ہے اگر وہ اس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتا رہا تو وہ اس کو روکے رکھتا ہے اور اگر وہ اس کی رسی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے اسی طرح قرآن کو پڑھتے رہیں تو یاد رہتا ہے ورنہ وہ تو بھلا دیا جائے گا۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضا تیسری حدیث

3/3120۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یہ کتنی بری بات ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ''میں قرآن کی فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں''۔ بلکہ اس کو یوں کہنا چاہیئے کہ ''فلاں فلاں آیت بھلادی گئی'' اسی لئے قرآن کو یاد کرتے رہو کہ ہمیشہ اس کا دور اور تکرار ہونا چاہیئے۔اس لئے کہ وہ انسانوں کے سینوں سے اس سے بھی جلد نکل جاتا ہے کہ جس قدر جلد جانور (رسی سے چھوٹ کر) نکل جاتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قرآن کو بھلا دینے کی وعید

4/3121۔سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھے اور تلاوت ترک کرے قرآن کو بھلا دے تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالی سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے اعضاء کٹے ہوئے ہونگے (اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو سیکھ کر بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے)۔

قرآن دلجمعی سے پڑھنا چاہئے

5/3122۔ جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ جب قرآن پڑھنے بیٹھوتو قرآن کی تلاوت اس وقت تک جاری رکھو جب تک کہ اس میں دلجمعی باقی رہے (پڑھتے پڑھتے) طبیعت جب اکتا جائے اور خیالات میں انتشار پیدا ہوتو تلاوت روک دو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قرآن پڑھنے کا مسنون طریقہ

6/3123۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کس طرح پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ حضور کی قرأت مدوالی ہوتی تھی پھر حضرت انسؓ اس طرح **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو پڑھ کر سنایا یوکہ **بسم اللہ** میں لفظ **اللہ** کے سے پہلے جو الف ہے اس کو ایک الف کی مقدار کھینچ کر پڑھتے اور اس طرح **الرحمن** میں حرف میم پر جو الف ہے اس کو بھی ایک الف کی مقدار کھینچ کر پڑھتے یہ دونوں فصل مدوالی کہلاتے ہیں اور اسی طرح **الرحیم** میں میم سے پہلے جو یاء (ی) ہے اس کو بھی کھینچ کر پڑھتے (یہ مدعارضی ہے اس کو ایک الف سے لے کر تین الف کی مقدار تک کھینچ کر پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ قواعد تجوید میں مذکور ہے)۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ درمختار اور ردالمحتار میں کتاب الحجر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فرض نماز میں قرأت ترتیل سے ہونا چاہئے کہ ہر حروف کو الگ الگ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھے اور نماز تراویح میں قرأت بین بین یعنی نہ تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور نہ بہت تیز بلکہ اعتدال سے قرأت ہونی چاہئے اور رات کی نفل نمازوں میں نمازی کو اختیار ہے کہ وہ چاہئے تو قرأت میں جلدی کرے مگر قرأت اس طرح سے ہو کہ حروف واضح طور سمجھ میں آتے ہوں کہ مد کے مقام میں لازماً مدادا کرے جیسے قرائے کرام نے کہا ہے اس لئے کہ مد کو ترک کرنا حرام ہے اور ترتیل سے قرآن کو پڑھنا شرعاً مامور بہ ہے۔ 12

ایضاً دوسری حدیث

7/3124۔لیث بن سعدؒ ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ یعلیٰ بن مملک نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت فرمایا (کہ حضور کی قرأت کیسی ہوتی ہے تو) ام المومنین نے فرمایا کہ حضور کی قرأت ایسی ہوتی تھی کہ ایک ایک حرف الگ اور واضح اداء ہوتا تھا اور حضور اس طرح قرآن پڑھتے تھے کہ اگر کوئی چاہتا کہ حضور کی قرأت کے حروف کو گنے تو وہ گن سکتا تھا اس سے مراد یہ ہے کہ حضور کی قرأت ترتیل سے ہوتی اور اس طرح ہوتی جیسی کہ تجوید کے قرأت میں مذکور ہے۔اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

آیتوں میں اگر لفظی تعلق ہو تو ملا کر پڑھنا اولی ہے

8/3125۔حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت کو علحدہ علحدہ پڑھا کرتے تھے چناچہ ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن**'' پڑھتے اور وقفہ فرماتے تھے پھر ''**اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**'' پڑھا کرتے اور وقفہ فرماتے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت کو علیحدہ علیحدہ پڑھا کرتے تھے۔اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ حضور کا ہر آیت پر وقفہ فرمانا آیتوں کے تعین کے لئے ہوا کرتا تھا۔اس لئے جمہور علماء نے کہا ہے کہ دو آیتوں میں جہاں لفظی تعلق ہو وہاں وصل کرنا یعنی دو آیتوں کو ملا کر پڑھنا اولی ہے اور اس بارے میں صاحب عرف شذی نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آیتوں کو ملا کر پڑھنا ثابت ہے۔12

قرآن کو ریا کاری اور شہرت کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے

9/3126۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور ہم اس وقت قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں (ہمارے سوا) دیہاتی عرب اور عجمی یعنی غیر عرب جیسے ایرانی رومی اور حبشی بھی تھے آپ نے ہم کو قرآن پڑھتے دیکھ کر فرمایا: تم قرآن پڑھتے جاؤ تم میں کا ہر شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے اور ہر ایک کو پورا پورا ثواب مل رہا ہے اس لئے کہ تم تکلف اور تصنع سے دور ہو لیکن عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کے پڑھنے میں ایسا تکلف اور تصنع کرینگے۔ اور قرآن کے الفاظ اور کلمات کو ایسا سیدھا کرنے کی کوشش کرینگے جیسے کہ تیر کو سیدھا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے (اور ان کی یہ کوشش ریا کاری اور نام ونمود کے لئے ہوگی) اس لئے دنیا میں تو اس کا فائدہ حاصل کریں گے۔ لیکن آخرت میں ثواب سے محروم رہیں گے (اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تجوید اور قرأت کو معاش اور شہرت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

قرآن کو راگ کی طرح بنا بنا کر پڑھنے کی وعید

10/3127۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے کہ قرآن کریم کو تکلف اور تصنع کے بغیر عربی لہجوں اور آواز کے ساتھ پڑھا کرو اور قرآن کی تلاوت فاسقوں کے لہجوں یعنی ان کی راگنیوں اور اہل کتاب یہود ونصاری (جن لحنوں اور راگنیوں سے اپنی کتابیں پڑھتے ہیں ان لحنوں سے اپنے کو بچاؤ میرے بعد ایسی قوم آئے گی جو راگ اور نوحہ کی طرح قرآن کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ جس کی وجہ سے قرآن ان کے حلقوں کے نیچے سے نہیں اترے گا۔ اور دل میں اثر نہیں کرے گا اور اللہ تعالی ایسی قرأت کو قبول نہیں کرے گا ان کے (یعنی اس طرح راگ کے ساتھ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے) قرآن پڑھنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا

ہونگے اوران لوگوں کے دل بھی جوایسی قرأت کو پسند کرتے ہیں۔اوران کی طرف کان دھرتے ہیں فتنہ میں مبتلا ہونگے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔اوررزین نے اس کی روایت اپنی کتاب میں کی ہے۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ ترجیع یہ ہے کہ آواز کوراگ کی طرح حلق میں پھرایا جائے گا اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ قرآن اوراذان میں ترجیع خوش الحانی کے ساتھ اس صورت میں پسندیدہ ہے جب کہ قوعداورتجوید کے حدود میں رہ کرحروف کی ادائی اس طرح کی جائے کہ ان میں کمی اوربیشی نہ ہو۔اوراگرترجیع کے لئے حروف کی ادائی میں کمی اورزیادتی کردے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ چناچہ عالمگیری میں لکھا ہے کہ: اگر کوئی شخص غلط انداز سے قرآن پڑھ رہا ہوتو دوسرا شخص اس کی اصلاح کرے اوراگراصلاح کرنے کی صورت میں انتشاراورفتنہ کا اندیشہ پیدا ہوتو اس کو خاموش رہنا چاہئے۔12

خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنا مستحب ہے

11/3128۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کواللہ تعالی جس قدررحمت اورتوجہ کی نگاہ سے دیکھتے اورسنتے ہیں اتنا کسی اورچیز کونہیں سنتے۔

اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

12/3129۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے کہ نبی کے بلندآواز سے خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کواللہ تعالی جس قدر (رحمت اور) توجہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اورسنتے ہیں اتنااورکسی چیز کونہیں سنتے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

13/3130۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں جو خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہ کرتا ہو۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ قرآن کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ مستحب اور مستحسن ہے بہ شرطیکہ تلاوت قواعد تجوید کے مغائر نہ ہو اور اس میں راگ راگنی نہ ہو اور امام طحاوی نے حضرت امام اعظم اور آپ کے تلامذہ سے روایت کی ہے کہ یہ حضرات خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کو سنا کرتے تھے اس لئے کہ اس سے دل میں خشیت اور رقت طاری ہوتی ہے۔ اور ذوق وشوق بڑھتا ہے۔12

ایضا چوتھی حدیث

14/3131۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ خوش آوازی سے (تلاوت کرکے) قرآن کو مزین کرو یعنی ترتیل اور تجوید کے ساتھ قرآن کی تلاوت کیا کرو۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ایضاً پانچویں حدیث

15/3132۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ: لوگو! اپنی خوش آوازی سے قرآن کے حسن و جمال کو بڑھاؤ۔ اس لئے کہ خوش آوازی قرآن کے حسن کو بڑھاتی ہے۔

اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

قرآن ایسے انداز سے پڑھنا چاہئے کہ جس سے خشیّتِ الٰہی پیدا ہو

16/3133۔طاؤس رحمہٗ اللہ مرسلاً روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون شخص قرآن پڑھنے میں خوش آواز ہے۔اور باعتبار قرأت کے بہتر ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ (وہ شخص خوش آواز اور خوش لحن ہے) کہ جس کو تم قرآن کی تلاوت کرتا ہوا سنو تو تم کو یہ محسوس ہو کہ یہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے۔(راوی حدیث) طاؤس کہتے ہیں کہ طلق بن یمامہ اس طرح قرآن پڑھتے تھے کہ خشیت الٰہی ان پر غالب آجاتی اور آنسو جاری ہوجاتے تھے۔اس حدیث کی روایت دارمی نے کی ہے۔

دوسرے سے قرآن سننے میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے

17/3134۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتھے مجھ سے ارشاد فرمائے کہ: مجھے کچھ قرآن سناؤ۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے میں آپ کو قرآن کیسے سناؤں۔تو حضور فرمائے کہ میں دوسروں سے قرآن سننا زیادہ پسند کرتا ہوں تو میں نے تعمیلِ ارشاد میں سورۂ نساء پڑھنا شروع کیا اور جب اس آیت پر پہونچا (سورۂ نساء، آیت نمبر:41) ''فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا'' تو بھلا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جبکہ قیامت کے دن ہم سب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کریں گے۔اور ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور اے نبی آپ کو ان سب پر گوہ قرار دیں گے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کرو۔جب میں نے حضور کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔(یہ رقّت قیامت کے شدت کے تصور اور حضور کی کمال رحمت اور شفقت کا نتیجہ تھی) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: الاشباہ کی ''کتاب الحظر و الا باحة'' میں مذکور ہے کہ دوسرے سے قرآن سننے میں زیادہ ثواب ہے اس لئے کہ خود کے پڑھنے سے دوسرے سے قرآن سننے میں زیادہ دلجمعی اور تاثیر ہوتی ہے۔12

قرآن پڑھنے اور سننے کے لئے حلقے بنانے کا بیان

18/3135 ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اصحاب صفہ کی ایسی جماعت میں بیٹھ گیا تھا جس میں غرباء مہاجرین تھے اور حالت یہ تھی کہ ان میں سے ایک دوسرے کو آڑ بنا رہے تھے تا کہ ستر پوشی ہو سکے (اور یہ حالت کپڑوں کی کمی کی وجہ سے تھی) اور ایک شخص اس وقت ہم کو قرآن سنا رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے تو قاری نے آپ کو دیکھ کر ادبًا قرأت روک دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سلام فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ قرأت قرآن کے وقت سلام نہ کرنا چاہئے جب قاری نے قرآن پڑھنا روک دیا) تو حضور نے پوچھا: تم یہ کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا: قرآن سن رہے تھے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے نفس کو ان کے ساتھ رکھوں (اور ان کے ساتھ بیٹھا کروں) راوی کا بیان ہے کہ پھر حضور ہمارے درمیان بیٹھ گئے تا کہ اپنی محبوب شخصیت کو ہمارے درمیان مساوی رکھیں پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ: (حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں) تو سب لوگ حلقہ بنا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ سب کے چہرے حضور کے روبرو تھے اس طرح کہ حضور کی نگاہ مبارک سب پر پڑ رہی تھی اس کے بعد حضور نے ہم کو خطاب کر کے فرمایا: خوشخبری ہو تم کو اے فقراء اور مہاجرین کی جماعت کہ اللہ تعالی نے تم کو قیامت کے دن نورِ کامل کی بشارت دی ہے اور یہ بھی سن لو

کہ تم لوگ دولت مند لوگوں سے نصف یوم پہلے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور قیامت کا یہ آدھا دن دنیا کے پانچ سو سال کے مساوی ہے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

قرآن سے محبت کے اعزاز کا ایک واقعہ

19/3136۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اُبیّ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سناؤں (یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تعجب اور اشتیاق کے لہجہ) میں دریافت کیا: یا رسول اللہ کیا اللہ تعالی نے میرا نام لے کر حضور کو یہ حکم دیا ہے؟ حضور نے فرمایا: ہاں تو حضرت اُبی نے پھر عرض کیا: کیا سارے جہانوں کے پروردگار کی جناب میں میرا ذکر آیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر حضرت اُبیّ کے دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

20/3137۔اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو سورۂ ''لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' (سورۃ البینۃ) پڑھ کر سناؤں تو حضرت ابی نے عرض کیا کہ: (یا رسول اللہ کیا اللہ نے میرا نام لے کر یہ فرمایا ہے) تو حضور نے فرمایا: ہاں تو یہ سن کر حضرت اُبی رونے لگے (حضرت اُبی کا یہ اعزاز نتیجہ تھا قرآن سے الفت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کا۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قرآن کے ساتھ سفر کرنا ممنوع ہے جبکہ اس کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو

21/3138۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے (جبکہ قرآن کی بے حرمتی اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

22/3139۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے) کہ قرآن ساتھ لے کر سفر نہ کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ دشمن قرآن کو چھین لے گا۔

23/3140۔اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے دشمن کی سرزمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اس اندیشہ سے کہ دشمن اس کو چھین لے گا۔

ف: واضح ہو کہ قرآن کو ساتھ لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر کرنے کی ممانعت جو حدیث شریف میں وارد ہے وہ ابتداء اسلام میں تھی جبکہ قرآن اور حفاظ کی تعداد کم تھی اور ضائع ہونے کا اندیشہ اور قرآن کی بے حرمتی کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا تھا اور اگر اس قسم کا اندیشہ نہ ہو تو قرآن کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔طحاویؒ، زیلعیؒ اور نفع المفتی والسائل۔

قرآن کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے

24/3141۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے تین روز سے کم میں قرآن کا دور ختم کیا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا یعنی قرآن میں جو تدبر کا حق ہے اس کو ادا نہ کیا۔اگرچیکہ تلاوت قرآن کا ثواب مل جائے گا۔

اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

25/3142۔اور ابوداؤد، ترمذی ونسائی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قرآن (کا دور) کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے تو حضور نے ارشاد فرمایا: چالیس روز میں پھر حضور نے فرمایا: اگر اس سے کم میں ختم کرنا چاہو تو پھر ایک مہینہ میں۔پھر فرمایا: اگر اس سے بھی کم میں ختم کرنا چاہو تو بیس دن میں۔اور اگر

اس سے بھی کم میں ختم کرنا چاہوتو فرمایا: پندرہ روز میں۔اگراس سے بھی کم مدت میں ختم کرنا چاہوتو سات دن میں پھر حضور نے اپنے ارشاد میں سات روز سے کم کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

26/3143 ۔اور بخاری کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قرآن کا دور ایک ماہ میں کرلیا کرو۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔تو حضور نے فرمایا: سات دن میں پڑھ لیا کرواور (قرآن) اس سے زائد پڑھ کر جلد ختم نہ کرو۔

ف: عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں سات دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی جو ممانعت وارد ہے وہ حرمت کے لئے نہیں ہے کہ سات دن سے کم میں قرآن ختم کیا جائے تو وہ حرام ہے۔چنانچہ اس کی وضاحت عالمگیری میں اس طرح مذکور ہے کہ قرآن کی افضل تلاوت یہ ہے کہ اس کے معنی اور مطالب میں غور کرتے ہوئے قرآن پڑھا جائے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک دن میں قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا آداب تلاوت اور قرآن کی تعظیم کے منافی ہے۔12

خارج نماز جہر سے قرآن کی تلاوت افضل ہے

27/3144 ۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کریم کو بلند آواز سے پڑھنے والا اس شخص کی طرح ہے جو علانیہ خیرات کرے اور قرآن کو آہستہ آواز سے پڑھنے والا اس شخص کی طرح ہے جو چھپا کر خیرات کرے۔اس کی روایت ترمذی،ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ قرآن کی تلاوت جو خارج نماز ہواس میں افضل یہ ہے کہ جہر سے پڑھے اس لئے کہ قرآن سننے کے لئے فرشتے آتے ہیں اور شیاطین بھاگتے ہیں جیسا کہ عقد اللآلی سے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے اور صاحب عین العلم نے کہا ہے کہ اگر ریاء کا خوف ہو یا کسی نمازی کی تشویش کا

اندیشہ ہوتو قرآن سِر یعنی آہستہ آواز سے پڑھے ورنہ قرآن جہر سے پڑھے جیسا کہ نفع المفتی والسائل میں مذکور ہے اور عالمگیریہ میں ہے کہ: خارج نماز قرآن کی جہر سے یعنی آواز سے تلاوت افضل ہے۔12

حرام کو حلال سمجھنے والا مومن نہیں

28/3145 ۔صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھا تو وہ قرآن پر ایمان ہی نہیں لایا۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ قرآن کے احکام پر عمل نہ کرنا دو طرح پر ہے: ایک تو یہ کہ قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اعتقاداً حلال سمجھے تو یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن کے محرمات کو حرام ہی سمجھے مگر نفس و خواہشات کی اتباع میں ان کا مرتکب ہوجائے تو ایسا شخص کامل ایمان والا نہ ہوگا گنہ گار ہوگا۔اس لئے کہ قرآن پر ایمان لانے کا حق یہ ہے کہ نواہی یعنی حرام حکم سے بچے اور اوامر پر عمل کرے۔12

قرآن کے آداب اور حقوق کے بارے میں جامع احکام

29/3146 ۔حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جو صحابی رسول تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ مت بناؤ (یعنی قرآن پڑھ کر اسی کو تکیہ بنا کر مت سوجاؤ کیونکہ قرآن کو تکیہ بنانا،اس کی طرف پیر پھیلانا،اس پر کسی چیز کا رکھنا،اس کی طرف پیٹھ کرنا، یہ سب حرام ہیں۔جیسا کہ ابن حجر نے فرمایا ہے)12 قرآن کو رات دن اس کے پورے حقوق اور آداب کے ساتھ پڑھا کرو (یعنی اس کے الفاظ کی صحیح ادائی، اس کے معانی میں غور و تدبر اور اس کے احکام پر عمل کرنے میں اخلاص پیدا کرو اور سستی اور غفلت نہ کرو) اور قرآن کی اشاعت کرو (یعنی جہر سے پڑھو،اس کو پڑھاؤ اور تفسیر بیان کرو۔اس کی تعظیم کرو اور اس پر عمل کرو) اور قرآن کو (قواعد تجوید کا لحاظ کر کے خوش آوازی سے پڑھا کرو اور قرآن میں جو

(کھلی نشانیاں ہیں، اور جو وعدے اور وعیدیں ہیں اور جو اسرار) ہیں ان میں غور وفکر کیا کرو۔ تاکہ تم کو فلاح اور کامیابی حاصل ہو اور دنیا میں اس کا بدلہ طلب کرنے میں عجلت نہ کرو اس لئے کہ آخرت میں قرآن کے حقوق ادا کرنے والوں کو بہت بڑا بدلہ ملنے والا ہے۔

اس حدیث کی روایت امام بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

(2/100) بَابٌ

(اس باب میں قرأت کے اقسام اور قرآن جمع کرنے کا بیان ہے)

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ مزمل، آیت نمبر:20 میں) تم قرآن کو جس قرأت متواتر سے بھی آسانی سے پڑھا جا سکتا ہو پڑھ لیا کرو۔

قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے

1/3147۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کو ایک دفعہ سورۂ فرقان ایسے طریقہ یعنی قرأت کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا جس طریقہ یعنی قرأت پر میں پڑھا کرتا تھا۔اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (اس قرأت سے) یہ سورت سورۂ فرقان پڑھائی تھی۔قریب تھا کہ میں اس معاملہ میں ان سے الجھ پڑوں لیکن میں نے سکون سے کام لیا۔اور ان کو مہلت دی یہاں تک کہ انہوں نے اس سورت کو ختم کرلیا (جونہی انہوں نے اپنی قرأت ختم کی) میں نے ان کے گلے میں ان کی چادر ڈال کر کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہشام سورۂ فرقان اس طریقہ کے خلاف پڑھتے ہیں جس طریقہ سے آپ نے مجھے اس کی قرأت سکھائی ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو اور حضرت ہشام سے فرمایا: پڑھو تو انہوں نے سورۂ فرقان کی اس طرح قرأت کی جس طرح میں ان سے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔حضرت ہشام کی قرأت سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سورت اسی قرأت پر نازل کی گئی ہے تو

پھر حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے عمر! اب تم پڑھو تو میں نے اس سورت کو اس طریقہ سے پڑھا جس طریقہ سے مجھے حضور نے سکھائی تھی تو حضور نے مجھ سے سن کر یہی فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح اتاری گئی ہے پھر ارشاد فرمائے سنو! قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے لہٰذا تم کو ان سات متواتر قرأتوں میں سے جس قرأت سے پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ اوراس حدیث کے الفاظ مسلم کے ہیں۔

ف: واضح ہو کہ قرآن کے سات (7) حروف پر نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے اس لئے اہل اصول نے لکھا کہ قرآن شریف سات متواتر قرأتوں بلکہ دس قرأتوں سے بھی پڑھا جاسکتا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ عوام میں انتشار پیدا ہونے کے خوف سے قرآن ان غیر معروف قرأتوں سے عوام کے سامنے نہ پڑھا جائے چنانچہ ہمارے اسلاف نے حضرت عاصم کی قرأت کو حضرت ابوعمر و حفص کی روایت سے لیا ہے اور یہی عوام میں رائج ہے۔

(ماخوذ از: درمختار اور ردالمحتار)

ایضاً دوسری حدیث

2/3148 ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اوران کی یہ قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے مختلف تھی جس کو میں نے سنا تھا۔ اس لئے میں نے ان صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پیش کیا اوراس اختلاف قرأت کی خبر دی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ظاہر ہیں۔ پس حضور نے فرمایا: تم دونوں کی قرأت صحیح ہے اس لئے آپس میں اختلاف نہ کرو اس لئے کہ تم سے پہلے کی قومیں یہود و نصاریٰ آپس میں اختلاف کئے اور اللہ کی کتاب کو ضائع کئے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

3/3149۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد میں تھا ایک صاحب آئے اور نماز پڑھنے لگے اور نماز میں قرآن کو ایسی قرأت سے پڑھے جس کو میں نے درست نہیں سمجھا اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور انہوں نے قرآن کو اس طریقہ کے خلاف پڑھا جو پہلے صاحب نے پڑھی تھی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ان صاحب نے ایسی قرأت سے قرآن پڑھا ہے جس کو میں درست نہیں سمجھا اور دوسرے صاحب نے بھی ان پہلے صاحب سے بھی مختلف قرأت سے قرآن پڑھا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا تو ان دونوں نے اپنی اپنی قرات سے قرآن پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرأت کی تحسین فرمائی یہ دیکھ کر میرے دل میں سخت تردد پیدا ہوا کہ گویا میں اس کو جھوٹ سمجھ رہا ہوں۔جس کا میں زمانہ قبل اسلام میں بھی مرتکب نہیں ہوا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کو ملاحظہ فرمایا اور میرے سینے پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا، اور خوف الٰہی مجھ پر طاری ہوا، اور میں اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: اے اُبی! اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا کہ آپ قرآن کو ایک قرأت سے پڑھیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو اللہ تعالی کے پاس یہ عرض کرنے کے لئے بھیجا کہ میری امت پر آسانی فرمائیں تو حکم ہوا کہ دو قرأتوں سے قرآن پڑھیں تو حضور ﷺ نے پھر حضرت جبرئیل کے ذریعہ عرض کیا: امت پر اور آسانی کی جائے تو حکم ہوا کہ تین قرأتوں سے قرآن پڑھا جائے۔حضور نے پھر عرض کیا کہ امت پر مزید آسانی کی جائے تو اللہ تعالی نے یہ حکم دیا کہ سات قرأتوں سے قرآن پڑھا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ

تعالی نے یہ حکم دیا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنی امت پر شفقت اور سہولت کے لئے تین مرتبہ ہم سے جو درخواست کی ہے اتنی ہی باریعنی مقبول دعاؤں کا حق آپ کو دیا جاتا ہے۔ ان تینوں دعاؤں کو ہم یقیناً قبول کرلیں گے۔ تا آخر حدیث۔

مذکورہ دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت میں حضرت جبرئیل کے تین مرتبہ حکم لے کر تشریف لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقبول دعاؤں کا حق دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے تین مرتبہ درخواست کرنے پر تین مقبول دعاؤں کا حق دیا گیا اس دوسری روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ 12

ایضاً چوتھی حدیث

4/3150۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ ایک قرأت سے قرآن پڑھایا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ بارگاہ الٰہی میں مراجعت کریں اور ایک سے زیادہ قرأت کے لئے درخواست کریں۔ میں اسی طرح ہر دفعہ امت کی سہولت کے لئے حضرت جبرئیل کے ذریعہ اللہ تعالی سے زیادتی قرأت کی درخواست کرتا رہا اور زیادتی کا حکم ملتا رہا۔ یہاں تک کہ سات قرأتوں سے قرآن پڑھنے کی اجازت مل گئی۔

ابن شہاب جو اس حدیث کی سند کے ایک راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ یہ ساتوں قرأتیں بلحاظ مقصد حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ اگرچہ یہ قرأتیں الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن احکام یعنی حلال وحرام کے اعتبار سے ان میں کوئی اختلاف نہیں) یعنی اگر کسی قرأت میں ایک آیت سے کسی حکم کی حلت ثابت ہوتی ہے تو دوسری قرأت سے بھی اسی آیت سے حکم کی برابر حلت ہی ثابت ہوگی اور

ایک قرأت کے لحاظ سے کسی آیت میں کسی حکم کی حرمت ثابت ہورہی ہوتو دوسری قرأت سے اسی آیت میں اس حکم کی برابر حرمت ہی ثابت ہوگی تو مختلف قرأتوں سے مطالب میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے بلکہ صرف الفاظ اور لہجوں کا فرق ہوا کرتا ہے۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً پانچویں حدیث

5/3151 ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے ملاقات کئے تو فرمائے: ائے جبرئیل میں ایک ناخواندہ امت کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جس میں بوڑھی عورتیں اور بوڑھے مرد ہیں۔ اور کم سن لڑکے اور کم سن لڑکیاں ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی ہیں، جنھوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی اس لئے اگر میں ان سب کو ایک ہی قرأت سے قرآن پڑھاؤں تو ان کے لئے دشواری ہوگی اور پڑھ نہ سکیں گے۔ یہ سن کر حضرت جبرئیل نے فرمایا: ائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ امت کی دشواری کا خیال نہ فرمائیں کیونکہ قرآن لوح محفوظ سے بیت العزّ ت پر سات قرأتوں سے نازل ہوا ہے۔ آپ اگر اللہ تعالی سے درخواست فرمائیں تو آپ کو سات قرأتوں سے قرآن پڑھنے کی اجازت مل جائے گی۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

6/3152 ۔ اور امام احمد اور ابوداؤد کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت جبرئیل نے یہ بھی فرمایا کہ ان ساتوں قرأتوں میں سے ہر قرأت مسلمانوں کے دلوں کے لئے شفاء اور معجزہ ہے اور ہر قرأت نبوت کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ اور اپنے معنی و مفہوم میں ایک ہے۔ اور کامل ہونے کے اعتبار سے حُجَّتُ ہے۔

7/3153 ۔ اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ: ایک دفعہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیھما السلام میرے پاس آئے اور حضرت جبرئیل میرے سیدھے جانب بیٹھ گئے۔ اور حضرت میکائیل میرے بائیں جانب۔ حضرت جبرئیل نے مجھ سے فرمایا: آپ قرآن ایک قراءت سے پڑھیئے۔ یہ سن کر حضرت میکائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ حضرت جبرئیل سے کہئے کہ وہ اللہ تعالی سے معروضہ کریں کہ وہ قرآن ایک سے زیادہ قرأت سے پڑھنے کی اجازت دیں۔ چناچہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے معروضہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ساتھ قرأتوں سے قرآن پڑھنے کا حکم مل گیا پس ہر قرأت (مسلمانوں کے لئے ہر حیثیت سے) شافی اور کافی ہے۔

حضرت ابن مسعود کے قرآن پڑھنے کا ایک واقعہ

8/3154۔ علقمہ رحمۃ اللہ علیہ (جو ایک معروف تابعی ہیں) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم حمص جو ملک شام کا ایک شہر ہے اس میں تھے ایک روز حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ یوسف تلاوت فرمائی ایک شخص نے عرض کیا: یہ سورت اس طرح نہیں نازل ہوئی ہے جس طرح آپ نے پڑھا ہے اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سورۃ کو اسی قراءت سے پڑھا تو حضور نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا پڑھا۔ یہ گفتگو جاری تھی کے اس کے منہ سے شراب کے بو آنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تُو شراب بھی پیتا ہے اور کتاب اللہ کی قرأت کو جھٹلاتا ہے تو پھر آپ نے (بوجہہ شراب نوشی) اس پر حد شرعی جاری کی۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قرآن کے جمع اول کا بیان

9/3155۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ (یمامہ وہ لڑائی ہے جو مسیلمۃ الکذاب اور زکوۃ نہ دینے والوں کے

خلاف خلافت صدیقی میں لڑی گئی تھی جس میں سات سو حفاظ شہید ہوئے تھے۔12

قرآن کو ترتیب سے پڑھنا چاہئے اور اس کو ختم کرنے کا طریقہ

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ قرآن کریم کے جمع ہونے کے بعد یہ مرتب صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اس سے درمختار اور ردالمحتار نے آداب تلاوت قرآن کے بارے میں لکھا ہے کہ قرآن کی تلاوت اسی ترتیب سے ہونی چاہئے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور اس کے خلاف قرآن کی تلاوت مکروہ ہے اور جب نماز میں قرآن کی تلاوت ختم کی جارہی ہو تو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری دو رکعتوں کی پہلی رکعت میں معوذتین پڑھا جائے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کا ابتدائی حصہ پڑھا جائے اور خارج نماز بھی ختم قرآن کے وقت اسی طرح پڑھنا چاہئے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو ختم کرنے کے بعد پھر شروع کرنے والا ہو۔12

قرآن کے جمع دوّم کا بیان

10/3156۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور حضرت حذیفۃ اس وقت جہاد میں شریک تھے اور حضرت عثمان بہ حیثیت خلیفہ اہل شام اور اہل عراق کو ارمینیۃ اور آذربائجان کی فتح کے لئے تیار کرنے میں مصروف تھے حضرت حذیفۃ کو لوگوں کی قرأت قرآن میں اختلاف نے (جو ایک دوسرے قراءت کے انکار سے پیدا ہوگیا تھا بہت پریشان کردیا تھا۔(اس صورت حال سے بے چین) ہوکر حضرت حذیفۃ نے حضرت عثمان سے عرض کیا: امیر المومنین! آپ امت کے اس انتشار کو جو اختلاف قرأت کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔اس سے قبل ہی دفع کردیجئے کہیں یہود نصاری کی طرح کتاب اللہ کے بارے میں اختلاف کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرتب کردہ)

صحیفے (جو آپ کے پاس محفوظ ہیں)۔ بھیج دیجئے تاکہ ہم ان کی نقل کر کے پھر اس کی اصل کو آپ کے پاس واپس کردیں۔ حضرت حفصہ نے یہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن الزبیر، سعید بن العاص، اور عبداللہ بن الحارث بن ھشام (جن میں آخری تین حضرات قریشی تھے)۔ کو اس کام پر مامور فرمایا۔ اور ان حضرات نے (اس نسخے کے مطابق) چند نسخے تیار کر لئے اور حضرت عثمان نے ان تینوں قریشی حضرات سے فرمایا کہ قرآن کی کتابت کے وقت تمہارا اور زید بن ثابت کا قرآن کی کسی آیت کی قراءت میں اختلاف ہو تو تم اس کو صرف قریش کی لغت یعنی قراءت کے مطابق لکھو اس لئے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے (اگرچیکہ سات قرأتوں سے قرآن پڑھا جاسکتا ہے) چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا (یعنی پورے قرآن کو قریش کی زبان کے مطابق نقل کیا) جب ان حضرات نے اس طرح پورے صحیفے تیار کر لئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل نسخہ حضرت حفصہ کے پاس واپس فرمایا۔ پھر حضرت عثمان نے ان صحیفوں کو (بلاد اسلامیہ میں) ہر طرف روانہ فرمایا۔ (اس طرح کہ ایک نسخہ کوفہ، ایک بصرہ ایک ملک شام کو روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں محفوظ رکھوادیا۔ پھر اس کے بعد بحرین، مکہ معظّمہ اور یمن کو بھی اس کی نقلیں روانہ کردی گئیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف اور انتشار کو دور کرنے کے لئے یہ حکم دیا کہ ان صحیفوں کے سوا جس کسی کے پاس کوئی اختلافی جزء ہو تو اس کو نذر آتش کیا جائے۔

ابن شہاب (جو اس حدیث کی سند کے ایک راوی ہیں)۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے زید بن ثابت کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب ہم ان صحیفوں کو نقل کرنے کے لئے جمع ہوئے تو مجھے سورۂ احزاب کی یہ آیت ''مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَال'' '' الـــــخ جس کو میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا لکھی ہوئی نہیں ملی اور ہم کو یہ آیت حضرت

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی تو ہم نے اس آیت کو جو آیت یہ ہے: ''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ '' اس کو سورۂ احزاب میں ان صحیفوں میں شامل کر دیا۔ اس کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔

قرآن کے جمع اول اور جمع دوم کا فرق اور ان کی تفصیل

ف: (1) واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے مطابق قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور اس سے پہلے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو حدیث گزری ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا حکم دیا تھا۔ ان دونوں حضرات کے جمع قرآن میں فرق یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو اس اندیشہ سے جمع فرمایا تھا کہ کہیں حفاظ کے شہید ہو جانے کہ وجہ سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے اور اس جمع اول میں حضرت صدیق نے اس بات کا اہتمام فرمایا تھا کہ لغت قریش کے ساتھ ساتھ اور دیگر لغات اور وجوہ قراءت کو بھی جمع کیا جائے لیکن جب اسلام عرب سے نکل کر عجم میں پہونچا اور لوگوں نے وجوہ قراءت کے بارے میں اختلاف کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کی قرأت کا انکار کرنے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے صرف لغت قریش کے مطابق قرآن کی کتابت کروائی کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور ان نسخوں کو بلاد اسلامیہ روانہ فرما دیا تاکہ انتشار دور ہو جائے اور ان ہی صحائف عثمانی کے مطابق پورے عالم اسلامی میں قرآن کی کتابت جاری ہے۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔ 12

ف: (2) واضح ہو کہ ہمارے فقہائے احناف رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن یا اوراق متبرکہ جن پر اللہ اور اس کے رسول کا نام لکھا ہوا ہے اگر وہ استفادہ کے قابل نہ ہوں اور پارہ پارہ و بوسیدہ ہو جائیں تو ان کو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسے مقام پر دفن کر دیا جائے جو لوگوں کی آمد و رفت سے دور ہو تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو اور قرآن کو جلانا مکروہ ہے۔ اور اگر وہ کسی وجہ سے جل جائے تو اس کی راکھ کو محفوظ کر دینا چاہئے۔ (عمدۃ القاری، ردالمحتار) 12

سورہ انفال اور سورہ براءت کے درمیان بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ

11/3157۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورۂ انفال کو جس کا شمار مثانی (یعنی وہ سورتیں جن کی آیتیں سو سے کم ہیں۔ اوران میں قصے مکرر بیان کئے گئے ہیں اس لئے ان کو مثانی کہا جاتا ہے۔ اور یہ سورۂ شعراء سے لے کر سورۂ فتح تک کی سورتیں ہیں) میں ہونا چاہئے اس کو سورۂ براءت سے ملادیا جس کو آیتوں کی تعداد کے اعتبار سے) مئین ہونا چاہئے (جن میں سو یا سو سے زیادہ آیتیں ہیں اور یہ سورۂ یونس سے سورۂ فرقان تک کی سورتیں ہیں) اور آپ نے ان دونوں سورتوں یعنی سورۂ انفال اور سورۂ براءت کے درمیان میں '' بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ''نہیں لکھی اس طرح آپ نے ان کو سبع طوال یعنی سات بڑی سورتوں میں شریک کردیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا مختلف آیتوں والی سورتیں نازل ہوتی رہتیں تو آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جیسے جیسے کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ کاتبینِ وحی کو طلب فرماتے اور حکم دیتے کہ ان آیتوں کو ان سورتوں میں جن میں فلاں فلاں مضامین کا ذکر ہے لکھدو پھر جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں جن میں ان مضامین کا ذکر ہے لکھدو اور سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ منورہ میں ابتداءً نازل ہوئیں اور سورۂ براءت نزول کے اعتبار سے قرآن کی آخری وحی میں سے ہے لیکن ان دونوں سورتوں کے مضامین ایک دوسرے کے مشابہہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرمائے اور ہم پر یہ واضح نہیں فرمایا کہ سورۂ براءت سورۂ انفال ہی کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ اور اسی وجہ ان دونوں کے درمیان '' بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ''نہیں لکھی اور ترتیب میں ان کو میں نے سبع طوال میں

شامل کر دیا ہے۔اس کی روایت امام احمد،ترمذی اورابوداؤد نے کی ہے۔

قرآن مجید کے سورتوں کی تقسیم

ف: واضح ہو کہ قرآن مجید کی سورتوں کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ توبہ تک سبع طوال سات بڑی سورتیں کہا جاتا ہے۔اور سورۂ یونس سے سورۂ فرقان تک کی سورتوں کو مئین (سو یا سو (100) سے زیادہ آیتوں والی سورتیں) اور سورہ شعراء سے سورۂ فتح تک کو مثانی سو آیتوں سے کم والی سورتیں جن میں قصے مکرر ہیں۔اور سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں کہ ان سورتوں کے درمیان بسم اللہ کا فاصلہ قریب قریب ہے۔

پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں ایک **طوال** دوسری **اوسط** تیسری **قصار**: سورہ حجرات سے سورہ انشقاق تک کو **طوال مفصل** یعنی لمبی اور فاصلہ والی سورتیں اور والسماء ذات البروج سے سورۂ لَمْ یَکُنْ تک کو **اوساط مفصل** یعنی درمیانی فاصلہ والی سورتیں اور یہاں سے آخر قرآن تک کو **قصار مفصل** یعنی چھوٹے فاصلہ والی سورتیں کہا جاتا ہے۔12

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل کی گئی اور کسی سورت کا جزء نہیں

12/3158۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔آپ اس وقت تک ایک سورت کے ختم ہونے کو (اور دوسری سورۃ کے شروع ہونے کو) نہیں جانتے تھے۔جب'' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم '' کی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ ایک سورت ختم ہوئی اور دوسری سورت شروع ہوئی۔

اس کی روایت بزار نے دو سندوں سے کی ہے۔جس میں سے ایک سند کے رجال صحیح یعنی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔

ایضاً دوسری حدیث

13/3159۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب تک کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کی آیت نازل نہیں ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ ہمارے فقہائے احناف نے فرمایا ہے کہ '' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' ایک مستقل آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل کی گئی ہے اور یہ کسی سورت کا جزؤ نہیں ہے اور صدر کی حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ '' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' کا نزول مکرر ہوا ہے۔(ایک مرتبہ تو (سورۂ نمل، آیت نمبر:30) میں ''اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' ہے اور دوسری بار سورتوں کے فصل کے لئے'' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' کا نزول ہوا ہے اس لئے بھی اس کی عظمت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے جس طرح ایک روایت میں ہے کہ سورۂ فاتحہ بھی دومرتبہ نازل ہوئی۔ جو اس کی عظمت اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔12

ایضاً تیسری حدیث

14/3160۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی ایک سورت نے جس کی 30 آیتیں ہیں اس سورت نے ایک آدمی کی (جو اس کی پابندی کے ساتھ تلاوت کرتا تھا سفارش کی یہاں تک کہ اس کے گناہ بخش دئے گئے۔اور یہ سورت ''تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ'' ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔اور امام احمد نے بھی اس کی روایت اپنی مسند میں کی ہے۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے اور حاکم نے اس

کو صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے اس کی روایت کبیر میں صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ بنایہ میں لکھا ہے کہ اس سورت "تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ" میں تیس آیتیں ہیں جس میں "بسم الله الرحمن الرحيم" کا شمار نہیں ہے اور یہ سب کے پاس مسلم ہے کہ بسم الله الرحمن الرحيم کو شامل کئے بغیر اس سورت کی تیس آیتیں ہیں۔ اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ "بسم الله الرحمن الرحيم" کسی سورت کا جزء نہیں ہے۔ 12

ایضاً چوتھی حدیث

15/3161۔ ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے (جس کے آخر میں اس طرح مذکور ہے کہ وہ فرماتے ہیں) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی سب سے بڑھ کر عظمت والی سورۃ سکھلاؤں گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ہاں وہ سورت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ہے۔ یعنی سورۂ فاتحہ ہے اور یہی سبع مثانی ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس کی روایت امام بخاری نے کی ہے

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عظمت والی سورت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو "الحمد لله رب العالمين" سے شروع فرمایا ہے۔ یہ تعلیق اعلاء السنن میں مذکور ہے۔ 12

ف (2): اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ یہ سورت سبع مثانی ہے۔ یعنی سورۂ فاتحہ سات آیتوں والی سورت ہے جو سب کے پاس مسلم ہے اور ان سات آیتوں میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" شامل نہیں ہے ورنہ پھر اس کی آیتیں آٹھ ہو جائیں گی۔ یہ بنایہ میں مذکور ہے۔ 12

ایضاً پانچویں حدیث

16/3162۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے (جس میں اس طرح

مذکور ہے وہ فرماتے ہیں) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میں نے صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں (جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے اور یہ دلیل بیان کی ہے کہ یہاں صلوٰۃ سے سورۂ فاتحہ مراد ہے ۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ حج نام ہے عرفہ کا) برابر تقسیم کر دیا ہے اس کے ذریعہ سے میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں اسے دوں گا جب بندہ (1) ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' پڑھتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی ۔ پھر جب بندہ (2) ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثناء بیان کی اور جب بندہ (3) '' مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' پڑھتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ : میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ۔ اور کبھی یہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے اپنے معاملات میرے حوالے کر دئے ۔ پھر جب بندہ (4) ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ '' پڑھتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ : یہ بات میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے ۔ کہ اس آیت میں اللہ اور بندے کے بارے میں مشترکہ مضمون ہے) اور بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں اسے دوں گا ۔ پس جب بندہ (5) '' اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' (6) ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ '' (7) ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ '' پڑھتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کی دعا ہے اور بندہ نے یہ جو سوال کیا ہے میں اسے ضرور دوں گا ۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے ۔

ف : واضح ہو کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صدر کی یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ '' بسم الله الرحمن الرحيم ''سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور اس بارے میں اس سے زیادہ واضح کوئی حدیث مجھے نہیں ملی جو نص صریح کا حکم رکھتی ہو اور جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو ۔ فرماتے ہیں کہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے دو برابر حصوں میں سورۂ فاتحہ کی تقسیم فرمائی ہے اور سورۂ فاتحہ کی ابتداء ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سے کی ہے اور اگر ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیۡمِ" سورۂ فاتحہ کا جزؤ ہوتا تو سورۂ فاتحہ کی ابتداء "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے کی جاتی۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سورۂ فاتحہ کا جزؤ نہ ہونے پر دوسری دلیل میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" کی آیت کو درمیانی قرار دی ہے اور ابتدائی تین آیتیں اللہ تعالی کی حمد وثناء میں ہیں۔

اور آخری تین آیتیں " اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" سے آخر تک بندے کی استدعا میں ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو سورۂ فاتحہ کا جزؤ نہ قرار دیا جائے ورنہ حدیث قدسی کی مذکورہ تقسیم باطل ہوجائے گی، کیونکہ اس صورت میں سورۂ فاتحہ کی آیتیں آٹھ ہوجائیں گی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ ابوداؤد اور نسائی نے بھی دو صحیح سندوں کے ساتھ اسی طرح یہ حدیث روایت کی ہے جس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ " ھؤلاءِ لعبدی" یعنی یہ آخری تین آیتیں " اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" سے اخیر تک بندے کی استدعا میں ہیں اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ جو تین سے کم کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تقسیم حدیث قدسی کے لحاظ سے سات آیتوں پر اس طرح ہوگی کہ "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡن" سے "مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ" تک تین آیتیں "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" درمیانی آیت اور " اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" سے "وَلَا الضَّآلِّیۡنَ" تک آخری تین آیتیں۔

اس طرح جملہ سات آیتیں پوری ہیں، جن میں "**بسم اللہ الرحمن الرحیم**" کی آیت شامل نہیں ہے اور اگر اس کے سوا کوئی اور طرح کی تقسیم کی جائے تو حدیث قدسی کے صریحاً خلاف ہوگی۔

ایضاً چھٹی حدیث

17/3163۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (ایک طویل حدیث مروی ہے جو وحی کی ابتداء کے بارے میں ہے اس میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے لپٹا کر دبوچا اور پھر چھوڑ دیا اور کہا" اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ

خَـلَـقَ. خَـلَـقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اِقْـرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْـرَمُ . الَّـذِیْ عَـلَّـمَ بِـالْقَلَمِ.عَلَّمَ الْاِنْسَـانَ مَالَمْ یَعْلَمْ " پڑھیے۔اس کے بعد حضرت عائشہ نے پوری حدیث بیان فرمائی ہے۔اور اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔

ف:اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ" بسم الله الرحمن الرحیم "سورۂ فاتحہ کی طرح کسی اور سورۃ کا بھی جزؤ نہیں ہے ورنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورت کو" اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ" سے شروع نہیں کرتے بلکہ"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم "سے شروع کرتے

قرآن پڑھ کر مانگنے کی وعید

18/3164۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس سے گذرے جو قرآن پڑھ رہا تھا اور (قرآن پڑھنے کے بعد لوگوں سے مانگ رہا تھا یہ دیکھ کر آپ نے ناراضگی کے اظہار کے لئے)"اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ "پڑھا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قرآن پڑھے اس کو چاہیئے کہ قرآن کو وسیلہ بنا کر اللہ سے نہ مانگے کیونکہ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں سے مانگیں گے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

(ف):بحر رائق میں لکھا ہے کہ علماء نے ایسے شخص کو خیرات دینا مکروہ قرار دیا ہے جو بازاروں میں قرآن پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگے تاکہ اس کی تنبیہ ہو اور وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔12

ایضاً دوسری حدیث

19/3165۔بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو قرآن اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کا مال کھائے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔(ہڈی ہی ہڈی ہوگی اور وہ بڑا رسوا ہوگا)۔اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

(9) كِتَابُ الدَّعَوَاتِ

(اس کتاب میں دعاؤں کی فضیلت اوراس کے استحباب کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : ''أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:186، میں) جب دعا کرنے والا میرے حضور دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلیتا ہوں۔

وَقَوْلُهٗ : ''اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ مومن، آیت نمبر:60، میں) تم دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام علماء اوراہل فتوی کا ہرزمانہ میں ہر مقام پر اس بات پر اجماع رہا ہے کہ دعا کرنا مستحب ہے اور قرآن وحدیث اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے واقعات اس کی دلیل ہیں۔

ف: صدر کی دونوں آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب بندہ دعاء کرے تو اللہ تعالی بندہ کی دعا قبول فرماتے ہیں دعا قبولیت سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں لبیک عبدی (اے بندے میں نے تیری دعاء سن لی ہے) اور یہ بات ہر بندۂ مومن کے لئے حاصل ہے جب کبھی وہ اللہ تعالی سے دعاء کرے لیکن مقبولیت دعاء کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہر دعاء اسی وقت ہو اس کی خواہش کے مطابق ہی پوری ہوجائے۔اس لئے کہ بعض اوقات بعض دعاء بندہ کے لئے مفید نہیں ہوتی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کے لئے جو شرائط ہیں وہ پورے نہیں ہوتے یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کسی بندہ کے پکارنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ وہ دعاء کرتا رہے چنانچہ حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالی کو خواب میں دیکھا کہ اورعرض کیا: خداوند! میں نے کتنی ہی بار آپ کو پکارا لیکن آپ نے میری پکار نہیں سنی اور میری مراد پوری نہیں ہوئی۔

تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اے یحییٰ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری پکار کو بار بار سنتا رہوں۔ بہر حال دعاء کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں: یا تو بعینہ دعا قبول کر لی جاتی ہے یا اگر وہ دعا بندہ کے لئے مفید نہیں ہوتی تو اس کے معاوضہ میں کوئی دنیوی آفت دور کردی جاتی ہے۔ یا اس کو آخرت میں اس کی دعاء کے معاوضہ میں اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ یہ مضمون تفسیرات احمدیہ سے ماخوذ ہے۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مقبول دعاء کو اپنی امت کے لئے محفوظ رکھی ہے

1/3166 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (سنت الٰہی ہے کہ) ہر نبی کو (اس کی امت کی بھلائی یا مخالفین کی بربادی کے لئے) ایک دعاء کا حق دیا گیا ہے۔جس کو اللہ تعالی نے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور ہر نبی نے دنیا ہی میں اپنی اس دعاء کے کرنے میں جلدی کی (اور ہر نبی کی دعاء قبول ہوتی رہی۔جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت صالح علیہما السلام نے اپنی اپنی نافرمان امت کے لئے بددعاء کی تو ایک طوفان کے ذریعہ اور دوسری کو صیحۃ یعنی چیخ کے ذریعہ ہلاک کردیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ) میں نے اس مقبول دعاء کے حق کو قیامت میں اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپائے (محفوظ) رکھا ہے ان شاء اللہ میری یہ شفاعت میرے ہر امتی کو نصیب ہوگی۔ جو ایمان پر اس حالت میں وفات پائے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری نے مختصر الفاظ میں اس کی روایت کی ہے۔

ف: واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے امت کی بخشش کی دعاء جب کہ وہ ایمان پر وفات پائیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر بڑی شفقت تھی کہ اپنی مقبول اور خاص دعاء کو آپ نے اپنی امت کی شفاعت کے لئے اٹھا رکھی اور مخالفین کی بربادی کے لئے استعمال نہیں فرمائی۔قربان اس نبی رحیم وکریم پر۔12

اگر کسی مومن کو اپنی طرف سے ایذا رسانی ہوئی ہو تو اس کے حق میں دعائے خیر کر دینی چاہئے

2/3167 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اے اللہ آپ سے میری ایک درخواست ہے کہ (آپ کی شان کریمی سے مجھے امید ہے کہ آپ اس بارے میں مجھے ہرگز ہرگز نا امید نہیں کریں گے یعنی میری درخواست کو ضرور قبول فرمائیں گے) کہ میں تو ایک بشر ہوں (اور بہ تقاضائے بشریت) اگر مجھ سے کسی مومن کو کوئی تکلیف پہونچی ہو۔ کہ میں نے اس کو برا کہا ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو اسی مومن کے حق میں رحمت (اور گناہوں سے) پاکی کا سبب اور قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنا دیجئے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ صدر کی حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے اپنے بھائی کے لئے بد دعاء کی ہو تو وہ اس کے لئے نیک دعاء کر دے تا کہ اس بد دعا کی تلافی ہو جائے۔12

دعاء میں پختہ ارادہ ہو تو یقین رکھتے ہوئے اپنے مقاصد کو طلب کرنا چاہئے

3/3168 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی دعاء کرے تو اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بخش دیجئے! اگر آپ چاہیں تو مجھ پر رحم فرمائیے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے روزی دیجئے ۔چونکہ یہ شک کے کلمات ہیں اس لئے ان الفاظ سے دعاء نہ کرے بلکہ عزم بالجزم یعنی پختہ ارادہ کے ساتھ (اللہ تعالی سے اپنے مقاصد کو) طلب کرے (اور ان کی قبولیت پر یقین رکھے) اس لئے کہ اللہ تعالی جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اور ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں (وہ جو کرتے ہیں اپنی خوشی اور

مرضی سے ہی کرتے ہیں۔ دعاء کرتے وقت شک کے الفاظ کو استعمال کرنا بے پرواہی کو ظاہر کرتا ہے۔ غلام کو تو یہ چاہئے کہ اپنے آقا سے گڑگڑا کر مانگے۔اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔12

ایضاً دوسری حدیث

4/3169۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی دعاء کرے تو اس طرح نہ کہے کہ: ائے اللہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بخش دیجئے بلکہ یقین کے ساتھ دعاء کرے اور پوری رغبت اور زاری کے ساتھ دعاء کرے اس لئے کہ اللہ تعالی کے لئے کسی چیز کا دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے جبکہ وہ دینا چاہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

5/3170۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اپنی دعاء کی مقبولیت کا یقین رکھ کر اللہ تعالی سے دعاء کرتے رہو (اللہ تعالی تمہاری دعاء ضرور قبول فرمائیں گے) اور جان لو کہ اللہ تعالی ایسی دعاء کو قبول نہیں فرماتے ہیں جو (بغیر اخلاص) کے غفلت والے دل اور بے پروائی کے ساتھ کی جائے (کہ جس میں دلجمعی نہ ہو)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھا ہے: افضل یہ ہے کہ دعاء کو رقت اور دلجمعی کے ساتھ کرے اگر دل جمعی نہ بھی ہو تو بھی افضل یہ ہے کہ دعاء کرنے کو ترک نہ کرے بلکہ دعاء کرتا رہے۔ اھ۔ مرقات میں لکھا ہے کہ دعاء کے لئے ان اوقات اور ان مقامات کو تلاش کرنا چاہئے جن میں مقبولیت دعا کے مواقع مہیا رہتے ہیں۔12

دعاء کی قبولیت میں جلد بازی نہیں کرنا چاہئے

6/3171۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: بندہ کی دعاء ہمیشہ قبول کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی گناہ کے یا رشتہ توڑنے کی دعاء نہ کرے (مثلاً یوں کہے کہ اے اللہ میرے اور میرے باپ میں جدائی ڈال دے) اور دعاء کے قبول کرنے میں جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعاء میں جلد بازی کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (دعاء میں جلد بازی یہ ہے کہ دعاء کرنے والا) یہ کہے کہ میں نے بار بار دعاء کی مگر قبول نہیں ہوئی اور مایوس ہو کر بیٹھ جائے اور دعاء کرنا چھوڑ دے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

کسی کے لئے بددعاء نہ کرو

7/3172۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: بددعاء نہ کیا کرو نہ اپنی جانوں کے لئے نہ اپنی اولاد کے لئے اور نہ اپنے اموال کے لئے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تمہاری یہ بددعاء ایسے وقت میں ہو جائے کہ جس میں اللہ تعالی اپنے بندوں کی دعاء قبول کرتے ہیں (اگر تمہاری بددعاء اس وقت واقع ہو تو) یہ بھی قبول کر لی جائے گی۔ (اس سے معلوم ہوا کہ بعض نادان غصہ اور مصیبت کے وقت جو بددعاء کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سے خود ان کو پریشانی لاحق ہوتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دعاء کرنا عبادت ہے

8/3173۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دعاء ہی اصل عبادت ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ”وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ“ (سورۂ مومن، آیت نمبر: 60) (تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا)۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاء مامور بہ ہے یعنی اللہ تعالی نے بندوں کو دعاء کرنے کا حکم دیا ہے اور جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے اس کا بجا لانا عبادت ہے لہذا دعاء عبادت ٹھہری۔ مرقات 12

دعاء عبادت کا مغز ہے

9/3174 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: دعاء عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے (اس لئے کہ عبادت کی حقیقت اللہ تعالی کے آگے ذلت اور زاری کا اظہار ہے اور یہ دعاء میں بدرجہ اتم حاصل ہے اسی لئے دعاء کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے)۔اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

10/3175 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اذکار میں) اللہ تعالی کے پاس دعاء سے بڑھ کر کوئی چیز افضل نہیں ہے۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

دعاء سے قضاء بھی بدل جاتی ہے

11/3176 ۔سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (قضاء معلق) کو کوئی چیز بجز دعاء کے نہیں بدل سکتی اور بجز نیکی کے عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

12/3177 ۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دعاء ایسی بلاء

(کے دفع کرنے) میں نفع بخش ہے جو نازل ہوئی ہو اور ایسی مصیبت کے (دفع کرنے میں بھی) فائدہ مند ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہو۔ پس اے اللہ کے بندو! دعاء کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

13/3178 ۔ اور امام احمد نے اس کی روایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

قضاء کی قسمیں

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ قضاء کی دو قسمیں ہیں: ایک معلق اور دوسرے محکم۔ قضاء معلق یہ ہے کہ کسی چیز سے مشروط ہوتی ہے مثلاً لوح محفوظ میں اسی طرح لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر فلاں شخص حج نہ کرے یا جہاد نہ کرے تو اس کی عمر چالیس برس ہوگی۔ اور اگر حج یا جہاد کرے تو اس کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ تو ایسی قضاء تو دعاء سے بدل جاتی ہے اور مصیبت ٹل جاتی ہے قضاء کی دوسری قسم قضائے مبرم ہے اور یہ ایسی قضاء ہے جو بدلتی نہ ہو لیکن دعا سے صبر اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور مصیبت گراں نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ مصیبت اور بلاء میں ایسی لذت حاصل کرتے ہیں جیسے اہل دنیا نعمتوں سے لطف حاصل کرتے ہیں علاوہ ازیں انسان کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ کون سی قضاء معلق ہے اور کون سی مبرم اس لئے اس کو ہر حالت میں دعاء کرتے رہنا چاہئے۔ 12

اگر کسی کی دعاء قبول نہ ہو تو اس کے بدلہ میں کوئی بلاء دور کردی جاتی ہے

14/3179 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب کوئی بندہ دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو وہ چیز دے دیتے ہیں جس کو وہ مانگتا ہے (اگر وہ اس کے مقدر میں ہے یا اس میں اس کی بھلائی ہے) یا پھر وہ چیز اس کے مقدر میں نہیں ہے یا اس میں اس کی بھلائی نہیں ہے) تو اللہ تعالی اس کے بدلہ میں اس سے اس کے کسی ایسے رنج یا بلاء کو دور کردیتے ہیں (جس سے اس کو اتنی ہی اور خوشی حاصل ہوجاتی ہے جو اس کے دعاء کے قبول ہونے پر حاصل ہوسکتی تھی) بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا رشتہ توڑنے کی دعاء نہ کرے۔ اس کی روایت

ترمذی نے کی ہے۔

دعاء کرنے والا ہر حیثیت سے بامراد رہتا ہے

15/3180 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب کوئی مسلمان کوئی دعاء کرے اور اس دعاء میں کسی گناہ یا رشتہ توڑنے کی طلب نہ ہوتو اللہ تعالی اس دعاء کے بدلہ میں ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز عطا کردیتے ہیں:

(1) یا تو اس کی دعاء قبول فرما کر اسی دنیا میں اس کے مقصد کی تکمیل فرمادیتے ہیں۔

(2) یا اس کے بدلے میں اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ بنادیتے ہیں۔ (جو آخرت میں اس کے کام آئے گا)۔

(3) یا پھر اس کے بدلہ میں اس کے کسی ایسے رنج یا بلا کو دور کردیتے ہیں۔ (جس سے اس کو اتنی ہی راحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جو اس کی دعاء قبول ہونے پر ہوسکتی تھی۔

(یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب دعاء سے اتنے بڑے فوائد ہیں اور دعا کرنے والا ہر حیثیت میں بامراد رہتا ہے تو ہم کثرت سے دعاء کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم (جتنی دعائیں کروگے) اللہ تعالی کو اس سے زیادہ دینے والا پاؤ گے (اس لئے کہ اللہ تعالی کے خزانے ختم نہیں ہوتے اور اس کی دَین کا کوئی ٹھکانہ نہیں! اور تم زیادہ سے زیادہ مانگ کر اللہ تعالی کو عاجز نہیں کرسکتے)۔اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

مصیبت کے دفع ہونے کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے

16/3181 ۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اللہ تعالی سے اس کے فضل کو مانگو (اس لئے کہ وہ بڑے کریم منعم وہاب

اورغنی ہیں) اوراللہ تعالی اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان سے مانگا جائے اور بہترین عبادت یہ ہے کہ (بلاء اور مصیبت کی غیروں سے شکایت کئے بغیر اللہ تعالی سے) بلاء کے دفع ہونے کا انتظار کیا جائے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ترک دعاء کی وعید

17/3182۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوشخص اللہ تعالی سے سوال اور دعاءنہیں کرتا اللہ تعالی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں (اس لئے کہ سوال اور دعاء کا چھوڑ دینا تکبراوراستغناء ہے جو بندگی کے منافی ہے)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

عافیت کا سوال اللہ تعالی کوسب سے زیادہ پسند ہے

18/3183۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ:تم میں سے جس کے لئے دعاء کا دروازہ کھل جائے (یعنی اس کو دعاء کی توفیق ملے) تو گویا اس کے لئے رحمت کے کئی دروازے کھل جاتے ہیں۔(کہ کبھی تو یعنی اس کا مقصد دنیا ہی میں پورا ہوجاتا ہے یا اس کے بدلہ میں دنیا کی کوئی مصیبت دفع ہوجاتی ہے یا پھر اس کے لئے دعاء ذخیرۂ آخرت بنادی جاتی ہے) اور عافیت (یعنی ایمان کی سلامتی اور دنیا کی بھلائی) کا مانگنا اللہ تعالی کے پاس تمام سوالوں سے زیادہ پسند ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

خوش حالی کے وقت بھی کثرت سے دعاء کرتے رہنا چاہئے

19/3184۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ:جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ مصیبتوں کے وقت اللہ تعالی اس کی دعاء قبول

فرمائے تو اس کو چاہیئے کہ فراخی اور خوش حالی میں کثرت سے دعاء کیا کرے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دعاء کرنے کا مسنون طریقہ

20/3185۔ مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب تم اللہ تعالی سے سوال اور دعاء کرو تو اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء کیا کرو اس طرح کہ ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف رہے اور ہاتھوں کو الٹے رکھ کر دعاء مت مانگو (اس طرح کہ ہاتھوں کی پیٹھ آسمان کی طرف ہو جائے)۔

21/3186۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی سے (ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف رکھ کر) ہاتھوں کو پھیلا ہوا رکھ کر دعاء کیا کرو اور (ہتھیلیوں کی پیٹھ آسمان کی طرف رکھ کر) دعاء نہ کیا کرو اور دعاء سے فارغ ہو کر ہتھیلیوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دعاء کی قسمیں

ف: فتاویٰ عالمگیریہ میں ''مجموع الفتاویٰ'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دعاء کی چار قسمیں ہیں:

(1) دعائے رغبت (2) دعائے رہبت (3) دعائے تضرع (4) دعائے خفیہ۔

(1) ''دعائے رغبت'': بندہ کے اپنے حصول مقاصد کے لئے عموماً جو دعا کی جاتی ہے اس کو ''دعائے رغبت' کہتے ہیں۔

اس دعاء کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعاء کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف کیا جائے جیسا کہ صدر کی حدیث میں مذکور ہے اور افضل یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو پھیلا کر اس طرح رکھیں کہ آپس میں مل نہ جائیں اور ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہے۔ اور

دونوں ہاتھ سینہ کے مقابل رہیں۔

(2)''دعائے رہبت'' یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی سے کسی شر اور بلاء سے دفع کرنے کے لئے استغاثہ کرے۔

اس دعاء کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح انسان دشمن سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھوں کی پیٹھ کو اپنے چہرہ کی طرف کرلیتا ہے اسی طرح دعاء کرنے والا بھی اپنی ہتھیلیوں کو الٹ کر ان کا رخ زمین کی طرف کرے اس طرح کہ ان کی پیٹھ آسمان کی طرف ہو۔

(3)''دعائے تضرع'': الحاح اور زاری کی دعاء ہے۔

اس دعاء کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعاء کرنے والا اپنے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعاء کرے، اس طرح کہ خنصر اور بنصر یعنی سیدھے ہاتھ کی آخری چھوٹی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی کو بند کرے، اور انگوٹھے اور تیسری انگلی سے حلقہ بنائے رکھے۔

(4)''دعائے خفیہ'': یہ وہ پوشیدہ دعاء ہے جس کو بندہ اپنے رب سے دل ہی دل میں کرلیتا ہے۔

اللہ تعالی سائل کو خالی ہاتھ لوٹانے سے شرماتا ہے

22/3187۔سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: تمہارا پروردگار بڑا حیاء اور کریم ہے یعنی بغیر مانگے دینے والا ہے وہ اپنے بندہ سے شرماتا ہے جبکہ اس کو خالی ہاتھ واپس کرے جب کہ بندہ (دعاء میں) اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف اٹھاتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی دعاء خالی نہیں جاتی یا تو دنیا میں قبول ہوجاتی ہے یا آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت ''دعوات کبیر'' میں کی ہے۔

استسقاء کے وقت دعاء میں ہاتھ کہاں تک اٹھانا چاہئے

23/3188۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

استسقاء (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا کرتے تھے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔

اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

24/3189۔سھل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے موقع پر) دعاء کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھا کر پھیلاتے تھے۔

اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تحقیق

ف: صدر کی دو حدیثوں میں جو بیہقی سے مروی ہیں ان میں سے ایک میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس قدر اونچا کرتے تھے کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔ اور دوسری حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے شانے کے برابر اٹھاتے تھے اور ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کے وقت ہاتھوں کو سینہ تک اٹھاتے تھے۔ اور اس سے زائد بلند نہیں فرماتے تھے۔

واضح ہو کہ دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کے بارے میں جو دو صورتیں حدیثوں میں وارد ہیں اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کے وقت ہاتھوں کو سینہ کے برابر اٹھاتے تھے دوسری صورت یعنی ہاتھوں کو شانے کے برابر اٹھانا یہ استسقاء اور مصائب کے وقت دعاء کے موقع پر ہوا کرتا تھا۔ اس طرح دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔

استسقاء اور تضرع کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کی کیفیت

25/3190۔عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا کہ (استسقاء کے موقع پر) (جبکہ عالمگیریہ میں مذکور ہے۔12) دعاء کرنے کا ادب یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے شانوں کے برابر ان کے قریب قریب اٹھاؤ۔ اور استغفار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم شہادت کی انگلی اوپر اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے استغفار کرو اور دعاء میں عاجزی (اور مبالغہ) کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ پھیلا کر دعاء مانگو۔

26/3191۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ آپ نے " ابتھـــــال "، یعنی تضرع اور زاری کی دعاء کرنے کا طریقہ یہ بتلایا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح پھیلایا کہ ہاتھوں کی پشت چہرے کی طرف تھی۔ (اور ہتھیلیاں نیچے کی طرف)۔

ف: واضح ہو کہ عالمگیریہ کے باب الاستسقاء میں لکھا ہے کہ دعاء کے وقت آسمان کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھانا بہتر ہے اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ اپنی شہادت کی انگلی سے بھی اشارہ کر دیا تو یہ بھی بہتر ہے اور لوگ بھی دعاء میں اپنے ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے ہیں اس لئے کہ دعاء میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر پھیلانا سنت ہے۔ جیسا کہ مضمرات میں مذکور ہے۔12

عام دعاؤں میں ہاتھوں کو سینہ کے مقابل رکھنا چاہیے

27/3192۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا دعاؤں میں عام طور پر ہاتھوں کا بہت اونچا کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاء کرتے وقت ہاتھوں کو سینہ سے زیادہ اونچا نہیں کرتے تھے (یعنی ہاتھوں کو سینہ کے مقابل رکھ کر دعاء کرتے تھے)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

دعاء کے بعد ہاتھوں کو منہ پر ملنا مسنون ہے

28/3193۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ دعاء

کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو اپنے چہرے پر ملے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

29/3194۔سائب بن یزید رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء کرتے (اور دعاء کے بعد) اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

دعاء سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنے کی حکمت

ف: صاحب مرقات رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعاء سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں کو چہرے پر اس لئے پھیرتے تھے کہ دعاء کرتے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہتی ہیں اور آسمان دعاؤں کا قبلہ ہے اور دعاء مانگتے وقت برکات سماویہ اور انوار الٰہیہ ہاتھوں پر نازل ہوتے ہیں اور دعاء سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنے سے اس کی برکت حاصل ہوجاتی ہے۔علامہ جزری رحمۃ اللہ نے ''حصن حصین'' میں آداب دعا میں یہ بھی لکھا ہے کہ دعاء کرتے وقت آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے اور یہ کہ دعاء سے فارغ ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لینا چاہئے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دعاء سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنے میں حکمت یہ ہے کہ دعاء کی قبولیت پر یقین کرتے ہوئے بہ طور نیک فالی' اللہ تعالی کے انعام و عطیہ کو قبول کرنے کا اظہار ہے۔

اور امام جزری نے اس حدیث کی سند ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔

اور حاکم نے بھی مستدرک میں بیان کی ہے۔یہ پورا مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔12

جامع دعائیں مانگنا چاہئے

30/3195۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی دعاؤں کو پسند فرماتے تھے جو جامع ہوں اور جو جامع نہ ہوں ان کو چھوڑ دیتے تھے (جامع دعائیں وہ ہیں جن کے الفاظ کم ہوں اور معنی زیادہ ہوں اور جو نیک مقاصد اور دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی پر مشتمل ہوں جیسے: ''ربنا آتنا'' الی آخر الآیۃ)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعائیں جامع نہ ہوتیں ان کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس بارے میں مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض حالات میں خصوصی دعائیں مانگنا بھی ثابت ہے۔12

غیاب میں دعاء کرنے کی فضیلت

31/3196۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: مسلمان کی دعاء اپنے مسلمان بھائی (کی بھلائی یا دفع شر کے لئے) اس کے غیاب میں دعاء کرنے والے کے سر کے پاس ایک فرشتہ (اللہ تعالی) کی جانب سے مقرر کیا جاتا ہے اور جب کبھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بھلائی کے لئے (غیاب میں) (دعائے خیر کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا جاتا ہے اور دعاء کرنے والے کے لئے کہتا ہے) کہ: تمہیں بھی یہی بھلائی نصیب ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ارشاد ہوا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے غیاب میں دعاء کرنا اللہ تعالی کو اس قدر پسند ہے کہ اللہ تعالی ایک فرشتہ کو مقرر کردیتے ہیں۔ جو دعاء کرنے والے کے لئے دعاء کرتا رہتا ہے۔12

ایضاً دوسری حدیث

32/3197۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہت جلد قبول ہونے والی دعاء وہ ہے جو ایک غائب دوسرے غائب

کے لئے کرے (اس لئے کہ اس میں خلوص ہوتا ہے)۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد نے کی ہے۔

پانچ قبول ہونے والی دعائیں

33/3198۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: پانچ دعائیں ایسی ہیں جو یقیناً قبول کی جاتی ہیں:

1۔ مظلوم کی دعاء جب تک کہ وہ ظالم سے انصاف نہ پالے۔

2۔ حاجی کی دعاء جب تک کہ وہ حج سے واپس نہ ہوجائے۔

3۔ مجاہد کی دعاء جب تک کہ وہ جہاد سے فارغ نہ ہوجائے۔

4۔ بیمار کی دعاء جب تک کہ وہ (بیماری سے) صحت یاب نہ ہوجائے (یا اس بیماری میں انتقال نہ کرجائے)۔

5۔ ایک مسلمان بھائی کی غائبانہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے (یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ان (پانچوں) دعاؤں میں جلد قبول ہونے والی دعاء وہ ہے جو ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے غائبانہ کرے۔

اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

تین قبول ہونے والی دعائیں

34/3199۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں یعنی وہ ضرور قبول ہوتی ہیں: ایک روزہ دار کی دعاء جب کہ وہ افطار کرتا ہے۔ دوسرے عدل کرنے والے حاکم کی دعاء۔ تیسرے مظلوم کی دعاء کہ اللہ تعالی اس کو ابر سے اوپر اٹھالیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول

دئے جاتے ہیں۔اور اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم (ائے مظلوم) میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ (اور تیرے حق کو ضائع نہ ہونے دوں گا) اگرچیکہ اس میں کچھ تاخیر ہوجائے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

35/3200۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تین دعائیں ایسی ہیں کہ جن کی قبولیت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے :ایک والد یا والدہ کی دعاء یا بدعاء اولاد کے لئے۔ دوسرے مسافر کی دعاء خود اپنے لئے یا غیر کے لئے) تیسرے مظلوم کی دعاء (ظالم کے حق میں یا اس شخص کے لئے جو اس کی مدد کرے)۔اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

صالحین سے دعاء کروانے کی ترغیب

36/3201۔امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ ائے میرے بھائی مجھے اپنی دعاء میں شامل رکھنا بھول نہ جانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حضور کا) یہ ارشاد (ایسا اعزاز ہے) کہ ساری دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر مجھے پسند ہے (اس کے بدلہ میں اگر مجھے ساری دنیا کی نعمتیں بھی مل جائیں تو مجھے اتنی مسرت نہ ہوتی جو اس سرفرازی سے مجھے حاصل ہوئی)۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف:اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین سے دعاء طلب کی جانی چاہئے۔اور دوسرے یہ

کہ دعاؤں میں اپنے اقارب اوراحباب کوبھی شریک کرنا چاہئے۔خصوصا ایسے مقامات متبرکہ میں جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔مرقات 12

ہر چیز کواللہ ہی سے مانگنا چاہئے

37/3202۔38/3203۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمائے ہیں کہ (جب تم سے کسی کوکوئی حاجت پیش آئے تو وہ) اپنی حاجت اللہ ہی سے طلب کرے (کیونکہ حقیقی حاجت روا' اللہ تعالی ہی ہے) یہاں تک کہ اگر اپنی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ ہی سے مانگے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

جب کسی کے لئے دعاء کریں تو اپنے سے شروع کریں

39/3204۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کو یاد فرماتے تو اوراس کے لئے دعاء کرنے کا ارادہ فرماتے تو دعاء میں پہلے اپنی ذات مبارک سے شروع فرماتے پھراس کے لیے دعاءفرماتے مثلاً ''**اللھم اغفرلی ولفلان**''۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

(1/101)

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَيْهِ

(یہ باب اللہ تعالی کے ذکر اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ''اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ عنکبوت، آیت نمبر:45) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے

وَقَوْلُهُ : '' اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ رعد، آیت نمبر:28، میں) خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

وَقَوْلُهُ : '' فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ''اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:152، میں) تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

ذکر کے اقسام اور اس کی فضیلت

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے جو کتاب الدعوات میں مذکور ہے کہ ذکر دل سے ہوتا ہے اور زبان سے بھی لیکن افضل یہ ہے کہ ذکر دل وزبان اور ہر دو سے ہو۔ اور اگر ذکر صرف ایک سے ہو تو صرف دل سے جو ذکر دل سے ہوگا وہ افضل ہوگا۔ یہ امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے اور امام نووی نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالی کے ذکر کی دو قسمیں ہیں: ایک ذکر قلب اور دوسرے ذکر لسان۔ ذکر قلب کی بھی دو قسمیں ہیں اور اس میں افضل ذکر قلبی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوا جل کی عظمت وجلال و جبروت کے بارے میں تفکر کیا جائے اور اللہ تعالی کے ارضی وسماوی نشانیوں میں غور وتدبر کیا جائے اور اسی کو ذکر خفی کہتے ہیں اور اسی حدیث شریف میں وارد ہے کہ '' خير الذكر الخفّي''.

ذکر قلبی کی دوسری قسم یہ ہے کہ اوامر ونواہی کے تذکرہ کے وقت اللہ تعالی کی یاد دل سے ہو ابویعلی (موصلی صاحب مسند) نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی کتاب (مسند) میں

ایک حدیث بیان کی ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ذکر خفی کی فضیلت جس کو حَــفَــظَۃُ یعنی انسان کی حفاظت کرنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے ہیں یہ ہے کہ قیامت کے دن ذکر جلی پر ستّر درجہ زائد ثواب ملے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالی ساری مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور فرشتے ان اعمال کو پیش فرمائیں گے جن کو انہوں نے لکھا ہے اللہ تعالی فرشتوں سے دریافت فرمائیں گے: کیا انکے حق میں کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی؟ فرشتے عرض کریں گے کہ: ہم نے ہراس چیز کو جس کو جانتے ہیں گن گن کر لکھا دیا ہے اور پیش کر دیا ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالی فرشتوں سے دریافت فرمائیں گے: ائے بندہ مؤمن تیرا ایک نیک عمل میرے پاس ہے جس کو تو نہیں جانتا ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور وہ نیک عمل ذکر خفی ہے جس کو تو نے دل میں کیا ہے اس حدیث کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ'' میں بیان کیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا میں فرمایا ہے کہ: اللہ تعالی کا ذکر ہر حال میں مستحسن ہے۔ 12

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کی فضیلت

1/3205 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم مکہ کے راستہ سے گذر رہے تھے۔ اور مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمران نامی پہاڑی پر سے جو مدینہ سے ایک رات کی مسافت پر ہے گذرے تو صحابے کرام سے) ارشاد فرمایا ہے۔ یہ تو جمراان کی پہاڑیاں آگئیں ہیں (مدینہ قریب ہی ہے ذرا تیز چلو مفردون سبقت لے گئے۔ یعنی وہ لوگ جو جماعت سے آگے مدینہ کی طرف قربت کی وجہ سے نکل گئے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ '' مُفردون '' کون ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مفردون وہ مرد ہیں جو اللہ کو بہت یاد کریں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کا فرق

2/3206 ۔ ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اس شخص کی مثال جو اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہے زندہ انسان کی ہے اور اس شخص کی مثال جو اللہ تعالی کا ذکر نہیں کرتا۔ مردہ انسان کی ہے (یعنی جس شخص کے دل میں خدا کی یاد ہوتی ہے۔ وہ بابرکت اور بارونق ہے۔ اور جس میں خدا کی یاد نہیں ہوتی وہ بے برکت اور ویران ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ کا ذکر کرنے والوں کی فضیلت اللہ کا ذکر نہ کرنے والوں پر

3/3207۔ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہونچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ''اللہ تعالی کا ذکر نہ کرنے والوں پر (غافلوں) میں اللہ تعالی کا ذکر کرنے والے شخص کی مثال اس مجاہد کی طرح ہے جو کفار سے تنہا جہاد کر رہا ہو (اور اس کے ساتھی دشمن کے خوف سے) بھاگ رہے ہوں۔

4/3208۔ ایک اور روایت میں یوں ہے: یا اللہ تعالی کی یاد سے غافل لوگوں میں اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا اس سرسبز درخت کی طرح ہے جو سوکھے درختوں کے درمیان ہو۔ یا غافل انسانوں میں اللہ تعالی کو یاد کرنے والا اس چراغ کے مانند ہے جو تاریک گھر میں ہو۔ اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ غافل انسانوں میں اللہ تعالی کی یاد کرنے والے شخص کو اللہ تعالی اس کی زندگی میں یعنی دنیا ہی میں جنت میں اس کے مقام کو دکھا دیتے ہیں اور غافل انسانوں میں اللہ کی یاد کرنے والے شخص کے گناہوں کو اللہ تعالی بخش دیتے ہیں۔ اگرچہ کہ اس کے گناہ انسانوں اور جانوروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

ذاکرین کا مرتبہ اور ان کی فضیلت

5/3209۔ ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں جہاں کہیں کوئی جماعت

بیٹھ کر اللہ تعالی کا ذکر کرتی ہے تو فرشتوں کی وہ جماعت (جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں گشت کرتی رہتی ہے) ان کو گھیر لیتی ہے اور اس جماعت کو اللہ کی رحمت ڈھانک لیتی ہے اور انوار الٰہی چھا جاتے ہیں۔ جس کی وجہہ سے ان پر اطمینان قلب نازل ہوتا ہے (اور حضور قلب بھی حاصل ہوتا ہے) اور اللہ تعالی ان ذکر کرنے والوں کا (بھلائی کے ساتھ) اپنے (ملائکہ مقربین اور انبیاء اور مرسلین کی ارواح کے) سامنے (بہ طور فخر) ذکر فرماتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

6/3210۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندۂ مومن کے گمان (اور خیال کے ساتھ ہوں کہ) وہ میری نسبت جیسا خیال کرتا ہے میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے معافی کا طالب ہے تو میں اس کو معاف کر دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ اور جب وہ (زبان یا دل سے) میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کو نفس میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر مسلمانوں کی جماعت میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں کہ جو ان سے بہتر ہے (چناچہ شرح عقائد نسفیہ کے حواشی میں لکھا ہے کہ خواص الملائکۃ متوسط درجہ کے بشر سے افضل ہیں)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا

7/3211۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی کی جانب سے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہے جو اللہ تعالی کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں پھرتی رہتی ہے (تاکہ ان سے ملیں۔ اور ان کے ذکر کو سنیں) جب وہ

ذاکرین کی جماعت کو سنتے ہیں تو وہ فرشتے اپنے ساتھیوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دوڑو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سن کر فرشتوں کی جماعت ذاکرین کے پاس جمع ہوجاتی ہے) اور اپنے پروں سے ان کو گھیر لیتی ہے اور ان کا یہ سلسلہ پہلے آسمان کو پہنچ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (جب یہ فرشتے اللہ تعالی کے حضور میں جاتے ہیں) تو اللہ تعالی باوجود اس کے فرشتوں سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہیں فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ مرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کی پاکی، بڑائی، تعریف اور عظمت کے ساتھ آپ کا ذکر کررہے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے، تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: آپ کی ذات کی قسم انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا؟ اللہ تعالی دریافت فرماتے ہیں کہ: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ یہ سن کر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ کی اور زیادہ عبادت کرتے۔ اور آپ کی اور زیادہ بزرگی اور پاکی بیان کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی پھر فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: وہ آپ سے جنت کے طلبگار ہیں۔ یہ سن کر اللہ تعالی ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: آپ کی ذات کی قسم انہوں نے جنت نہیں دیکھی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو ان میں جنت کی خواہش طلب اور رغبت زیادہ بڑھ جاتی۔ اللہ تعالی پھر فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ مجھ سے کس چیز کی پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ سے دوزخ کی پناہ چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالی ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا، انہوں نے دوزخ دیکھی ہے؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں

کہ آپ کی ذات کی قسم انہوں نے دوزخ نہیں دیکھی ہے، اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور خوف زدہ ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالی (فرشتوں کو مخاطب کرکے) فرماتے ہیں کہ میں تم کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ: میں نے ان کو بخش دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: (یہ سن کر) ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص بھی شامل ہے جو (ذکر کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ) وہ اپنے کسی کام کے لئے ان کے پاس آیا تھا اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ایسے کامل لوگ ہیں ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی بھی بخشش ہو جاتی ہے اور ذاکرین کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا ہے۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے 12۔

8/3212۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو زیادہ گشت کیا کرتی ہے اور ذکر کے مجالس کی تلاش میں رہتی ہے۔ اور جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پا لیتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو یہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساری فضاء جو اس مجلس اور آسمان کے درمیان ہے فرشتوں سے بھر جاتی ہے اور جب (ذکر کی مجلس برخواست ہوتی ہے) تو یہ فرشتے منتشر ہوکر (ساتویں) آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (فرشتوں کے بارگاہ رب العزت پہونچنے پر) اللہ تعالی ان سے دریافت فرماتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہیں۔ تم کہاں سے آرہے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ان بندوں کے پاس سے

آ رہے ہیں جو زمین پر آپ کی پاکی، بزرگی اور آپ کا کلمہ اور حمد بیان کرنے کے لئے جمع تھے اور آپ سے دست بہ دعا تھے اللہ تعالی فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ سے آپ کی جنت کا سوال کرتے ہیں، اللہ تعالی ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ائے پروردگار انہوں نے (آپ کی جنت کو) نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کیا خوب ہوتا اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: وہ آپ سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ائے خداوند انہوں نے (دوزخ کو) نہیں دیکھا، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ: کیا ہی بہتر ہوتا اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے۔ فرشتے پھر عرض کرتے ہیں: کہ ائے خداوند وہ آپ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ (تم گواہ رہو) کہ میں نے ان کی مغفرت کردی۔ اور جس چیز (یعنی جنت کو) انھوں نے مانگا میں نے وہ چیز انہیں بخش دی اور جس چیز (یعنی دوزخ) سے انہوں نے پناہ مانگی میں نے ان کو اس سے پناہ دیدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر فرشتے پھر اللہ تعالی سے عرض کرتے ہیں: ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو بڑا گنہ گار ہے اور ادھر سے گذر رہا تھا۔ اور اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی فرشتوں سے یہ سن کر فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو بھی بخش دیا کہ یہ ایسے سعادت مند لوگ ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی بد بخت اور محروم نہیں ہوتا۔

ف: واضح ہو کہ بخاری اور مسلم کی مذکور الصدر حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: منجملہ فوائد کے ایک فائدہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی کے لئے مجالس کا قائم کرنا بڑی اہمیت اور فضیلت کا باعث ہے دوسرے یہ کہ بنی آدم کا کئی موانعات کے باوجود عالم ناسوت میں رہ کر اللہ تعالی کو دیکھے بغیر

اس کی تسبیح اور تقدیس بیان کرنا ملائکہ کی تسبیح اور تقدیس سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتوں کو مشاہدہ حق کے سوا وہ موانعات بھی نہیں ہیں جو انسانوں کو حاصل ہوئے ہیں۔

تیسرے یہ کہ جنت کا سوال کرنا مذموم نہیں البتہ یہ مذموم ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت صرف جنت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے کی جائے اس لئے کہ اللہ تعالی کی عبادت فی نفسہ مطلوب ہے۔ اور اس کی عبادت میں کسی غرض کو وابستہ نہیں کرنا چاہئے۔

اس حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فرشتے ذکر الٰہی کی مجالس کی تلاش میں گشت کرتے رہتے ہیں۔اس سے علماء نے صوفیاء کرام کی سیاحت کا جواز ثابت کیا ہے۔

آخر میں حدیث میں ارشاد ہے کہ ذاکرین کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں ہوتا۔اس میں اس بات کی ترغیب ہے کہ نیک اور صالحین کی صحبت اختیار کرنا چاہئے تاکہ ان کی صحبت سے فیوض اور برکات حاصل ہوں۔اور یہ فوائد مرقات سے ماخوذ ہیں۔12

ذاکر کو معیت الٰہی حاصل ہوتی ہے

9/3213۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ میں اپنی رحمت توفیق اور امداد کے ذریعہ اپنے بندہ مومن کے ساتھ رہتا ہوں جب کہ وہ میرا ذکر (دل یا زبان) سے کرتا ہے اور میرے ذکر میں اس کے ہونٹ ہلتے ہوں (یعنی حضور قلب کے ساتھ میرا ذکر زبان سے کرتا ہو)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ذکر کے حلقے قائم کرنا مستحب ہے

10/3214۔ اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جب تم ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب میوہ خوری کیا کرو۔صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ریاض الجنۃ کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ

ریاض الجنۃ ذکر کے حلقے ہیں جہاں مسلمان دنیا میں اللہ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ذکر کے حلقوں کو ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغ فرمایا گیا ہے اس لئے کہ آدمی ان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتا ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: جس طرح اللہ تعالی کا ذکر کرنا مستحب ہے اسی طرح ذکر کے لئے حلقے بنا کر بیٹھنا بھی مستحب ہے۔مرقات۔12

حلقے بنا کر ذکر کرنے والوں پر اللہ تعالی فخر کرتے ہیں

11/3215۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (کہ ایک روز) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مسجد پر پہونچے تو دیکھا کہ کچھ لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہیں (اور ذکر الٰہی میں مشغول ہیں) تو حضرت معاویہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے یہاں جمع کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ: ہم اللہ تعالی کے ذکر کے لئے جمع ہوئے ہیں اس پر حضرت معاویہ نے ان لوگوں کو قسم دے کر پوچھا یہاں بیٹھنے سے تمہاری غرض اللہ کے ذکر کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم کو اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور چیز نے یہاں نہیں بٹھایا ہے۔حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں نے تم کو یہ قسم کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں دی ہے۔بلکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں تم کو یہ قسم دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا راستہ جس قدر قریبی ہے اور کسی کا نہیں (کیونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبتی برادر ہیں) اس کے باوجود میں احتیاطاً صحابہ میں سب سے کم حدیثیں بیان کیا ہوں (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک حلقہ میں تشریف لائے۔اور دریافت کیا کہ تم کو یہاں کس چیز نے بیٹھایا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کی حمد بیان کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی۔اور مسلمان بنا کر ہم پر احسان کیا اس پر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ: صرف اللہ کے ذکر ہی نے تم کو یہاں جمع کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: (جی ہاں حضور) اللہ کی قسم یہاں اسی لئے بیٹھے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو کسی بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں دلائی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالی تمہارے اس طرح (حلقے بنا کر) ذکر کرنے سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے (کہ میرے ان بندوں کو دیکھو کہ خواہشات نفس اور شیطان کے غلبہ کے باوجود یہ میرے ذکر میں مشغول ہیں)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا چاہئے

12/3216۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ارشاد فرمائے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھے اور اس جگہ اللہ کو یاد نہ کرے تو اس کا وہاں اس طرح بیٹھنا اللہ تعالی کی طرف سے اس پر وبال ہوگا۔ اور جو شخص اپنی خواب گاہ میں لیٹے اور وہاں بھی اللہ کو یاد نہ کرے تو اللہ تعالی کی طرف سے اس پر وبال ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں خواب ہو یا بیداری۔ نشست ہو یا برخواست۔ اللہ کا ذکر اور اس کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔ خصوصاً جب رات میں سونے کے لئے لیٹے تو ذکر کرتے ہوئے سو جائے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اللہ کی یاد سے غفلت

13/3217۔ ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب لوگ کسی ایسی مجلس سے اٹھیں جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوا ہو تو ان کا اس طرح (غافل) اٹھنا ایسا ہے گویا کہ انھوں نے مردار گدھے کا گوشت کھا کر اٹھا ہے اور قیامت

کے دن ان کے اس طرح خدا کی یاد سے غافل ہوکر (اٹھنا) ان کے لیے حسرت ہوگی۔اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔12

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مجلسوں میں خدا کی یاد سے غافل اٹھنے کو گدھے کا گوشت کھا کر اٹھنا اس لئے ارشاد فرمایا گیا کہ گدھا سارے حیوانات میں کم تر حیوان ہے اور اس کی بے وقوفی ضرب المثل ہے اور گدھے کا لگاؤ شیطان سے ہوتا ہے اور یہ رحمان سے دور کرنے والا ہے اس لئے اس کی آواز پر اَعُوْ ذُ پڑھنے کا حکم ہے۔مرقات 12

ذکر اور درود سے غفلت کی وعید

14/3218۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کو یاد نہ کریں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجیں تو یہ مجلس ان کی حق میں وبال ہوگی اللہ تعالی چاہیں تو (ان کو ذکر اور درود سے غفلت کی پاداش میں) عذاب دیں یا پھر (اپنے فضل اور کرم سے ایمان کے بدلہ ان کے اس قصور کو) معاف فرمادیں۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

انسان کی ہر بات اس کے اوپر وبال ہے

15/3219۔ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ:انسان کی ہر بات اس کے اوپر وبال ہے اس کو نفع دینے والی نہیں ہے سوائے اس بات کے جس میں کسی نیکی کی ہدایت یا کسی برائی سے روکا گیا ہے۔یا جس میں اللہ کا ذکر ہو۔(جیسے تلاوت،درود،تسبیح یا ماں باپ کے لئے دعاء وغیرہ)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

زیادہ باتیں کرنے سے دل سخت ہوجاتا ہے

16/3220۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ: اللہ کی یاد کے بغیر کثرت سے کلام نہ کیا کرو۔اس لئے کہ بغیر ذکر الٰہی کے کثرت کلام دل کی سختی کا سبب ہوجاتا ہے۔اور سخت دل والے لوگ اللہ (کی رحمت اور نظر عنایت) سے دور ہوجاتے ہیں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ دل کی سختی کی علامت یہ ہے کہ انسان حق بات سننے سے اعراض کرے اورلوگوں سے میل جول زیادہ رکھے اوراس میں خوف خدااورخشوع اورگریہ بھی نہ ہو اورآخرت کی یاد سے غافل ہوجائے ۔اورصاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کا ذکر قبول نہیں ہوتا ہے۔12

ذکر خفی کی فضیلت ذکر جلی سے 70 درجہ زائد ہے

17/3221۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ: ذکر خفی کی فضیلت جس کو نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے (ذکر جلی) پر 70 درجہ زائد ہے۔ جب قیامت ہوگی اور اللہ تعالی مخلوق کوحساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔اور یہ فرشتے ان اعمال کوپیش کرینگے جن کوانہوں نے لکھا اورمحفوظ رکھا ہےتو اللہ تعالی ان سے فرمائیں گے کہ: کیاان ذکر خفی کرنے والوں کی کوئی اور نیکی (لکھنے سے) رہ گئی ہے؟ توفرشتے عرض کریں گے کہ: ہم کو جہاں تک معلوم تھا ہم نے سب کچھ لکھ دیا اوراس کی حفاظت کی ہے یہ سن کراللہ تعالی ذکر خفی کرنے والوں سے مخاطب ہوکرفرمائیں گے کہ تیری ایک نیکی میرے پاس محفوظ ہے۔(جس کے مرتبہ) کوتو نہیں جانتا اوراس کی جزاء میں خود تجھے دوں گا اور وہ نیکی تیراذکر خفی ہے۔جس کو دنیا میں کرتا تھا۔اس کی روایت ابویعلی نے کی ہے اورعلامہ

سیوطی نے اس کو بدورسافرہ احوال وآخرت کے بیان میں لکھا ہے۔

رجوع الی اللہ سے قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے

18/3222۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ: جوشخص (خالصۃً میرے لئے) کوئی ایک نیکی کرے تو اس کو اس طرح کی دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا اور (اس کے عمل کو صدق اور اخلاص کے لحاظ سے سات سو گنا اور) اس سے زیادہ ثواب دوں گا۔اور جو کوئی ایک گناہ کرے تو اس کو اس کی سزا اس برائی کے برابر ہی دی جائے گی یا میں چاہوں تو (اپنے فضل سے) اس کو بخش دوں گا۔اور جو شخص (اطاعت کے ساتھ) مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔اور جو میری طرف آہستہ چل کر آتا ہے تو میں تیزی کے ساتھ چل کر اس کی طرف آتا ہوں اور جو کوئی زمین بھر گناہ لے کر مجھ سے ملتا ہے بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملتا ہوں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نوافل کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

19/3223۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے میرے کسی ولی کو ایذاء پہونچائی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور ایسے بندۂ مومن کے لئے جو میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہو۔ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ وہ میرے فرائض کی ادائی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرے۔اور میرا بندہ (فرائض کی تکمیل کے ساتھ) ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں) اور جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں

جس کے ذریعہ وہ سنتا ہے ۔اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ دیکھتا ہے ۔اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ چلتا ہے ۔اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں ۔اور میں جس کام کو کرنا چاہتا ہوں اس میں توقف اور تردد نہیں کرتا ۔سوائے اس کے کہ مجھے اس بندۂ مومن کی روح کو قبضہ کرنے میں تردد اور تامل ہوتا ہے جو ابھی موت کو برا سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ مجھے اس کی ناخوشی پسند نہیں (یہاں تک کہ میں اس کو آخرت کے انعامات بتلاتا ہوں تا کہ اس سے موت کا خوف نکل آئے اور آخرت کا شوق بڑھ جائے اس لئے کہ)موت سے کسی کو مفر نہیں ہے ۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے ۔

اولیاء اللہ کو ایذاء رسانی کی وعید

ف: اس حدیث شریف میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جو میرے کسی ولی کو ایذاء پہونچائے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ ائمۂ کرام کا ارشاد ہے کہ گناہوں میں صرف دو گناہ ایسے ہیں جس کے بارے میں ایسی سخت وعید وارد ہوئی ہے ایک تو سود خواری اور دوسرے اولیاء اللہ کو ایذاء پہونچانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں گناہ عظیم خطرہ میں انسان کو پہونچانے والے ہیں ۔اور وہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ یقینی ہو جاتا ہے ۔اس لئے کہ اللہ تعالی جس سے جنگ کریں تو پھر اس کو کون بچا سکتا ہے ۔12

عبادت پر مداومت کے بغیر قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا

اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور کی سماعت اور بصارت بن جاتا ہوں ۔الخ

اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ: یہاں اس مقام کا بیان ہے جس کو علم سلوک میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ کہتے ہیں کہ جب بندہ نفل پر مداومت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے دل اعضاء اور جوارح کا آنکھ کان ہاتھ پاؤں کا نگہبان ہو جاتا ہے کہ بندہ کو گناہوں سے بچاتا ہے ۔

بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسے مقبول بندہ کے آنکھ، کان اور ہاتھ پاؤں اللہ تعالی کی مرضی کے تابع ہوجاتے ہیں تو ایسے بلند مرتبہ اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ دوام نفل ہے اور قرب الٰہی بغیر عبادت کے حاصل نہیں ہوتا۔ تو انسان کو چاہئے کہ عبادت پر کمر باندھے۔ 12

دوام ذکر سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

20/3224۔ حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے دریافت فرمایا: ائے حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: کیا عرض کروں) حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ تو یہ سن کر حضرت صدیق نے تعجب سے فرمایا: حنظلہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو (تم جیسے مومن کامل کے لئے یہ کیسے ممکن ہے) اس پر میں نے عرض کیا کہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے ہیں اور حضور ہم کو نصیحت فرماتے ہیں اور دوزخ و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو اس وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ دونوں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں اور جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر بیوی، بچوں اور باغوں (وغیرہ کام کاج) میں مشغول ہوجاتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں (اور وہ استحضار اور دلجمعی باقی نہیں رہتی۔ یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پھر میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (عرض حال کے لئے) پہونچے اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کیوں کیا بات ہے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اور آپ دوزخ و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ جاتے ہیں اور بیوی بچوں اور کھیتی باڑی میں مشغول ہوجاتے

ہیں ۔تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں (اور وہ استحضار باقی نہیں رہتا ہے یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میرے پاس سے دور رہنے کی حالت میں بھی (اگر صفائی قلب ،خوف الٰہی ، واستغراق اور دلجمعی کے ساتھ) ذکر الٰہی پر مداومت کرتے رہوتو فرشتے تم سے تمہارے گھروں میں اور راستوں میں (یعنی تمہاری فرصت اور کاروبار کی جگہ تمہاری اس حالت کی عظمت میں ،تم سے ملاقات اور کاروبار کی جگہ، مصافحہ کیا کرتے ،اےئ حنظلہ (حضوری کے بعد غفلت کی حالت کو نفاق مت سمجھو یہ نفاق نہیں ہے) تمہارے لئے ایک وقت (حقوق اللہ کی ادائیگی کا ہے اور ایک وقت (اپنے ضروریات اور حقوق العباد اور اہل وعیال کی خدمت کا) ہے اور اس جملہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کے لئے تین بار فرمایا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

افضل اعمال ذکر الٰہی ہے

21/3225۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے ایک وقفہ کے بعد ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمھارے میں سب سے بہتر اور تمہارے پروردگار کے پاس سب سے پاکیزہ اور بلندی درجات کے لئے سب سے اعلی ہے اور وہ ایسا عمل بھی ہے جو سونے اور چاندی کی خیرات سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ تم (خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے جہاد کرو تم ان کو) قتل کرو اور وہ تمہیں شہید کریں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں ،ضرور ارشاد فرمایئے یارسول اللہ ہم ایسے عمل کو جاننے کے مشتاق ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (سنو) وہ اعلی ترین عمل اللہ تعالی کا ذکر کرنا ہے۔

اس کی روایت امام مالک ،امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

اورعبادات پر ذکرالٰہی کی فضیلت کا سبب

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کا ذکر افضل اعمال ہے اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ: اورعبادتیں جیسے سونے اور چاندی کی خیرات اور دشمنان اسلام سے جہاد ووغیرہ یہ اللہ تعالی کے ذرائع تقرب ہیں لیکن ذکر الٰہی بنفسہ مقصود اور مطلوب ہیں چناچہ اللہ تعالی نے ارشادفرمایا ہے:" فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ " (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:152)

اورحدیث قدسی میں یوں ارشاد ہے کہ " انا جليس من ذكرني "(میں اپنے ذاکر کا ہم نشیں ہوں۔ایک اورجگہ ارشاد ہے:" وانا معه اذا ذكرني " میں ذاکر کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرے۔اھ۔

شیوخ طریقت رحمہم اللہ نے ذکر کے جوطریقے بتائے ہیں ان کے مطابق ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔12

ان چیزوں کا بیان جوسونے اور چاندی کے جمع کرنے سے بہتر ہیں

22/3226۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:" وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ". (سورۂ توبہ، آیت نمبر:34) اور جولوگ سونا چاندی کو جمع کرتے ہیں اوراللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوۃ ادانہیں کرتے اور کسی کو قرض نہیں دیتے اور نہ حق داروں کا حق ادا کرتے ہیں۔تو آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔تو ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے (اس آیت کوسن کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ آیت سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے (جس سے ہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ ان کے حقوق کوادا کئے بغیر جمع کرنے کا کیا گناہ ہے کاش ہم کو یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ (سونے اور چاندی کے سوا) جمع

کرنے کے لئے کون سا مال سب سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر مال (جو تم کو نفع دے گا) وہ ذکر الٰہی کرنے والی زبان، شکر گزار دل اور ایمان دار بیوی ہے جو شوہر کو اس کے دین اور ایمان پر مدد کرتی ہو (یعنی اس کو نماز روزہ و دیگر عبادات کی یاد دہانی کرتی ہے۔ اور اس کو زنا اور حرام کاموں سے روکتی ہو)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ذکر اور ذاکر کی فضیلت

23/3227 ۔عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ کون سا آدمی سب سے بہتر ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی عمر دراز ہو اور اس کے اعمال بھی نیک ہوں (یہ سن کر اس اعرابی نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ) سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ: بہترین عمل یہ ہے کہ تم دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہو کہ تمہاری زبان اللہ کی یاد میں تر ہو۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

دوامِ ذکر کی فضیلت

24/3228 ۔عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کے احکام (یعنی فرائض اور نوافل تو مجھے معلوم ہو گئے ہیں اور سارے نوافل کا ادا کرنا اپنی کمزوری کی وجہ سے) مجھ پر گراں گزر رہا ہے تو آپ مجھے کوئی (ایسا مختصر اور جامع عمل) بتایئے جس کو میں (ہر حالت میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے) ادا کرسکوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ایسا جامع عمل یہ ہے کہ) تیری زبان اللہ کی یاد میں ہمیشہ تر

رہے۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

مجاہد ذاکر کی فضیلت

25/3229۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: اللہ تعالی کے پاس قیامت کے دن کون سا بندہ سب سے افضل اور ثواب پانے میں سب سے بلند مرتبہ والا ہوگا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں قیامت میں یہ درجہ پانے والے ہوں گے۔ پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ کیا (دوام ذکر کرنے والے کا درجہ) مجاہد فی سبیل اللہ (کے درجہ سے) بھی بڑھ کر ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں دوام ذکر کرنے والے کا درجہ ایسے مجاہد سے بھی بلند ہے جو کفار اور مشرکین سے لڑ رہا ہو۔ یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے۔ اور وہ لڑتے لڑتے خود شہید ہو جائے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

26/3230۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: ہر چیز کے لئے ایک صیقل ہے (جس سے اس کی صفائی ہوتی ہے) اور دلوں کی صیقل یعنی جلاء، اللہ کی یاد ہے۔ اور ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز انسان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ "کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی عذاب الٰہی سے انسان کو بچانے میں اتنا موثر نہیں ہے؟" تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں اگرچیکہ مجاہد اپنی تلوار سے لڑتے لڑتے خود شہید ہو جائے۔ اور اس کی تلوار ٹوٹ جائے۔

اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے

27/3231۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انسان کا کوئی عمل اس کو اللہ کے عذاب سے بچانے میں ذکر الٰہی سے بڑھ کر مؤثر نہیں۔

اس کی روایت امام مالک، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ذکر الٰہی سے شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے

28/3232۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: شیطان انسان کے دل سے چمٹا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب وہ ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے تو دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔اس کی روایت بخاری نے تعلیقاً کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی سے غفلت ہی شیطان کے وسوسہ کا سبب ہے نہ کہ شیطان کے وسوسہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ ذکر الٰہی پر مداومت کرے تا کہ وسوسوں سے محفوظ رہے۔یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

(10) کِتَابُ اَسۡمَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی

(اس کتاب میں اللہ تعالی کے ناموں کی فضیلتوں کا بیان ہے)

ف: واضح ہو کہ اللہ تعالی کے اسماء توقیفی ہیں یعنی اللہ تعالی کو ان ہی اسماء سے یاد کرنا اور پکارنا چاہئے۔ جن کی اجازت شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے۔ جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں وارد ہے اس لئے اپنی عقل اور سمجھ سے اللہ تعالی کا کوئی نام مقرر کر کے پکارنا جائز نہیں اور یہی اللہ تعالی کی شانِ عالی اور عظمت وجلال کا تقاضہ ہے مثلاً اللہ تعالی کو عالم کہنا چاہئے نہ کہ عاقل اسی طرح اللہ تعالی کو شافی کہنا چاہئے طبیب نہیں کہنا چاہئے۔

(ماخوذ از: اشعۃ اللمعات 12)۔

وَقَوۡلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ : ''لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ حشر، آیت نمبر: 24، میں) اللہ تعالی کے تمام نام اچھے ہیں۔

وَقَوۡلُہٗ تَعَالٰی :'' قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ، اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی '' اوراللہ کا ارشاد ہے: (سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر: 110، میں) اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ اللہ کو اللہ تعالی کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکاروں اس کے تمام نام اچھے ہیں۔

وَقَوۡلُہٗ جَلَّ شَاۡنُہٗ: ''وَلِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِھَا'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ اعراف، آیت نمبر: 180، میں) اوراللہ تعالی کے اچھے اچھے نام ہیں پس تم اس کو انہی ناموں کے ذریعہ پکارا کرو۔

اسماءِ حسنیٰ کو یاد کرنے کی فضیلت

1/3233 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی کے ننانوے(99) نام ہیں۔یعنی ایک کم سو۔ جوکوئی بندہ مومن ان ناموں کو یاد کرلے (اور اخلاص کے ساتھ ان کے الفاظ اور معانی کا خیال رکھتے ہوئے پڑھا کرے)تو (ان اسماء کی برکت سے وہلۂ اول میں عظمت کے ساتھ)جنت میں داخل ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالی یکتا ہیں (کہ ان کے مشابہ اور مماثل کوئی نہیں) اور وہ طاق عدد (یعنی ایک تین پانچ سات)کو پسند فرماتے ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف(1):واضح ہو کہ فتاویٰ عالم گیری میں خزانۃ الفتاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کے نام مبارک کی تعظیم کا تقاضہ ہے کہ جب بھی کوئی اللہ تعالی کا نام لے تو مستحب یہ ہے کہ صرف ''اللہ'' نہ کہے بلکہ نام مبارک کے ساتھ کوئی ایسی صفت لائے جس سے اللہ تعالی کی عظمت ظاہر ہوتی ہو جیسے اللہ کے بعد تعالی یا''عزوجل'' یا''جلاله ''وغیرہ بڑھا کر اس طرح سے نام لیا کرے:اللہ تعالی،الله عزوجل جلاله، الله جل جلاله چاہے کتنی بار اس نام مبارک کو سنے یا یہ نام لے اتنی ہی بار مذکورہ طریقہ پر ادا کرے۔12

ف(2):

اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کے ننانوے(99) نام ہیں اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کے نام بے شمار ہیں اس لئے کہ صفات الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالی کے ناموں میں ربّ، مولٰی،نصیر، محیط اور کافی وغیرہ مذکور ہیں۔اور حدیث شریف میں حنّان، منّان، الدائم اور الجمیل وغیرہ وارد ہیں تو مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہوا کہ اسمائے حسنیٰ انہیں نناوے(99) ناموں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ انہیں ننانوے ناموں کو یاد کرلینے کی فضیلت اور تاثیر یہ ہے کہ بہشت حاصل ہوجاتی ہے۔

ف(3):

واضح ہو کہ اللہ تعالی کے جتنے نام ہیں ان میں صرف ایک نام اللہ اسم علم یا اسم ذات ہے اور اس نام کے سوا جتنے نام ہیں وہ اسمائے صفات ہیں جو صفات الٰہی کے مظہر ہیں اور یہ جتنے اسمائے صفات ہیں ان سب کی نسبت اسم ذات یعنی اللہ کی طرف ہوتی ہے چنانچہ کہا جائے گا کہ: اللہ کریم ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ: کریم اللہ ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ''اللہ تعالی کے صفات اپنے میں پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے جو اسمائے صفات ہیں جیسے رحیم کریم وغیرہ تو ان صفات کا پرتو بندہ پر پڑتا ہے تو بندہ ان صفات کا حامل ہوجاتا ہے البتہ اسم اللہ ایک ایسا اسم ہے جو اللہ تعالی کی ذات عالی سے خاص ہے، اس اسم سے بندہ متخلق نہیں ہوسکتا، صرف تعلق اور نسبت قائم کرسکتا ہے، اس لئے اسم اللہ کے سوائے جتنے اسماء ہیں وہ تخلّق کے لئے ہے۔

(مرقات اور اشعۃ اللمعات)

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جب تم اللہ کہو تو تمہارے دل میں اللہ کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ (مرقات۔12)

جو اسمائے حسنٰی کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا

2/3234۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بیشک اللہ تعالی کے ننانوے (99) نام ہیں (جو کوئی ان کو یاد کرے گا اور اخلاص کے ساتھ پڑھتا رہے گا۔ وہ دہلاول میں شاندار طریقہ پر) جنت میں داخل ہوگا وہ ننانوے (99) نام یہ ہیں:

(1) اَللّٰهُ (جَلَّ جَلَالُهٗ) وہ ذات کہ جس کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(2) اَلرَّحْمٰنُ (جَلَّ جَلَالُهٗ) بڑا مہربان۔

(3) اَلرَّحِيْمُ (جَلَّ جَلَالُهٗ) بے حد رحم کرنے والا۔

(4)اَلْمَلِکُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بادشاہِ حقیقی۔

(5)اَلْقُدُّوْسُ(جَلَّ جَلالُہٗ) نہایت پاک۔

(6)اَلسَّلَامُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بے عیب اور سلامتی دینے والا۔

(7)اَلْمُؤْمِنُ(جَلَّ جَلالُہٗ) امان دینے والا۔

(8)اَلْمُهَيْمِنُ(جَلَّ جَلالُہٗ) نگہبان۔

(9)اَلْعَزِيْزُ(جَلَّ جَلالُہٗ) عزت وغلبہ والا۔

(10)اَلْجَبَّارُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بگڑی کا بنانے والا۔

(11)اَلْمُتَكَبِّرُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بڑائی اور تکبر کے لائق۔

(12)اَلْخَالِقُ(جَلَّ جَلالُہٗ) مخلوقات کو پیدا کرنے والا۔

(13)اَلْمُصَوِّرُ (جَلَّ جَلالُہٗ) شکل وصورت عطا کرنے والا۔

(14)اَلْغَفَّارُ(جَلَّ جَلالُہٗ) گناہوں کو بخشنے والا۔

(15)اَلْقَهَّارُ(جَلَّ جَلالُہٗ) غالب کہ جس کے جلال وغلبہ کے سامنے جن وانس سب عاجز ہیں۔

(16)اَلبَارِئُ(جَلَّ جَلالُہٗ) پروردگار۔

(17)اَلْوَهَّابُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بغیر بدلہ کے بہت بدلہ دینے والا۔

(18) اَلرَّزَّاقُ(جَلَّ جَلالُہٗ) رزق کا پیدا کرنے والا، رزق دینے والا۔

(19)اَلْفَتَّاحُ(جَلَّ جَلالُہٗ) رحمت اور نصرت کے دروازے کھولنے والا۔

(20)اَلْعَلِيْمُ(جَلَّ جَلالُہٗ) ظاہر وباطن کا جاننے والا۔

(21)اَلْقَابِضُ(جَلَّ جَلالُہٗ) روزی، دل اور روح کا بند کرنے والا۔

(22)اَلْبَاسِطُ(جَلَّ جَلالُہٗ) روزی، دل اور روح کا کھولنے والا ۔

(23)اَلْخَافِضُ(جَلَّ جَلالُہٗ) مغرور کافر اور متکبرین کو پست کرنے والا ۔

(24)اَلرَّافِعُ(جَلَّ جَلالُہٗ) مومنین اور محسنین کو بلند کرنے والا ۔

(25)اَلْمُعِزُّ(جَلَّ جَلالُہٗ) عزت کا دینے والا ۔

(26)اَلْمُذِلُّ(جَلَّ جَلالُہٗ) ذلت کا دینے والا ۔

(27)اَلسَّمِیْعُ(جَلَّ جَلالُہٗ) ہر چیز کا سننے والا ۔

(28)اَلْبَصِیْرُ(جَلَّ جَلالُہٗ) ہر چیز کا دیکھنے والا ۔

(29)اَلْحَکَمُ(جَلَّ جَلالُہٗ) حکم کرنے والا کہ جس کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کرسکتا ۔

(30)اَلْعَدْلُ(جَلَّ جَلالُہٗ) انصاف کرنے والا ۔

(31)اَللَّطِیْفُ(جَلَّ جَلالُہٗ) اپنے بندوں پر لطف و مہربانی کرنے والا اور باریک بین

(32)اَلْخَبِیْرُ (جَلَّ جَلالُہٗ) ہر چیز کی خبر رکھنے والا ۔

(33)اَلْحَلِیْمُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بردبار اور تحمل کرنے والا ۔

(34)اَلعَظِیْمُ(جَلَّ جَلالُہٗ) ایسی بڑائی اور عظمت والا جس کا کوئی ہمسر نہ ہو۔

(35)اَلْغَفُوْرُ(جَلَّ جَلالُہٗ) بہت بخشنے والا ۔

(36)اَلشَّکُوْرُ(جَلَّ جَلالُہٗ) تھوڑے عمل پر بہت ثواب دینے والا قدرداں

(37)اَلْعَلِیُّ(جَلَّ جَلالُہٗ) بلند و برتر۔

(38)اَلْکَبِیْرُ(جَلَّ جَلالُہٗ) سب سے بڑا کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ۔

(39)اَلْحَفِیْظُ(جَلَّ جَلالُہٗ) آفتوں سے محفوظ رکھنے والا ۔

(40)اَلْمُقِیْتُ(جَلَّ جَلالُہٗ) اجسام اور ارواح کو غذا دینے والا ۔

(41)اَلْحَسِیْبُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) قیامت کے روز بندوں کا حساب لینے والا۔

(42)اَلْجَلِیْلُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) عظمت وجلال والا۔

(43)اَلْکَرِیْمُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) بڑا سخی کہ جس کے دینے کی کوئی انتہا نہیں۔

(44)اَلرَّقِیْبُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ظاہر و باطن کی نگہبانی کرنے والا۔

(45)اَلْمُجِیْبُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) دعاؤں کو قبول کرنے والا۔

(46)اَلْوَاسِعُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) نعمتوں کا بڑھانے والا۔

(47)اَلْحَکِیْمُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) بڑی حکمتوں والا۔

(48)اَلْوَدُوْدُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) نیکیوں کا چاہنے والا۔

(49)اَلْمَجِیْدُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) اپنی ذات اور صفات میں بزرگی اور شرف والا۔

(50)اَلْبَاعِثُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) قیامت میں مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا۔

(51)اَلشَّھِیْدُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ہر چیز کو دیکھنے والا۔

(52)اَلْحَقُّ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ایسی ذات جو ثابت ہے اور جس کی ذات وصفات ہر شک وشبہ سے پاک ہے۔

(53)اَلْوَکِیْلُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) کارساز حقیقی۔

(54)اَلْقَوِیُّ (جَلَّ جَلَالُہٗ) کامل قوت اور طاقت والا ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہو۔

(55)اَلْمَتِیْنُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) وقار اور متانت والا۔

(56)اَلْوَلِیُّ (جَلَّ جَلَالُہٗ) مومنین کو دوست رکھنے والا۔

(57)اَلْحَمِیْدُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ہر قسم کی تعریف کا مستحق۔

(58)اَلْمُحْصِیْ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ہر چیز کا احاطہ کرنے والا کہ کوئی چیز اس کے علم اور

قدرت سے باہر نہیں۔

(59)اَلْمُبْدِئُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) عالم کو پہلی بار پیدا کرنے والا۔

(60)اَلْمُعِیْدُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) عالم کو دوبارہ پیدا کرنے والا۔

(61)اَلْمُحْیِیْ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) زندہ کرنے والا۔

(62)اَلْمُمِیْتُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) مارنے والا۔

(63)اَلْحَیُّ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) ازلی اور ابدی زندگی والا۔

(64)اَلْقَیُّوْمُ (جَلَّ جَلاَلُہٗ) اپنی ذات اور پات سے قائم رہ کر مخلوقات کو قائم رکھنے والا۔

(65)الْوَاجِدُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) ایسا غنی جو کسی چیز میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

(66)اَلْمَاجِدُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) صاحب عظمت ومجد۔

(67)اَلوَاحِدُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) ذات وصفات میں تنہا اور یگانہ۔

(68)اَلصَّمَدُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج۔

(69)اَلْقَادِرُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) کامل قدرت والا۔

(70)اَلْمُقْتَدِرُ (جَلَّ جَلاَلُہٗ) قدرت کو ظاہر کرنے والا۔

(71)اَلْمُقَدِّمُ (جَلَّ جَلاَلُہٗ) دوستوں کو آگے بڑھانے والا۔

(72)اَلْمُؤَخِّرُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) دشمنوں کو پیچھے کر ڈالنے والا۔

(73)اَلْاَوَّلُ (جَلَّ جَلاَلُہٗ) وہ ذات جو تمام موجودات میں سب سے پہلے ہے۔

(74)اَلآخِرُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) وہ ذات جو تمام موجود کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والی ہے۔

(75)اَلظَّاهِرُ(جَلَّ جَلاَلُہٗ) اپنے وجود کی نشانیوں سے آشکار۔

(76)اَلْبَاطِنُ (جَلَّ جَلالُہٗ) ایسا پوشیدہ کہ اس سے بڑھ کر کوئی قریب نہیں۔

(77)اَلْوَالِیُ (جَلَّ جَلالُہٗ) سارے کاموں کا بنانے والا۔

(78)اَلْمُتَعَالِیُ (جَلَّ جَلالُہٗ) اعلیٰ صفات والا۔

(79)اَلْبَرُّ (جَلَّ جَلالُہٗ) بہت احسان اور بھلائی کرنے والا۔

(80)اَلتَّوَّابُ (جَلَّ جَلالُہٗ) خوب توبہ قبول کرنے والا۔

(81)اَلْمُنْتَقِمُ (جَلَّ جَلالُہٗ) بدلہ لینے والا اور سرکشوں کو سزا دینے والا۔

(82)اَلْعَفُوُّ (جَلَّ جَلالُہٗ) درگذر کرنے والا۔

(83)اَلرَّؤُوفُ (جَلَّ جَلالُہٗ) نہایت مہربان۔

(84)مَالِکُ الْمُلْکِ (جَلَّ جَلالُہٗ) سارے جہاں کا مالک جو چاہے سو کرے

(85)ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (جَلَّ جَلالُہٗ) بزرگی اور بخشش والا۔

(86)اَلْمُقْسِطُ (جَلَّ جَلالُہٗ) عدل اور انصاف کرنے والا۔

(87)اَلْجَامِعُ (جَلَّ جَلالُہٗ) قیامت میں ساری مخلوقات کو جمع کرنے والا۔

(88)اَلْغَنِیُّ (جَلَّ جَلالُہٗ) سب سے بے نیاز۔

(89)اَلْمُغْنِیُ (جَلَّ جَلالُہٗ) اپنے بندوں میں جس کو چاہے بے نیاز بنا دینے والا

(90)اَلْمَانِعُ (جَلَّ جَلالُہٗ) بندوں کو نقصان اور ہلاکت سے بچانے والا

(91)اَلضَّارُّ (جَلَّ جَلالُہٗ) ضرر کی قدرت رکھنے والا۔

(92)اَلنَّافِعُ (جَلَّ جَلالُہٗ) فائدہ پہونچانے والا۔

(93)اَلنُّوْرُ (جَلَّ جَلالُہٗ) بذاتِ خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا۔

(94)اَلْهَادِیُ (جَلَّ جَلالُہٗ) ہدایت دینے والا۔

(95)اَلْبَدِیْعُ (جَلَّ جَلالُہٗ) نادر چیزوں کا پیدا کرنے والا۔

(96)اَلْبَاقِیْ (جَلَّ جَلالُہٗ) ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا۔

(97)اَلْوَارِثُ (جَلَّ جَلالُہٗ) فنائے عالم کے بعد باقی رہنے والا۔

(98)اَلرَّشِیْدُ (جَلَّ جَلالُہٗ) عالم کی رہنمائی کرنے والا۔

(99)اَلصَّبُوْرُ (جَلَّ جَلالُہٗ) ایسا بردبار جو عذاب دینے میں جلدی نہ کرے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے دعواتِ کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔

اسم اعظم کے ذریعہ دعاء قبول ہوتی ہے

3/3235۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو (ان الفاظ سے) دعا کرتے ہوئے سنا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَلْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

اے اللہ! میں آپ سے اس بات کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ یکتا ہیں، بے نیاز ہیں۔آپ نے کسی کو اولاد نہیں بنایا اور نہ آپ کسی سے پیدا ہوئے اور نہ کوئی آپ کے ہمسر ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس دعاء کو سن کر فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالی کے اسم اعظم کو وسیلہ بنا کر دعاء کی ہے اور جو کوئی اس نام کو وسیلہ بنا کر دعاء کرتا ہو تو دعاء قبول ہوتی ہے۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

4/3236۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء کے لئے مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں (میں نے اس طرح بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے دیکھ کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ ان صاحب کو ریاکار سمجھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ یہ پکّے مومن ہیں اور ان میں پوری طرح رجوعِ الی اللہ اور انابتِ الٰہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ بلند آواز سے اس طرح قرآن پڑھنے والے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قراءت کو نہایت توجہ سے سن رہے تھے۔ جب حضرت ابو موسیٰ تلاوت ختم کئے تو پھر بیٹھ کر دعاء کرنے لگے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُشْهِدُکَ أَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. اَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

اے اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ ہی ایسے معبود حقیقی ہیں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا اور بے نیاز ہیں نہ آپ نے کسی کو اولاد بنایا اور نہ آپ کسی سے پیدا ہوئے اور نہ کوئی آپ کا ہمسر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ دعاء سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اس اسم اعظم کو وسیلہ بنا کر دعاء مانگی ہے کہ جب کوئی اس نام کو وسیلہ بنا کر دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی دعاء کو قبول فرما لیتے ہیں اور جو مانگتا ہے اس کو دے دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں ان کے لئے جو خوش خبری آپ سے سنی ہے ان کو سنا دوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سنا دو۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری حضرت ابوموسیٰ کو سنا دی تو انہوں نے کہا کہ آج سے تم میرے بھائی ہو کہ تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی (جس میں قبولیتِ دعاء کی خوشخبری ہے)۔

اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

5/3237۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے (نماز ختم کرنے کے بعد) یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ ،لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ o یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْأَلُکَ o

اے اللہ! میں آپ سے اس بات کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر قسم کی تعریف آپ ہی کو سزاوار ہے اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ بڑے مہربان اور احسان کرنے والے ہیں آپ ہی نے بغیر نمونوں کے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔

(ان کی یہ دعا سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالی کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعاء مانگی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعاء مانگی جائے تو دعاء قبول ہوتی ہے اور جب کچھ مانگا جاتا ہے تو دے دیا جاتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ان آیتوں میں اسم اعظم ہے

6/3238۔اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: ''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ'' (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:163)

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود اور اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو نہایت مہربان اور رحم

کرنے والا ہے۔

اور سورہ آل عمران کی پہلی آیت: "الٓمّٓ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" الٓمّٓ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہمیشہ ہمیشہ رہنے اور ساری ساری مخلوقات کو قائم رکھنے والا ہے۔(سورۂ آل عمران، آیت نمبر:1)۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

اسم اعظم کی تحقیق

7/3239 ۔ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم کا لفظ **اللہ** ہی ہے اس کی روایت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور اس کو امام طحاوی نے مشکل الآثار میں بیان کیا ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم اعظم کے بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں کہ ان سب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی کا لفظ ان تمام روایتوں میں مشترک ہے لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسم اعظم لفظ **اللہ** ہی ہے۔تو معلوم ہوا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔اور عرف شذی میں ابن حاج کی شرح تحریر ابن ہمام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اسم اعظم صرف لفظ **اللہ** ہی ہے۔ بشرطیکہ تم اس کو خلوص دل کے ساتھ اس طرح کہو کہ تمہارا دل غیر اللہ سے پاک وصاف ہو۔

ایک مقبول دعاء

8/3240 ۔سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ذوالنون یعنی حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کہ جس کو انہوں نے اس وقت کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے یہ تھی: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ‘‘ .

اے اللہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ پاک اور بے عیب ہیں بے شک میں ہی گنہگاروں میں ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:اس دعاء سے جس کسی مسلمان نے کسی مقصد کے لئے اللہ تعالی کو پکارا تو اللہ تعالی اس کے ذریعہ سے اس کی دعا کو قبول فرمالیتے ہیں۔اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: حاشیہ مشکٰوۃ میں تمام احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کر کے حسب ذیل مرتب کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ اس دعا میں اسم اعظم ضرور ہوگا تو جو کوئی اس دعا کے وسیلہ سے اپنا مطلب اللہ تعالی سے مانگے امید ہے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

اول وآخر تین بار درود شریف بھی پڑھے مگر سائل کو چاہئے کہ دعاء کرتے وقت اس بات کی احتیاط رکھے کہ دعا میں غیر شرعی امور نہ مانگے اور نہ کسی کا نقصان چاہے اور نہ ایسی چیز طلب کرے جو بندوں سے مانگی جاتی ہے۔وہ دعاء یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .الٓمّٓ . اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ.عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ، ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ . ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ، اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّر ، سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ . ھُوَاللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ، یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ .وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ . قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ، بِیَدِکَ الْخَیْرُ ، اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ، وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ، وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی

كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنo

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ، يَا حَیُّ يَا قَيُّومُ . اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْاَحَبِّ اِلَيْكَ الَّذِیْ اِذَا دُعِيْتَ بِهٖ اَجَبْتَ ، وَ اِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَيْتَ ، وَ اِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهٖ رَحِمْتَ ، وَ اِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهٖ فَرَّجْتَ . اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ، وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَالَمْ اَعْلَمْ . يَا رَبِّ يَا رَبِّ. اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ . سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ ".

(1/102)

بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وِالتَّكْبِيرِ

(اس باب میں سُبحانَ اللّٰہ اوراَلْحَمْدُلِلّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہ اکبر پڑھنے کے ثواب کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :" وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ احزاب، آیت نمبر:42، میں) اے مسلمانو! تم صبح وشام یعنی ہمیشہ اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتے رہو۔

وَقَوْلُهٗ :" فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ"اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ نصر،آیت نمبر:3، میں)تم اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید بیان کرتے رہو۔

وَقَوْلُهٗ :"وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا" اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بنی اسرائیل،آیت نمبر:111، میں)اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ تعالی کی خوب بڑائیاں بیان کیجئے۔

ف:ان آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ اللہ تعالی کی تسبیح وتحمید،تہلیل وتکبیر بیان کرتے رہو یعنی سُبحانَ اللّٰہ اورالحمد للّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہ اکبر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم پڑھتے رہنا چاہئے۔جیسا کہ تفسیر خازن تفسیر مدارک اورتفسیر حسینی میں مذکور ہے۔12

یہ چار کلمے اللہ تعالی کو بے حد پسند ہیں

1/3241۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس ثواب میں چار کلمے جوقرآن میں موجود ہیں

افضل ہیں:سُبْحَانَ اللّٰہِ .وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہ اَکْبَر

2/3242۔اورایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین کلمے یہ چار ہیں:سُبْحَانَ اللّٰہِ . وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ .لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہ اکبر"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم جس کلمہ سے چاہو ابتداء کر سکتے ہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تسبیحات کے پڑھنے کا ثواب دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے

3/3243۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مجھے ان چار کلموں یعنی سبحان اللہ. والحمد لله. ولا اله الا الله. اور والله اكبر کا کہنا میرے پاس ان تمام چیزوں سے افضل ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے (یعنی ان کلمات کا پڑھنا دنیا و مافیہا کو خیرات کرنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تسبیحات جنت کے پودے ہیں

4/3244۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں: میں نے معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے (ساتویں آسمان پر) ملاقات کی تو آپ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت کو میرا سلام پہونچا دیجئے (اس حدیث کے پڑھنے اور سننے والے کو چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواباً سلام ان الفاظ میں کہے:وعلیکم السلام و رحمة الله وبركاتُهُ۔جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) اوران کو یہ خبر سنا دیجئے کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے (یعنی مشک اور زعفران سے بنی ہوئی ہے۔اوراس کا پانی نہایت شیریں ہے اور یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ چٹیل میدان ہے جو درختوں

سے خالی ہے)اور یہ بھی فرما دیجئے کہ سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر کا پڑھنا جنت میں پودے لگانا ہے (یعنی جو شخص ان کلمات کو پڑھے گا ان کے ثواب میں ایک ایک پودا اس کی جنت میں لگا دیا جائے گا۔ چونکہ یہ کلمے بہت مختصر ہیں اور ان کا پڑھنا بھی سہل ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ ہر وقت ان کو پڑھتا رہے)اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

تسبیحات پڑھنے والے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں

5/3245 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کسی درخت کے پاس سے گزر رہے تھے جس کے پتے خشک تھے آپ ﷺ نے عصا سے اس کی ٹہنیوں پر ضرب لگائی تو اس کے پتے گرنے لگے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الحمد لله. سبحان الله. لا اله الا الله اور الله اکبر کہنے سے بندہ کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں۔جس طرح اس درخت کے پتّے گر رہے ہیں۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

فرشتوں کی تسبیح کیا ہے

6/3246 ۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اذکار میں کون سا ذکر ثواب میں افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہی ذکر جس کو اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے اور وہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' کہنا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کی فضیلت

7/3247 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' پڑھتا ہے تو اس کے گناہ گرائے

جاتے ہیں اگر چہ وہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں۔

اس کی روایت بخاری، مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

8/3248۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھے تو قیامت کے دن اس شخص سے بڑھ کر افضل عمل والا کوئی نہیں البتہ وہ شخص جو اس کے مانند یا اس سے زائد پڑھتا رہا ہو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وہ دو کلمے جو اللہ تعالی کو بے حد محبوب ہیں

9/3249۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے (اور کہنے میں آسان ہیں) اور اعمال کی ترازو میں (ثواب کے لحاظ سے) بھاری ہیں۔اور رحمٰن کے پاس بے حد پیارے ہیں وہ یہ ہیں۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم** ٥ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا پڑھنے والا اللہ تعالی کے پاس بے حد محبوب ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تسبیح کے پڑھنے سے کھجور کا درخت جنت میں لگا دیا جاتا ہے

10/3250۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو کوئی **سُبحان اللہِ العظیم وبحمدہ** پڑھے تو اس (کے لئے ہر دفعہ تسبیح پڑھنے) پر جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ہر صبح فرشتہ نداء دیتا ہے کہ تسبیح کیا کرو

11/3251 ۔زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو ایک فرشتہ یہ نداء دیتا ہے (کہ ائے بندگان خدا) تم پر لازم ہے کہ اپنے پاک شہنشاہ کی پاکی اور بزرگی بیان کیا کرو (یعنی **سُبحان الملکِ القُدوس**. یا: **سُبوحٌ قُدوس رب المَلائکةِ والرُّوحِ** یا **سُبحَان اللّٰہ وَبحَمُدِہ**. یا: **سُبُحان اللّٰہ العَظِیم وبحَمُدِہ** یا: **سُبحَان اللّٰہ العظیم وَبحَمُدِہ** پڑھا کرو (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے 12)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایسے چار کلمے جو ہر ذکر پر بھاری ہیں

12/3252 ۔ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے صبح کے وقت نماز فجر کے لئے نکلے اور وہ اس وقت اپنے مصلّی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کے وقت یعنی چڑھے دن واپس تشریف لائے تو ام المومنین اس وقت بھی اپنے مصلّی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ: کیا تم اس وقت سے جبکہ میں تم کو چھوڑ کر باہر گیا ہوں اب تک اسی حالت پر (ذکر الٰہی میں) بیٹھی ہوئی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ: ہاں یا رسول اللہ (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے پاس سے جا کر (نماز فجر پڑھنے کے بعد) یہ چار کلمے تین مرتبہ پڑھے ہیں اگر ان کے ثواب کا مقابلہ تمہارے اس پورے وقت کے ذکر سے کیا جائے (جس میں تم اتنی دیر مشغول رہی ہو) تو ضرور ان چار کلمات کا ثواب (تمہارے سارے وقت کے ذکر کے ثواب سے) بڑھ جائے گا وہ چار کلمے یہ ہیں: **سُبُحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمُدِہٖ عَدَدَ خَلُقِہٖ وَرِضَاء**

نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

میں اللہ تعالی کی پاکی اور اس کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں اللہ تعالی کی مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کی مقدار کے برابر۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

روزانہ سبحان اللہ پڑھنے کی فضیلت

13/3253۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے (ہم سے مخاطب ہوکر) فرمایا کہ: کیا تم میں کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں نہیں کما سکتا؟ یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ: کس طرح ایک شخص ایک ہزار نیکیاں کما سکتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔(کیوں نہیں) کہ وہ سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه پڑھے تو اس کے (نامۂ اعمال) میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دئے جائیں گے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

14/3254۔اور حمیدی نے اپنی کتاب میں اس طرح روایت کیا ہے روزانہ سُبْحَانَ اللّٰه پڑھنے سے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ایک ہزار گناہ مٹا دئے جائیں گے۔

صبح اور شام سو مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنے کی فضیلت

15/3255۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے) روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو کوئی سو (100) بار صبح اور سو (100) بار شام سُبْحان اللّٰه پڑھے تو اس کو سو مرتبہ حج کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور جو شخص صبح سو (100) مرتبہ اور شام

سو(100) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھے تو اس کو اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو خدا کی راہ میں سو مجاہدین کو (جہاد فی سبیل اللہ) کے لئے گھوڑے مہیا کرے اور جو شخص صبح اور شام سو سو مرتبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے سو (100) غلاموں کو (جن کو ظلماً قیدی بنا لیا گیا ہو) آزاد کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو(100) مرتبہ شام اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھے تو کوئی شخص قیامت کے روز اس سے بڑھ کر ثواب کا حامل نہ ہوگا مگر وہ شخص جس نے یہ کلمے اتنی ہی بار پڑھے یا اس سے زائد پڑھے ہوں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

چوتھے کلمہ کے پڑھنے کی فضیلت

16/3256 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص ان کلمات لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ ،لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٌo کو دن میں سو(100) مرتبہ پڑھے تو اس کو سو(100) غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور (نامہ اعمال میں) ایک سو(100) نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اور اس دن (صبح سے) شام تک شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اور (قیامت کے دن) کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا۔ مگر جو شخص جو ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بہترین ذکر اور بہترین دعا

17/3257 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: سب سے افضل ذکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور بہترین دعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے۔

اس کی روایت ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی عظمت

18/3258 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے عرض کیا کہ: ائے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسا ذکر بتا دیجئے جس کے ذریعہ سے میں آپ کو یاد کروں یا دعاء کروں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ائے موسیٰ 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا کرو تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا: ائے میرے پروردگار! یہ تو سارے بندے پڑھا کرتے ہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ جو میرے لئے مخصوص ہو اس پر اللہ تعالی نے فرمایا (ائے موسیٰ تم پر اس کی اہمیت واضح نہیں ہے یہ وہ کلمہ ہے کہ) اگر ساتوں آسمان اور زمین اوران کی ساری آبادی میرے سوا ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کو رکھا جائے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا پلڑا ان کے مقابلہ میں بھاری ہوجائے گا اور جھک جائے گا۔

اس کی روایت بغوی نے شرح السُنّہ میں کی ہے۔

ف: حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے یہ سوال حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کو الہام کیا کہ وہ پوچھیں اور رب العزّت اس کا جواب دیں تا کہ اس کلمہ طیّبہ کی عظمت اور اہمیت خواص اور عوام سب پر ظاہر ہو اور سب اس کا ورد ہر وقت اور ہر مقام پر رکھا کریں اس لئے کہ اس کا کہنا آسان ہے اور ثواب عظیم ہے۔12

ایضاً دوسری حدیث

19/3259 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: سُبحان اللّٰه کا پڑھتے رہنا (نامۂ اعمال کی) نصف ترازو کو بھر دیتا ہے اور

الحمدللّٰه کا کہتے رہنا بقیہ نصف کو بھردیتا ہے اور **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کا کہنا اس کو اللہ تعالی تک پہونچا دیتا ہے اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہیں رہتا اس سے معلوم ہوا کہ (کہ کلمہ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ** . **سُبحان اللّٰه** اور **الحمدللّٰه** سے افضل ہے (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے 12) ۔اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

20/3260 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: کوئی بندۂ مومن خلوص دل سے (بغیر دکھاوے کے) **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه** کہتا ہے تو اس کے (اس کلمہ کے لئے) اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک اس کا کلمہ عرش تک پہونچ جاتا ہے (جس کو قبول کرلیا جاتا ہے اور اس کی قبولیت) اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اللہ تعالی کی زبان سے تعریف بیان کرنا اصل شکر ہے

21/3261 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (زبان سے) اللہ تعالی کی تعریف کرنا شکر خداوندی کی اصل ہے۔جس بندے نے اللہ تعالی کی تعریف (زبان سے) بیان نہیں کی اس نے اللہ تعالی کے شکر (بجالانے کا حق) ادا نہ کیا۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

حمد اور شکر کا حق

ف: اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ: حمد اور شکر میں فرق یہ ہے کہ حمد صرف زبان سے کی جاتی ہے اور شکر زبان، دل اور تمام اعضاء سے کیا جاتا ہے تو گویا حمد شاخ ہوئی شکر کی۔

اوراس حدیث شریف میں حمد کوشکر کا سراس لئے کہا گیا ہے کہ حمد زبان کا فعل ہے اور زبان سے اللہ کی تعریف خوب بیان کی جاسکتی ہے اور زبان سب اعضاء کی نائب ہے۔ وہ اعضاء کی ترجمانی کرتی ہے۔ تو گویا حمد یعنی زبان سے اللہ تعالی کی تعریف بیان کرنا مجمل شکر ہوا جو مفصل شکر کا جزء واعظم ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ جس بندے نے زبان سے اللہ تعالی کی تعریف نہیں کی تو گویا اس نے اللہ تعالی کا شکر ادا نہ کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ صفائی باطن کے ساتھ ساتھ ظاہر کی بھی حفاظت کرے۔12

ہر حالت میں اللہ تعالی کی حمد بیان کرنا چاہئے

22/3262۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے (دنیا میں) غم اورخوشی دونوں حالتوں میں اللہ تعالی کی تعریف بیان کی ہو یعنی ہر موقع میں (**الحمد للّٰہ** کہتے رہے ہوں)۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه جنت کا ایک خزانہ ہے

23/3263۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ایک دفعہ) سفرکررہے تھے (راستہ میں) چند اصحاب نے بلند آواز سے **اللہ اکبر** پڑھنا شروع کیا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: لوگو! اپنی جانوں پرسختی نہ کرو (اورآہستہ آہستہ ذکرکرو)۔اس لئے کہ تم جس ذات عالی کو پکاررہے ہووہ نہ تو کم سننے والا ہے اور نہ تم سے غائب ہے بلکہ تم جس ہستی کو پکار رہے ہو وہ تو سَمِيْعٌ وَ بَصِيْرٌ خوب سننے والا اورخوب دیکھنے والا ہے اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے زیادہ تم سے زیادہ قریب ہے (یعنی تمہاری شہ رگ سے بھی

زیادہ قریب ہے) حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ: میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا۔ اور اپنے دل میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ ابن قیس (یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے) کیا میں تم کو ایسا خزانہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ضرور بتایئے آپ نے فرمایا (سنو) وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

24/3264 ۔ مکحول رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کثرت سے پڑھا کرو اس لئے کہ یہ جنت کا خزانہ ہے مکحول فرماتے ہیں کہ جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ.

(برائیوں سے بچنے کی) طاقت (اور نیکیوں کے کرنے کی) قوت اللہ تعالی کی توفیق سے ہی ممکن ہے اور اللہ تعالی کے سوا کوئی اور جگہ پناہ کی نہیں ہے) پڑھے تو اللہ تعالی اس کی تکلیف اور مصیبت کے 70 دروازے بند کردیتے ہیں اور افلاس اور تنگدستی ستّر مصیبتوں میں سے ایک معمولی ہے۔ (کہ اس کا پڑھنے والا اس جیسی مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

25/3265 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے (اترا) ہے اور

جنت کا ایک خزانہ ہے (اور وہ کلمہ) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ہے۔جس وقت بندہ یہ کہتا ہے تو اس (کے جواب میں) اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: میرے بندے نے میری اطاعت کی اور اپنے تمام کام میرے سپرد کردئے۔اس کی روایت بیہقی نے دعواتِ کبیر میں کی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ننانوے بیماریوں کی دوا ہے

26/3266۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه (ظاہری اور باطنی) نناوے (99) بیماریوں کی دوا ہے۔ان میں سے ایک معمولی بیماری (دین اور دنیا کا) رنج وغم ہے جس سے اس کا پڑھنے والا نجات پاتا ہے۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

ف:صدر کی حدیثوں میں ارشاد ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه جنت کا ایک خزانہ ہے اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه پڑھنے والا اس دن کا نفع اٹھاوے گا کہ جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد۔اور حضرت مکحول کی روایت میں ارشاد ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے لئے مصائب کے ستر (70) دروازے بند کردئے جاتے ہیں جس میں کا ایک معمولی دروازہ فقر ہے۔اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس سے مراد دل کا فقر ہے کہ جب دل کا فقر دور ہوجاتا ہے تو اصل غنا حاصل ہوجاتا ہے جو حاجات سے انسان کو بے نیاز کردیتا ہے اور اگر ظاہری فقر کو بھی اس سے مراد لیا جائے تو کوئی بات بعید نہیں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالی حاجت روائی بھی فرمادیتے ہیں۔12

کلمہ تمجید پڑھنے کی فضیلت

27/3267۔ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے تو

اللہ تعالی اپنے اس بندے کے (قول کی) تصدیق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہتا ہے تو اللہ تعالی اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور جب بندہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہتا ہے تو اللہ تعالی اس تصدیق میں یوں فرماتے ہیں کہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَـا وَحْـدِيْ لَا شَـرِيْكَ لِيْ ۔میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔میں یکتا ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں اور جب بندہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ کہتا ہے تو اللہ تعالی اس کی تصدیق میں یوں فرماتے ہیں: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا، لِيَ الْمُلْكُ ،وَلِيَ الْحَمْدُ میرے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہت میرے ہی لئے ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی میرے ہی لئے ہے اور جب بندہ ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّـةَ اِلَّا بِاللّٰه کہتا ہے تو اللہ تعالی اس کی تصدیق میں فرماتے ہیں لَا اِلٰـهَ اِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّـةَ اِلَّا بِيْ ‘‘میرے سوا کوئی معبود نہیں اور (برائیوں سے بچنے کی قوت اور نیکیوں کے کرنے کی طاقت) بجز میری توفیق ممکن نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ جو ان کلمات یعنی’’لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ،لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کـ‘‘و پڑھے اپنی بیماری میں اور پھر انتقال کر جائے تو ان کلمات کی برکت سے آگ اس کو نہ چھوئے گی (یعنی دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا) اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

28/3268۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ کہنا تمام مخلوقات کی عبادت ہے (یعنی ساری مخلوقات اس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتی ہے) اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہنا شکر کا کلمہ ہے اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہنا اخلاص (یعنی دوزخ سے نجات کا کلمہ ہے) اور اللّٰـه اکبر کا کہنا (اتنا ثواب رکھتا ہے کہ) زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو بھر دیتا

ہےاور جب بندۂ مومن لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کہتا ہےتو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: میرا بندہ فرمانبردار ہوا اور خود کو میرے حوالہ کردیا۔

اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

ایک دعاء کی تعلیم

29/3269۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: مجھے کوئی ایسا ذکر بتادیجئے جس کو میں وظیفہ کے طور پر پڑھتا رہوں تو آپ نے ان کو یہ کلمات تعلیم فرمایا :لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰه كَثِيْرًا ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ،لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ’’انہوں نے کہا: یارسول اللہ یہ کلمات تو میرے رب کی ثناء کے لئے ہیں۔(اس کو تو میں پڑھتا رہوں گا) اب میرے لئے کوئی دعاء بتلایئے جس کو میں پڑھوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ دعاء تعلیم فرمائی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَ عَافِنِیْ. اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایک جامع تسبیح کی تعلیم

30/3270۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیہ کے پاس گئے (جوان کی قرابت دار تھیں) جو اس وقت اپنے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں رکھ کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔یعنی ان سے گنتی کررہی تھیں یہ دیکھ کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو تسبیح پڑھنے کا ایسا طریقہ بتاتا ہوں جو آسان بھی ہےاور افضل بھی (تم اس طرح پڑھا کرو):سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ . وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ . وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ. وَ سُبْحَانَ

اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ o

میں اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتی ہوں مخلوقات سماوی کی تعداد کے برابر۔ میں اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتی ہوں مخلوقات ارضی کی تعداد کے برابر۔ میں اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتی ہوں مخلوقات آسمان اور زمین کی درمیانی مخلوق کی تعداد کے برابر میں اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتی ہوں۔ ان مخلوقات کی تعداد کے برابر جو ابدتک پیدا کی جانے والی ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''اللہ اکبر'' کو بھی اسی طرح پڑھا جائے یعنی: اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ . وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِیْ الْاَرْضِ . وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ . وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ اور پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کو بھی اسی طرح پڑھا جائے یعنی: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ . وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خلَقَ فِی الْاَرْضِ . وَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ . وَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ اور پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بھی اس طرح پڑھا جائے یعنی: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَا فِیْ خَلَقَ فِی الْاَرْضِ . وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ . وَ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَاھُوَ خَالِقٌ اور پھر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو بھی اسی طرح پڑھا جائے یعنی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ عَدَدَ ماخَلَقَ فِی السَّمَاءِ . وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ . وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰلِکَ . وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ. اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

تسبیحات سے غفلت کی وعید

31/3271 ۔بسیرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جو مہاجر صحابیات سے میں تھیں وہ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی ایک جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: تم تسبیح

یعنی سُبْحَانَ اللّٰه پڑھنے کو تھلیل یعنی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کو۔ تقدیس یعنی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ اور انگلیوں کے پوروں پر ان کو شمار کیا کرو کیونکہ (اور اعضاء کی طرح) انگلیوں سے بھی قیامت میں سوال ہوگا اور ان سے گواہی لی جائے گی اور (یہ جواب دیں گی)۔ اس لئے تم (اذکار اور اوراد کے پڑھنے میں) غفلت نہ برتو۔ ورنہ رحمت خداوندی تم سے دور کردی جائے گی۔ (اور تم محروم ہوجاؤ گی)۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

تسبیح کے جواز پر تحقیق

ف: مذکورہ بالا صدر کی دو حدیثوں میں ایک میں تسبیحات کو شمار کرنے کے لئے کنکریوں اور گٹھلیوں کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں انگلیوں کے پوروں پر تسبیحات کو شمار کرنے کا ارشاد ہے۔

اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ: ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تسبیح رکھنا جائز ہے خواہ تسبیح کے دانے کسی ڈوری میں منسلک ہوں یا علحدہ علحدہ ہوں اس وجہ سے جو لوگ تسبیح رکھنے کو بدعت قرار دے دیتے ہیں ان کی یہ بات مذکورہ حدیثوں کی روشنی میں قابل اعتبار نہیں چنانچہ علمائے کرام اور مشائخ عظام نے تسبیح کو شیطان کے لئے کوڑا قرار دیا ہے۔

اسی وجہ سے درمختار میں لکھا ہے کہ اگر ریاء کاری کا شائبہ نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور بحرائق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ اھ

مرقات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ڈوری تھی جس میں بہت ساری گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ جس سے تسبیحات کے شمار کا کام لیا کرتے تھے۔ اس سے تسبیح رکھنے کا جواز اور استحباب ثابت ہوتا ہے۔ 12

(2/103)

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ

(اس باب میں گناہوں سے مغفرت مانگنے اور توبہ یعنی گناہوں پر پشیماں ہونے اور آئندہ گناہ نہ کرنے پر عہد کرنے کا بیان ہے)

ف: استغفار یہ ہے کہ اللہ تعالی سے گناہوں کی معافی زبان کے ذریعہ طلب کی جائے: اور توبہ یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوں ۔استغفار اور توبہ شریعت کے اہم مقاصد ہیں اور سالکین کے مقامات میں پہلا مقام ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے بندہ کی مغفرت یہ ہے کہ وہ اپنے بندہ کے گناہوں کو دنیا میں دوسروں سے پوشیدہ رکھے اور آخرت میں اس پر مواخذہ نہ کرے۔علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: توبہ کے تین شرائط ہیں :ایک یہ کہ گناہ کو ترک کردیا جائے ۔اور دوسرے یہ کہ اس پر ندامت ہو اور تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی اور ایک شرط یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق ہو تو اس کی تلافی کی جائے یا اس سے معافی مانگ لی جائے: اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: اگر وہ حقوق اللہ ہیں جیسے نمازوں کو قضاء کرنا تو نوافل پر ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء کو مقدم رکھے اور ان کی قضاء کرلے اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (سورۂ حجرات، آیت نمبر:11)

جو توبہ نہ کرے پس وہی ظالم ہیں۔یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :" وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . "

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ (سورۂ مزمل، آیت نمبر:20، میں) اے مسلمانوں تم اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اس لئے کہ اللہ تعالی بڑا معاف فرمانے والے اور رحم فرمانے

والے ہیں۔

وَقَوْلُهٗ جَلَّ جَلَالُهٗ:"وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ". اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ نور،آیت نمبر:31) اے مسلمانو! تم سب اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالی کی جناب میں ہمیشہ توبہ کرتے رہو۔تا کہ تم فلاح پاؤ اور کامیاب رہو۔

وَقَوْلُهٗ عَزَّ شَانُهٗ: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا "۔اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ(سورۂ تحریم،آیت نمبر:8،میں)اے ایمان والو! اللہ تعالی کے آگے سچی توبہ کرلو جس توبہ میں(اس طرح کامل)ندامت ہو۔اورآئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا عزم ہو۔

وَقَوْلُهٗ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ:"وَهُوَ الَّذِیْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّاٰتِ " اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ شوریٰ،آیت نمبر:25،میں)اوراللہ تعالی کی شانِ عالی ایسی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے(اورتوبہ کی وجہ سے)تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

وَقَوْلُهٗ عَزَّ وَعَلَا:"اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ " اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:222،میں)بےشک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

استغفار کی تاکید اور فضیلت

1/3272۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ:قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں دن میں ستر(70)مرتبہ سے زائد اللہ تعالی سے استغفار کرتا ہوں۔اوراس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں استغفار اور توبہ کی ترغیب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود دن میں ستر(70)بار سے زائد استغفار فرمائیں تو ہم گنہ گاروں کو بہ طریق

اولیٰ استغفار اور توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین پر اللہ تعالی کے عذاب سے امن دو چیزوں کی وجہ سے تھا ایک کو تو اللہ تعالی نے اٹھا لیا ہے تم کو چاہئے کہ دوسرے کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کریں۔ ایک امن جو اٹھا لیا گیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور جو امن باقی ہے وہ استغفار ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ انفال، آیت نمبر:33، میں) " وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (اللہ تعالی ایسا نہ کریں گے کہ (اے نبی!) آپ کے ان میں ہوتے ہوئے ان کو عذاب میں مبتلا کریں اور ایسا بھی نہ کریں گے کہ ان کو عذاب دیں اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار فرمانے کا جو ذکر ہے اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ: حضور کا یہ استغفار امت کی طرف سے ہوا کرتا تھا جو امت کے حق میں آپ کی جانب سے بہ طور سے شفاعت کے تھا۔12

ایضاً دوسری حدیث

2/3273۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایک مجلس میں سو(100) مرتبہ "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ" پڑھ کر استغفار فرمایا کرتے اور ہم آپ کے اس استغفار کو سن کر گن لیا کرتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کرنے کا جو ذکر ہے وہ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ ورنہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دئے گئے تھے اس لئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ آدمی اپنے مالک کے سامنے تضرع اور عاجزی زیادہ سے زیادہ کرے اس لئے کہ جو جتنا زیادہ مقرب ہوگا اس کو اتنا ہی زیادہ اپنے مالک سے خوف رہے گا۔ علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی کا جلال اور استغناء بھی ظاہر کرنا منظور تھا کہ بندہ کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مالک کے آگے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا رہے۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں استغفار فرمایا کرتے تھے

3/3274۔اغر مزّ نی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارک یہ تھی کہ آپ کو ہر وقت اللہ تعالی سے حضوری رہا کرتی تھی بعض وقت امت کی تعلیم اور منصب رسالت کی بجا آوری میں) آپ کے قلب مبارک پر کچھ حجابات آتے تھے (اوراس یکسوئی اور حضوری میں کچھ فرق آجاتا تھا) تو آپ فرماتے ہیں کہ: میں اس حالت کے لئے اللہ تعالی سے دن میں سو(100) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اللہ تعالی کی عظمت، دبدبہ استغفار شانِ کریمی اور عدالت کا بیان

4/3275۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اےئ میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کرلیا ہے (یعنی میں کسی پر ظلم نہیں کرتا) اور ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے اس لئے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کیا کرو۔اےئ میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر وہ شخص (گمراہ نہیں) جس کو میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت طلب کیا کرو میں تم کو ہدایت دوں گا۔اےئ میرے بندو! تم سب کے سب بھوکے ہو مگر وہ شخص (بھوکا نہیں) جس کو میں کھلاؤں گا۔پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھانا دوں گا۔اےئ میرے بندو! تم سب کے سب برہنہ ہو مگر وہ شخص (برہنہ) نہیں جس کو میں کپڑا دوں پس تم مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس دوں گا۔اےئ میرے بندو! تم رات دن گناہوں میں مبتلا رہتے ہو اور میں تمہارے گناہ بخشتا رہتا ہوں پس تم مجھ سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔اے میرے بندو تم (نافرمانی کرکے) میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور (تم اطاعت کرکے) مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتے بلکہ تمہاری

فرمانبرداری سے تم ہی کو فائدہ پہونچے گا۔اورنافرمانی کرکے تم خود ہی اپنا نقصان کروگے میری ذات ان سب سے بے نیاز ہے۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے سب کے سب جن و انس جو گزر چکے ہیں اور (جو موجودہ ہیں)۔اور جو قیامت تک پیدا ہوں گے یہ تمام اگر (پرہیزگاری اختیار کرکے) سب سے زیادہ متقی شخص کے دل کی طرح پاک دل ہوجائیں (تو یہ تمہاری پاک دلی) میری مملکت اور بادشاہت میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کرسکے گی۔میرے بندو اگر! تمہارے سب کے سب جن وانس گزر چکے ہیں (اور جو موجود ہیں) اور جو (قیامت تک) آنے والے ہیں۔یہ تمام اگر (برائی کرکے) بدترین سیاہ دل والے کی طرح سیاہ دل یعنی (ابلیس کی طرح ہوجائیں۔تو یہ تمہاری (سیاہ دلی) میری مملکت اور بادشاہت میں کسی قسم کی کمی نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے سب کے سب جن وانس جو گزر چکے ہیں اور آئندہ آنے والے ہیں سب کے سب ایک مقام میں جمع ہوجائیں اور یہ سب اپنی اپنی مراد مانگیں اور میں ہر شخص کو اس کی مراد دے دوں تو میرے پاس جو بھی خزانے ہیں ان میں (بخشش کی وجہ سے) کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔(اتنا بھی نہیں جتنا کہ ایک سوئی دریا میں ڈال کر نکالی جائے)۔تو اس کے پانی میں جتنا کم کرسکتی ہے (اتنی بھی میرے خزانوں میں کمی نہیں ہوگی)۔

اے میرے بندو! صرف یہی نہیں کہ تمہارے نیک و بداعمال کو میں جانتا ہوں بلکہ ان کا پورا پورا بدلہ دیتا ہوں۔پس جو شخص نیک عمل ہو تو وہ (اس نیک توفیق میں) اللہ تعالی کا شکرادا کرے اور جو شخص بدعمل ہو تو وہ خود اپنی ملامت کرے (اس لئے کہ وہ اپنے نفس کے شرارت کی وجہ سے گمراہی پر باقی ہے)۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

5/3276۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے ائے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر وہ شخص (گمراہ نہیں ہے) جس کو میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو ہدایت دوں گا اور عدالت کا بیان ہے انسان کے لئے اللہ تعالی کے حضور میں التجاء کے بغیر اس کا کوئی کام نہیں چل سکتا دنیا میں ہدایت، کھانا، کپڑا اور آخرت میں گناہوں کی مغفرت اللہ تعالی کے فضل و کرم کے بغیر میسر نہیں ۔اس وجہ سے اللہ تعالی کے آگے گڑگڑانا اور دعا کرنا بندہ کے لئے لازم ہے اور اس ذات عالی کی شان استغنا کا یہ عالم ہے کہ اگر سارے انسان پیغمبر کی طرح متقی ہو جائیں تو اللہ تعالی کی سلطنت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا اور اس کے برخلاف اگر سارے انسان ابوجہل اور فرعون کے برابر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالی کی شان عالی میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی پھر آخر حدیث میں اپنی بے حساب عطا کا بیان یوں فرمایا کہ اگر سارے انسان اپنے اپنے سوالات کریں اور اللہ تعالی سب کو ان کے مطالبات دے دیں تو بھی اللہ تعالی کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوسکتی ۔ پھر اپنی عدالت کا بیان فرمایا کہ آخرت کا ثواب اور عذاب کا سبب ان دونوں کے اعمال ہیں ۔اللہ تعالی کی طرف سے کسی پر کوئی ظلم نہیں ۔

(حاشیہ مشکوٰۃ)

گنہگاروں کو اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کی تاکید

6/3277 ۔حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے ” یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ، اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا“. (سورۂ زمر، آیت نمبر:53) ائے میرے بندو! جنھوں نے گنہ کرکے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں ۔اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید مت رہو کیونکہ اللہ تعالی تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے (اس کی تلاوت کے بعد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ کافر کفر سے توبہ کرے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرمائیں گے اور مسلمان خواہ توبہ کرے یا نہ کرے اللہ تعالی چاہیں تو اس کے گناہ معاف فرمادیں)۔اس حدیث کی روایت امام احمد، اور ترمذی نے کی ہے۔

مشرک بھی توبہ کے بعد رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہو

7/3278۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت کے مقابلہ میں میرے پاس ساری دنیا اور اس کی لذتیں ہیچ ہیں (وہ آیت یہ ہے)۔"**یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ**"(اس آیت کا ترجمہ اس سے پہلے والی حدیث میں گزر چکا ہے۔12) (تا آخر یہ آیت) سن کر ایک شخص نے عرض کیا (اور وضاحت چاہی): کیا مشرک بھی اس میں شامل ہے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور (تھوڑی دیر بعد) پھر ارشاد ہوا کہ ہاں مشرک بھی اس میں داخل ہے (بشرطیکہ وہ شرک سے توبہ کرلے) حضور نے اس جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

شرک کے سوا سارے گناہوں کی معافی کا بیان

8/3279۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہونچ جائیں۔ پھر تو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔اے ابن آدم! اگر تُو زمین بھر گناہوں کے ساتھ مجھ سے ملے اور تو مجھ سے اس حالت میں ملے تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا تو میں بھی زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

9/3280۔اور امام احمد اور دارمی نے اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

بندوں کو گمراہ کرنے پر شیطان کا قسم کھانا اور معافی دینے پر اللہ کا قسم کھانا

10/3281 ۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: شیطان نے (اللہ تعالی سے) عرض کیا: اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں یعنی ان کی زندگی بھر ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ (اس کے جواب میں) رب العزّت نے فرمایا: میری عزّت کی قسم! میرے عظمت وجلال کی قسم اور میرے بلند مرتبہ کی قسم میں ان کو ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ذاتِ خداوندی ہی ڈرنے اور مغفرت طلب کرنے کے قابل ہے

11/3282 ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ“ (سورۂ مدثر، آیت نمبر:56)(اس کی شانِ قہاری تو یہ ہے کہ بندوں کو اس سے ڈرنا چاہئے اور اس کی شان رحیمی یہ ہے کہ) بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: میں اس لائق ہوں کہ لوگ مجھ سے ڈریں۔ جو مجھ سے ڈرے گا میں اس لائق ہوں کہ اس کو بخش دوں۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

گناہ گارانِ تائب کے لئے دلاسہ

12/3283 ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ

نہ کروتو اللہ تعالی تم کو لے جاوے گا یعنی نیست و نابود کردے گا اور (پھر تمہاری بجائے) ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کرے گی اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے گی۔تو اللہ تعالی ان کو بخش دیں گے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اہلِ خوف اور گنہ گاران تائب کے لئے بڑا دلاسہ ہے اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ گناہ حکمتِ الٰہی کے مخالف نہیں تا کہ اللہ تعالی کی رحمت اور غفاری کی صفت ظاہر ہو۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنے گناہوں سے نڈر ہوجائے کیونکہ یہ تو صریحاً کفر ہے۔(مشکاۃ)۔

گناہ کرنے کے بعد توبہ کرنے والوں کو مغفرت ملتی ہے

13/3284۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:ایک بندہ نے گناہ کیا اور پھر عرض کیا:اے میرے رب میں نے گناہ کیا ہے اس کو بخش دیجئے تو رب العزت نے (فرشتوں سے) فرمایا:کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے پس میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا پھر وہ جب تک اللہ نے چاہا یعنی ایک عرصہ تک (اپنی توبہ پر) قائم رہا۔

پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا:اے میرے رب!میں نے (پھر) گناہ کرلیا ہے اس کو بخش دیجئے تو رب العزت نے (فرشتوں سے) فرمایا:کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور پھر اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے،پس میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا پھر جب تک اللہ نے چاہا یعنی ایک مدت تک اپنی توبہ پر قائم رہا۔پھر گناہ کردیا اور عرض کیا:اے میرے رب میں نے گناہ کیا ہے آپ اس کو بخش دیجئے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے۔جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا،اب وہ جو چاہے کرے (یعنی گناہ کے بعد توبہ کرے تو مغفرت ملے گی اور گناہ کے بعد توبہ نہ کرے تو مواخذہ ہوگا۔)

''اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

کسی کو حق نہیں کہ یہ کہے کہ: فلاں شخص کو اللہ نہیں بخشے گا

14/3285 ۔ جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ: خدا کی قسم اللہ تعالی فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا: وہ کون شخص ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے تو اس کو بخش دیا (تجھے ذلیل کرنے کے لئے۔ اور تیرے تکبر کی وجہ سے) تیرے اعمال ضائع کردئے (کہ اعمال کا ثواب نہیں ملے گا) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

عاجز گنہ گار عابد متکبر سے بہتر ہے

15/3286 ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بنی اسرائیل میں دو شخص آپس میں گہرے دوست تھے۔ ان میں سے ایک عبادت میں مشقت اٹھاتا تھا اور دوسرا کہتا کہ میں تو گنہ گار ہوں۔ وہ (عابدؔ گنہ گار سے) کہتا کہ تو جس گناہ میں مبتلا ہے اس کو چھوڑ دے۔ تو گنہ گار کہتا کہ: تو مجھے میرے رب کے حوالہ کردے۔ (وہ غفور رحیم ہے) یہاں تک کہ اس عابد نے اس گنہ گار کو ایک بڑا گناہ کرتے پایا تو اس سے کہا کہ اس گناہ سے باز آ۔ تو اس (گنہ گار) نے پھر وہی کہا: مجھے میرے رب کے حوالہ کردے۔ کیا تو مجھ پر داروغہ بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو اس (عابد) نے جواب دیا کہ: قسم خدا کی اللہ تعالی تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔ پس اللہ تعالی نے ان دونوں کے پاس (موت کے) فرشتوں کو بھیجا تو اس نے ان دونوں کی روح قبض کرلی۔ پس وہ دونوں اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہوئے تو اللہ تعالی نے گنہ گار سے کہا: تو میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہوجا اور دوسرے سے فرمایا۔ کیا تو میرے گنہ گار بندہ کو میری رحمت سے محروم کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

نہیں اے میرے رب! تو اللہ تعالی نے (فرشتوں سے) فرمایا: اس کو دوزخ کی طرف لے جاؤ (تا کہ وہ اپنے غرور کی سزا بھگتے)۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو یقین کے ساتھ دوزخی کہنا درست نہیں اس لئے کہ نجات کا مدار خاتمہ پر ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔(حاشیہ مشکوٰۃ)

صبح وشام سید الاستغفار پڑھنے والا جنتی ہے

16/3287۔حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سید الاستغفار یعنی بہترین استغفار یہ ہے کہ تو اس طرح کہے:

" اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ . وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ . اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ . اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنبِیْ . فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ".

یاالٰہی تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور میں اپنی حسب استطاعت آپ کے عہدِ میثاق اور وعدۂ (آخرت پر) قائم ہوں۔میں اپنے کئے ہوئے گناہوں کی برائی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں آپ کی جو نعمتیں مجھ پر ہیں۔میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں پس آپ مجھے بخش دیجئے اس وجہ سے کہ آپ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس استغفار کو یقین کے ساتھ دن میں پڑھے اور شام ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہے اور جو اس کو رات میں یقین کے ساتھ پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ (بھی) جنتی ہے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

گناہ کبیرہ سے معافی دلانے والا استغفار

17/3288۔حضرت بلال بن یسار بن زید جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولی یعنی آزاد کردہ غلام ہیں ان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی ہے کہ میرے دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو (صدق دل سے) اس استغفار کو پڑھے:**اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ.** میں اللہ تعالی سے (اپنے گناہوں کی) مغفرت چاہتا ہوں، وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندۂ جاوید ہے اور (ساری کائنات کو) سنبھالنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں)۔تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اگرچیکہ وہ (میدان) جہاد سے بھاگا ہوا ہو (جو گناہ کبیرہ ہے)۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔اور ابوداؤد کی روایت بلال بن یسار کے بجائے ھلال بن یسار سے ہے۔

دوام استغفار کی برکتیں

18/3289۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص (گناہ کے بعد یا کسی مصیبت میں) استغفار کو پڑھے (یا استغفار پر مداومت کرے) تو اللہ تعالی اس کو ہر تنگی سے نجات دیں گے۔اور ہر غم سے چھٹکارہ دیں گے۔اور اس کو ایسی جگہ سے حلال روزی دیں گے جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو۔

اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

اولاد کے استغفار سے والدین کے درجہ بلند ہوتے ہیں

19/3290۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ بزرگ اور برتر نیک بندہ کے درجہ کو جنت میں بلند فرماتے ہیں تو وہ بندہ اللہ تعالی سے عرض کرتا ہے: ائے میری پروردگار! یہ درجہ مجھے کیونکر ملا۔ تو اللہ تعالی فرمائیں گے: تیری اولاد کے تیری لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

زندوں کا مردوں کے لئے بہترین تحفہ

20/3291۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: مردہ قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہے جو اپنے باپ، ماں، بھائی یا کسی دوست کی دعاؤں کا منتظر ہو۔ اور جب یہ دعاء اس کو پہونچتی ہے تو یہ دعا اس کے پاس دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالی یقیناً زمین والوں کی دعاؤں کی وجہ سے اہلِ قبور کو پہاڑوں جیسا ثواب پہونچاتا ہے یعنی (بے شمار رحمتیں ان پر نازل فرماتا ہے) اور بے شک زندوں کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے استغفار کرنا ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

کثرت استغفار کی بشارت

21/3292۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: خوش حالی ہے اس شخص کے لئے جو اپنے نامۂ اعمال میں زیادہ استغفار پائے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور نسائی نے اس کی روایت "عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" میں کی ہے۔

بار بار استغفار کرنے والا گناہوں پر اصرار کرنے والا نہیں

22/3293۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شخص (گناہ پر) اصرار کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا

جو (گناہ کے بعد) استغفار کرتا ہو اگر چہ کہ وہ دن میں 70 مرتبہ ایسا کرے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں پر اصرار کرنے والا وہ شخص ہے جو استغفار نہ کرے اور اپنی بداعمالیوں پر شرمسار نہ ہو۔ واضح ہو کہ گناہوں پر اصرار برا ہے کیونکہ گناہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہوتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کفر تک پہونچا دیتا ہے اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ جو کوئی استغفار کرتا ہو۔ اور شرمندہ ہو گناہوں پر خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو وہ گناہوں پر اصرار کرنے والا نہیں ہوگا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

نیکی پر خوش ہونے اور گناہ پر استغفار کرنے کی تلقین

23/3294۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے):

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا أَسَاءُ وْا اِسْتَغْفَرُوْا".

الٰہی مجھے ان لوگوں میں کر دے کہ وہ جب نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب کوئی برائی کریں تو استغفار کریں۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی دعوات کبیر میں کی ہے۔

توبہ کی کثرت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

24/3295۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کیا کرو میں خود بھی دن میں سو (100) بار اللہ کی طرف توبہ کیا کرتا ہوں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سو آدمیوں کے قاتل کی بخشش کا ایک واقعہ

25/3296۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نبی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (99) انسانوں کو قتل کیا تھا پھر (اپنی توبہ کی قبولیت کے بارے میں لوگوں سے) پوچھتے ہوئے نکلا۔ یہاں تک کہ ایک راہب کے پاس پہونچا اور اس سے پوچھا کہ: کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے (جس نے ننانوے قتل کئے ہوں) اس نے جواب دیا نہیں۔ تو اس شخص نے اس (راہب) کو قتل کردیا پھر اپنی توبہ کی قبولیت کے بارے میں پوچھنے لگا تو ایک آدمی نے اس سے کہا: تُو فلاں بستی میں چلا جا (جہاں نیک لوگوں کی کثرت ہے وہ اس بستی کی طرف چل پڑا۔ اور راستہ میں) اس کو موت آ گئی۔ تو اس نے مرتے وقت اپنے سینہ کو اس بستی کی طرف جھکایا۔ تو رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس بارے میں جھگڑنے لگے (کہ کون اس کی روح کو لے جائے) اور اللہ تعالی نے (اس بستی والی) زمین کو (جس کی طرف وہ جارہا تھا) وحی نازل فرمائی کہ تُو قریب ہوجا اور (دوسری بستی کو وحی فرمائی کہ تو دور ہوجا (فرشتوں سے) فرمایا کہ: تم دونوں بستیوں کے فاصلہ کو ناپو تو یہ بستی جس میں نیک لوگ تھے ایک بالشت قریب نکلی اور اس کی بخشش کردی گئی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ گناہ کبیرہ کے بعد توبہ قبول ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس جگہ گناہ کیا ہو وہاں سے ہجرت کرنا مستحب ہے۔ اور تیسرے یہ کہ مدّ عا اور مدعا علیہ کا ردوقدح درست ہے۔ چوتھے یہ کہ رحمت الٰہی کی کوئی حد نہیں۔ ادھر بندہ نے خالص دل سے توبہ کی اور ادھر دریائے رحمت ومغفرت جوش میں آئی۔ (حاشیہ مشکات)۔

گناہوں کا اعتراف بخشش کا سبب ہے

26/3297۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب (گناہوں کا) اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو غفّار جاننے کا یقین مغفرت کا سبب ہے

27/3298۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے کہ جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ میں گناہوں کو بخشنے پر قدرت رکھتا ہوں تو میں اس کو بخش دیتا ہوں۔اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

گناہ گار توبہ کرتے رہیں تو ان کی مغفرت ہوتی رہے گی

28/3299۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنی رحمت کا ہاتھ پھیلادیتے ہیں تا کہ رات کا گناہ گار دن میں توبہ کرلے(بخشش کا یہ سلسلہ) سورج کے مغرب سے نکلنے(یعنی قیامت) تک جاری رہے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

29/3300۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ: جوشخص آفتاب کے مغرب سے نکلنے سے پہلے تک توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

آفتاب جب مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا

30/3301۔صفوان بن عَسَّالؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے مغرب کی طرف توبہ کا ایک دروازہ بنایا ہے (جو کھلا ہوا ہے) جس کو چوڑائی 70 برس کی مسافت ہے اور وہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے تک بند نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ یعنی آفتاب کا طلوع ہونا قبولیت توبہ کو روکنے والا ہے۔ اللہ تعالی کے اس قول کے مطابق ہے (سورۂ انعام، آیت نمبر: 158، میں) ''یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ'' جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی شخص کو ایمان لانا نفع نہ دے گا جو اس (نشانی کے ظاہر ہونے سے پہلے ایمان نہ لایا)۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ہجرت فائدہ نہیں دے گی جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے

31/3302۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہجرت (یعنی کفر سے ایمان کی طرف اور دار کفر سے دارالاسلام کی طرف اور گناہوں سے توبہ کی طرف آنا) توبہ کے منقطع ہونے تک بند نہیں ہوگی۔ اور توبہ (کا دروازہ) بند نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ آفتاب اپنے مغرب سے طلوع کرے۔

اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں توبہ کے منقطع ہونے سے توبہ کا قبول ہونا مراد ہے غرض یہ ہے کہ جب تک آفتاب مغرب سے نہیں نکلتا۔ بندہ توبہ کر کے پاک ہوسکتا ہے اور جب آفتاب مغرب سے نکلا تو پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ (از حاشیہ مشکوۃ 12)

موت کے غرغرہ سے پہلے تک توبہ قبول ہوتی ہے

32/3303۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول فرماتے ہیں یہاں تک کہ

اس کو (موت کا) غرغرہ نہ لگے۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

شرک مغفرت کے لئے حجاب ہے

33/3304۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالی اپنے بندہ (کے گناہوں) کو بخش دیتا ہے جب تک (بندہ اور اللہ تعالی کے درمیان) حجاب واقع نہ ہو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجاب کیا ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا: (حجاب یہ ہے کہ) آدمی اس حالت میں مرے کہ وہ مشرک تھا۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت "کِتَابُ الْبَعْثِ والنُشورُ" میں کی ہے۔

شرک کے سوا بڑے سے بڑا گناہ لائق بخشش ہے

34/3305۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کے سامنے اس حال میں پیش ہو کہ وہ دنیا میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں قرار دیتا تھا۔باوجودیکہ اس پر پہاڑوں جیسے گناہ تھے۔ اللہ تعالی آخرت میں اس کے گناہوں کو بخش دینگے۔

اس کی روایت بیہقی نے "کِتَابُ الْبَعْثِ والنُشورُ" میں کی ہے۔

بندہ کی توبہ سے اللہ تعالی کی خوشی کی ایک مثال

35/3306۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالی اپنے بندہ کی توبہ سے جس وقت وہ توبہ کرتا ہے اس شخص کی خوشی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری ایک بے آب وگیاہ جنگل میں بھاگ گئی۔

یعنی گم ہوگئی۔ اوراسی پر اس کا کھانا تھا اور پانی تھا وہ اپنی سواری کو تلاش کرتے کرتے تھک کر مایوس ہوگیا (سواری کے ملنے سے نا امید ہوکر) وہ ایک درخت کے پاس آیا کیا دیکھتا ہے کہ وہ سواری اس کے سامنے کھڑی ہے اوراس نے اس مہار پکڑلی پھر (اس کی زبان سے فرط مسرت میں یہ الفاظ نکل پڑے اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب حالانکہ اس کو یہ کہنا چاہئے تھا۔ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے۔ جس طرح گم شدہ سواری ملنے سے اس شخص کو خوشی ہوئی تھی اسی طرح گناہگار بندہ کے اللہ تعالی سے بچھڑ کر ملنے سے اللہ تعالی کو خوشی ہوتی ہے۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

36/3307۔ حارث بن سوید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (توبہ کے بارے میں) دوحدیثیں بیان کی ہیں، ایک حدیث (مرفوع ہے) جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچتی ہے۔

37/3308۔ اور دوسری حدیث موقوف ہے) جس کی روایت خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اور (اس حدیث موقوف میں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بندۂ مومن اپنے گناہوں سے بہت ڈرتا ہے چنانچہ) مومن اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑ ہے جس کے نیچے وہ بیٹھا ہوا ہے اور ڈر رہا ہے کہ (نہ معلوم کہ) وہ پہاڑ کب اس پر گر پڑے اور (اس کے برخلاف) فاجر وفاسق اپنے گناہوں کو (اتنا ہلکا) سمجھتا ہے کہ جیسے مکھی کہ وہ اس کی ناک پر بیٹھنے اور وہ اس کو ہاتھ کے اشارہ سے اڑادے (یعنی وہ گناہوں سے بے پروار ہتا ہے اور توبہ نہیں کرتا ہے) پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (مرفوع حدیث سنائی) اور فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: اللہ تعالی اپنے بندۂ مومن توبہ سے

بہت خوش ہوتے ہیں اس شخص (کی خوشی) سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو (سفر میں) ایک لق ودق صحرا میں جہاں ہلاکت کا اندیشہ ہوا تر پڑا اور اس کے ساتھ اس کی سواری ہے جس پر اس کا کھانا اور پانی ہے پس وہ ایک جگہ (پڑاؤ ڈالا) اور سو گیا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کی سواری غائب ہے وہ سواری کی تلاش میں نکلا اور گرمی اور بھوک پیاس کی شدت اور رنج غم میں گرفتار ہو گیا جو اللہ تعالی کو منظور تھیں (کافی تلاش کے بعد) اس نے کہا کہ: اسی جگہ واپس لیٹ جائیں جہاں میں اترا ہوں اور وہاں اپنے بازو پر سر رکھ کر موت کے انتظار میں سو گیا پھر جب اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے سامنے کھڑی ہے جس پر اس کا کھانا اور پانی بھی موجود ہے تو اس شخص کو (ایسی حالت میں) اپنی گم شدہ سواری اور توشے کے واپس ملنے کی جو خوشی ہوگی اللہ تعالی کو اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

وہ گنہ گار بہتر ہیں جو توبہ کرتے رہتے ہیں

38/3309۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: تمام بنی آدم خطا کار ہیں (یعنی ہر انسان سے کچھ نہ کچھ گناہ ہوتا ہے) اور گنہ گاروں میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

39/3310۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالی اس بندۂ مومن کو (توبہ کرتے رہنے کی وجہ سے) بہت دوست رکھتے ہیں جو گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور توبہ بھی کرتا رہتا ہے۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

گناہ کبائر سے بچنے والوں کے صغائر معاف ہوجاتے ہیں

40/3311۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اللہ تعالی کے یہ ارشاد (سورۂ نجم، آیت نمبر:32)'' اَلَّـذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ '' (وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے رہتے ہیں مگر یہ کہ ان سے چھوٹے چھوٹے گناہ جو کبھی کبھار ہوجاتے ہیں کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (امیّہ ابن ابی الصلت کا یہ شعر بطور مثال کے پڑھا)

اِنْ تَغْفِرُ اللّٰھُمَّ تَغْفِرُ جَمًّا وَ اَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا اَلَمَّا

اے اللہ اگر آپ بخشنا چاہیں تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیں
اور آپ کا وہ کونسا بندہ ہے جس نے چھوٹے گناہ بھی نہ کئے ہوں

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

توبہ اور استغفار نہ کرنے والوں کے دلوں پر زنگ آجاتا ہے

41/3312۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبّہ آجاتا ہے پھر جب وہ (اپنے گناہوں سے) توبہ اور استغفار کرتا ہے تو (وہ دھبّہ ڈھل جاتا ہے اور) اس کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ گناہوں پر اصرار کرتا رہے (اور توبہ نہ کرے) تو یہ دھبّہ بڑھتا ہی جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سارے دل پر چھا جاتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے (سورۂ مطففین، آیت نمبر:14، میں) فرمایا ہے:'' کَلَّا بَـلْ ، رَانَ عَـلٰی قُلُوْبِھِـمْ مَّا کَـانُـوْا یَـکْسِبُوْنَ ''(ایسا نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جن کو

وہ کیا کرتے تھے زنگ بیٹھ گیا ہے)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

صدق دل سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیے

42/3313۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جو شخص (صدق دل سے) توبہ کر لیتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح پاک وصاف کر دیا جاتا ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو (یعنی اللہ تعالی کی جانب سے ایسے تائب پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا)۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور طبرانی نے اس کی روایت کبیر میں کی ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، ابن حجر نے اس حدیث کے شواہد کی بنیاد پر اس کو حدیث حسن کا درجہ دیا ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں نھرانی مجھول راوی ہیں لیکن ابن حجر فرماتے ہیں کہ راوی کے مجہول ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ فضائل کے بیان میں ضعیف حدیث قابل عمل ہے۔

43/3314۔ اور اسی بیان میں امام قشیری نے اپنی کتاب رسالہ میں انس رضی اللہ عنہ سے اور اسی کو ابن نجار نے بھی روایت نقل کی ہے۔

44/3315۔ اور حاکم نے ابوسعید سے

45/3316۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عسا کرنے روایت کی ہے۔

46/3317۔ شرح السنہ میں ابن مسعود سے موقوفاً مروی ہے کہ: ندامت توبہ ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

گناہوں پر ندامت ہی توبہ ہے

47/3318۔عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے والد نے حضرت ابن مسعود سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ (گناہوں پر) ندامت ہی توبہ ہے تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ارشاد فرماتے سنا ہے (کہ ندامت ہی توبہ ہے!)۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے)۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ندامت ہی توبہ ہے اس لئے کہ جو شخص اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو توبہ کے دوسرے اجزاء یعنی گزشتہ گناہوں کو چھوڑ دینا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور تیسرے یہ کہ جن کے حقوق تلف ہوئے ہوں ان کے حقوق کو ادا کرنا ان سب پر آمادہ ہوجاتا ہے اسی لئے ارشاد ہوا کہ ندامت ہی توبہ ہے۔مرقات 12

(3/104)بَابٌ

(اس باب میں رحمتِ خداوندی کی وسعت کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: '' كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ انعام، آیت نمبر:54،میں) (جو لوگ شرک سے توبہ کرلیں ان کے لئے) اللہ نے (اپنے فضل وکرم سے) رحمت فرمانا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔

اللہ تعالی کے رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

1/3319۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب اللہ تعالی نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو ایک کتاب (لوح محفوظ) لکھی جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے۔اور اس میں لکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ تعالی کی کمال رحمت کی تفصیل

2/3320۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: بیشک اللہ تعالی کی رحمت کے سو حصے ہیں ان میں سے صرف ایک حصہ کو اللہ تعالی نے (زمین پر) نازل فرمایا ہے جو جن اور انس، چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں میں تقسیم فرمائی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھتے ہیں اور مہربانی سے پیش آتے ہیں اور اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور بھی اپنی اولاد پر مہربانی کرتے ہیں اور اللہ تعالی نے (بقیہ) رحمت کے ناوے حصوں کو (آخرت کے لئے) اٹھا رکھا ہے جن کے ذریعہ سے وہ اپنے

(مومن) بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائیں گے (اور جنت میں داخل فرمادیں گے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

3/3321۔اور مسلم کی ایک روایت میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح مروی ہے کہ اللہ تعالی ننانوے حصوں کی بقیہ رحمت کی تکمیل قیامت کے دن فرمائیں گے۔

مسلمان کو رجاء اور خوف کے درمیان رہنا چاہیئے

4/3322۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر بندۂ مومن یہ جان لے کہ اللہ تعالی کے پاس (گناہوں کی کس قدر سخت) سزاء اور عذاب ہے تو کوئی بندۂ مومن (اپنے گناہوں کا خیال کرکے) جنت کی تمنا ہی نہ کرے،اور بندۂ کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالی کی رحمت کس قدر (وسیع) ہے تو کوئی کافر بھی جنت (میں جانے) سے ناامید نہ ہو (اس سے معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کو رجاء اور خوف کے درمیان رہنا چاہیئے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جنت اور دوزخ نیک اور بداعمال سے قریب ہیں

5/3323۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جنت تم میں سے ہر ایک کے اتنی قریب ہے جتنا تم سے تمہاری جوتیوں کا تسمہ قریب ہے اور دوزخ بھی ایسے ہی قریب ہے (اس لئے جو شخص جیسا عمل کرے گا اس کے مطابق جنت یا دوزخ پالے گا،یعنی اگر ایمان ہے اور نیک عمل ہے تو وہ بہشت سے قریب ہے اور اگر کفر اور گناہ ہیں تو دوزخ سے قریب ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

خوف الٰہی اور گناہوں کا اقرار مغفرت کا سبب ہے

6/3324 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: (پچھلی امتوں میں سے) ایک شخص کا واقعہ ہے جو بہت گنہ گار تھا کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دیں اور اس کی راکھ کے آدھے حصہ کو جنگل میں اڑا دیں اور آدھے حصہ کو دریا میں بہا دیں (اس نے یہ وصیت اس خوف سے کی کہ) بخدا اگر اللہ تعالی کو اس پر قابو حاصل ہو جائے تو (اس کے گناہوں کی وجہ سے) اس پر ایسا عذاب نازل کریں گے کہ آج تک دنیا میں کسی کو نہ دیا گیا ہوگا (خوفِ الٰہی نے اس کو اس بات سے بھی غافل کر دیا کہ اللہ تعالی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کے منتشر اجزاء کو جمع کر کے اس کا حساب لیں گے) پس جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا (اس کو جلا کر اس کی راکھ کو اڑا دیا گیا اور دریا میں بہا دیا گیا) پس اللہ تعالی نے دریا کو حکم دیا کہ اس شخص کے اجزاء کو جمع کر دے اور اسی طرح خشکی کو حکم دیا کہ وہ بھی اس کے اجزاء کو جمع کر دے (جب وہ اس طرح اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہوا تو) اللہ تعالی نے اس سے سوال کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی؟ اس نے جواب دیا خداوندا! (میں بہت گنہ گار تھا) تیرے (عذاب کے ڈر سے ایسا کیا ہوں آپ میری نیت سے) باخبر ہیں۔ تو اللہ تعالی نے (خوفِ الٰہی اور اپنے گناہوں کے اعتراف کی وجہ سے) اس کو بخش دیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنا جنت میں جانے کا سبب ہے

7/3325 ۔ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ وعظ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے (سورۂ رحمٰن، آیت نمبر:46) کی یہ آیت سنائی "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ" (جو اپنے پروردگار کے روبرو قیامت کے دن کھڑے ہونے

سے ڈرتا ہے تو اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی) (یہ سن کر ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کیا یہ خوشخبری ایسے شخص کے لئے بھی ہے) جس نے زنا کیا ہو اور چوری بھی کی ہو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار پھر یہی آیت پڑھی ''وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ''میں نے تیسری بار پھر عرض کیا کہ: اگر چہ کہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری بھی کی ہو۔ یا رسول اللہ! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (ہاں وہ جنت میں داخل ہوگا) اگر چہ کہ ابو درداء کی ناک خاک آلود ہو (یعنی تم کو ناگواری ہو اور تمہاری ذلت ہو)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی ایک مثال

8/3326۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں چند قیدی آئے (جن میں کچھ عورتیں اور بچے بھی تھے) ان میں سے ایک عورت ایسی تھی جس کی چھاتی سے دودھ بہہ رہا تھا (اور وہ اپنے بچہ کی تلاش میں) ادھر اُدھر دوڑ رہی تھی (تا کہ اس کو دودھ پلائے) قیدیوں میں سے جب وہ کسی بچہ کو دیکھ لیتی تو اس کو اٹھا لیتی اور گود میں لے کر اس کو دودھ پلاتی (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے دریافت کیا کہ: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت (جو دوسروں کے بچوں پر اتنی مہربان ہے) اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) اگر وہ آگ میں نہ ڈالنے پر قادر ہو تو وہ ہرگز اپنے بچوں کو آگ میں نہ ڈالے گی (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: (سنو!) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے۔ (اس حدیث سے ارحم الراحمین کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اور رحمتِ الٰہی کی وسعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

9/3327۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جماعت پر سے گزرے تو ان سے دریافت فرمایا: کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں! ان میں ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی اور اس کا بچہ اس کے قریب تھا۔جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تو وہ عورت اپنے بچہ کو (آگ کے پاس سے دور ہٹاتی پھر وہ عورت (اپنے بچہ کو لے کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دریافت کی کیا آپ ہی اللہ کے رسول ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہوں! کیا اللہ تعالی ارحم الراحمین نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں (اللہ تعالی ارحم الراحمین ہیں!) اس نے پھر عرض کیا: کیا اللہ تعالی اپنے بندوں پر اس ماں سے زیادہ مہربان نہیں ہیں جو اپنے بچوں پر بہت مہربان ہوتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں (اللہ تعالی اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہیں ماں کی بہ نسبت جو اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے) تو اس نے پھر عرض کیا کہ: ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک کو جھکائے اور رونے لگے کچھ دیر بعد اپنے سر مبارک کو اوپر اٹھایا اور فرمایا (سنو!) اللہ تعالی اپنے بندوں پر عذاب نہیں کرتے سوائے ان کے جو ایمان نہ لائیں اور اللہ تعالی سے سرکشی اور بغاوت کرتے ہوں اور ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کا انکار کرتے ہوں۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا ایک واقعہ

10/3328۔عامر تیرانداز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: (ایک دفعہ) ہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے جو کملی اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو انھوں نے کملی سے لپیٹ لیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ مجھے پرندوں کے بچوں کی آوازیں سنائی دیں تو میں نے ان بچوں کو پکڑ لیا اور ان کو اپنی کملی میں رکھ لیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی ماں آ کر میرے سر پر منڈلانے لگی میں نے جب اس کے سامنے بچوں کو رکھ دیا تو وہ ان پر آن پڑی تو پھر میں نے ان سب کو اپنی کملی میں لپیٹ لیا پس وہ سب میرے ساتھ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم ان کو (زمین پر) رکھ دو تو میں نے ان کو (زمین پر) رکھ دیا (اور کملی ہٹالی) تو ان بچوں کی ماں (اپنے بچوں کے ساتھ لگی رہی اور) بچوں سے جدا نہ ہوئی (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ: کیا تم لوگ ان بچوں کی ماں کو اپنے بچوں پر شفقت اور رحم کرتے دیکھ کر تعجب کرتے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالی اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے زیادہ مہربان اور شفیق ہیں (پھر آپ نے ان صاحب سے فرمایا) تم ان بچوں کو لے جاؤ اور جہاں سے لائے تھے وہیں ان کی ماں کے ساتھ رکھ آؤ تو وہ صاحب (اسی وقت) ان بچوں کو ماں سمیت اسی جگہ رکھ آنے کے لئے چلے گئے (اس وجہ سے کہ وہ اپنی جگہ سے مانوس تھے) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اور رحمت انسانوں کے علاوہ جانوروں پر بھی ثابت ہوتی ہے)۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

محض نیک عمل بغیر فضل الٰہی کے باعث نجات نہیں

11/3329 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی کو اس کا محض نیک عمل نجات دلانے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہوگا (جب تک کہ اللہ تعالی کا فضل اس کے شاملِ حال نہ ہو اس لئے کہ حقیقت میں نجات کا سبب خدا کا

فضل ہے اور نیک عمل توفیق الٰہی سے ہوتا ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے (یہ سن کر حیرت سے) دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ (بات) آپ کے لئے بھی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مگر یہ کہ اللہ تعالی کی رحمت مجھے ڈھانک لے۔ پس تم لوگوں کو چاہئے کہ (اللہ کے فضل پر بھروسہ کرکے اپنے اعمال کو) درست کرتے رہیں اور (افراط وتفریط سے بچ کر اعمال میں) میانہ روی اختیار کریں اور صبح وشام اور کچھ رات اللہ تعالی کی عبادت (اور یاد) میں رہا کریں اور دین اور دنیا کے کاموں میں) میانہ روی اختیار کریں (اور اگر اپنے اعمال اور اخلاق کو درست کرتے رہیں گے) تو اپنے مقصد کو حاصل کرلیں گے۔'' اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے''۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت خداوندی اور فضل الٰہی جب بندہ کو شامل حال ہوتی ہے تو بندہ کو نیک عمل کی توفیق ملتی ہے اور بندہ نیک عمل کرتا ہے اور نجات حاصل کرتا ہے ورنہ محض نیک عمل بطور وجوب باعثِ نجات نہیں، اگر فضلِ الٰہی شامل حال نہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالی پر کسی بندہ کا کچھ زور نہیں ہے، اور نہ اس کے حکم کے سامنے کسی کو چوں و چرا کی مجال ہے اور اس کی قدرت بے حد و بے حساب ہے۔ کسی کی کیا طاقت کہ خود کو جنت کا مستحق خیال کرے اور بندہ کے عمل کا یہ حال ہے کہ خواہ وہ کیسا ہی اعلی ہو نقص اور کوتاہی سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی اپنے نیک عمل پر نہ اترائے اور نہ بھروسہ کرے۔

اب رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے آپ کو اس میں شامل فرمالینا ایک عمومی خطاب کے طور پر ہے جس میں جواب دینے والا اپنے آپ کو شامل کرکے جواب دیتا ہے تا کہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔

یہ بات بھی خوب واضح رہے کہ اس حدیث کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عمل کو ترک کردیا جائے اور اس سے پہلو تہی کی جائے بلکہ یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ عمل اس وقت کامل اور مقبول ہوگا جب کہ اللہ تعالی کا فضل اس میں شامل ہو۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اعتدال اور

میانہ وری سے نیک عمل کرتے جاؤ تا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرسکو۔

(ماخوذ از: مرقات اور اشعۃ اللمعات ۔ 12)

ایضاً دوسری حدیث

12/3330۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: تم میں سے کسی کو محض اس کا نیک عمل جنت میں داخل نہیں کرسکتا اور نہ دوزخ سے بچا سکتا ہے اور نہ مجھے بھی (جب تک کہ) اللہ تعالیٰ (کا فضل) اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہو (اس لئے کہ دخول جنت اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے البتہ جنت کے درجات اعمال سے ملتے ہیں) (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے 12)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اہل اسلام کو نجات کی خوشخبری

13/3331۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت (سورۂ فاطر، آیت نمبر: 32/33)

"ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ، فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ" لِّنَفۡسِهٖ ، وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ" ، وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌ" بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ، ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ . جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا......" الخ

پھر ہم نے یہ کتاب یعنی قرآن ان لوگوں (یعنی اہل اسلام) کے ہاتھوں میں پہونچائی جن کو ہم نے (ایمان کے اعتبار سے) تمام دنیا جہان کے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر ان میں بعض (تو کچھ گناہ کرکے) اپنی جانو پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں (جو نہ تو گناہ کرتے ہیں اور نہ عبادتوں میں زیادتی کرتے ہیں) اور بعض ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی

کرتے جاتے ہیں یہ یعنی (ایسی کتاب کا ان مذکورہ تینوں قسم کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں پہونچا دینا) جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے وہ ایسے باغات ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ تینوں قسم کے لوگ (جن کا ذکر آیت صدر میں ہے) جنتی ہیں۔ اس کی روایت بیہقی نے " کِتَابُ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرُ" میں کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے اس آیت کی توضیح میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں منجملہ ان اقوال کے ایک قول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں مسلمانوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں اور تینوں کو "عِبَادِنَا" (ہمارے بندے) فرمایا یعنی تینوں کی نسبت اپنی طرف کی، اور تینوں کے مراتب ہیں تفاوت کے باوجود تینوں کو منتخب اور پسندیدہ قرار دیا اور تینوں کے لئے جنت کی یہ خوشخبری دی اور یہ خوش خبری کلمۂ اخلاص " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کی بدولت اہل اسلام کو دی گئی ہے۔ 12

اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا بیان

14/3332۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب بندہ اسلام قبول کرے اور اس کا اسلام اچھا ہو (یعنی اس کا ظاہر اور باطن اچھا ہو) تو اللہ تعالیٰ (ایمان لانے کی وجہ سے اس کے قبلِ ایمان کے) تمام گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اسلام قبول کرنے کے بعد ہر نیکی کا بدلہ اس کو (کم ازکم) دس گنا ملتا ہے یہاں تک کہ (اس کے کمالِ اخلاص کے اعتبار سے اس کو ایک نیکی کا اجر کبھی) سات سو گنا تک بھی ملتا ہے بلکہ (اللہ تعالیٰ چاہیں تو) اس سے بھی زیادہ (اس کو اجر عطا فرماتے ہیں) لیکن ایک گناہ کا بدلہ ایک ہی دیا جائے گا (اس میں زیادتی نہیں ہوتی) اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس گناہ کو معاف بھی فرمادیتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ایک نیکی کا بدلہ دس، سات سو بلکہ اس سے زیادہ بھی ملتا ہے اور ایک برائی کا ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے

15/3333۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے لوح محفوظ میں میں ان اعمال کو) لکھوادیا ہے جن پر (بندۂ مومن کو) نیکیاں ملتی ہیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے (اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ ان اعمال کو بھی لکھوادیا ہے جن کے کرنے پر بندۂ مومن کو گناہ ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے) پس اگر کوئی بندہ کسی نیکی کا پکا ارادہ کرلیتا ہے اور (کسی عذر) کی وجہ سے اس کو انجام نہ دے سکا تو بھی اللہ تعالیٰ (اس کی نیت کی وجہ سے) اس کو پوری نیکی کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور جو شخص ارادہ کے ساتھ ساتھ اس نیک عمل کو کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اپنے فضل سے) اس کے لئے (نامۂ اعمال میں کبھی) دس اور (کبھی) سات سو اور (کبھی) اس سے زائد بھی (اس کے خلوص کے مطابق) نیکیاں لکھوادیتے ہیں اور اس کے برخلاف جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے ڈر سے) اس کو روبہ عمل نہ لائے تو اللہ تعالیٰ (اس کے خوف کی وجہ سے) اس برائی کے معاوضہ میں پوری نیکی لکھ دیتے ہیں اور جو شخص برائی کا ارادہ کرکے اس پر عمل بھی کرے تو ایک برائی کے بدلہ ایک ہی گناہ (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھا جاتا ہے۔

اس کی روایت بخاریؒ اور مسلمؒ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: صاحب مرقاتؒ نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ: سبحان اللہ! اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کا اظہار ہے کہ برائی کے قصد کو نامۂ اعمال میں لکھوایا نہ جائے اور نیکی کے قصد کو بغیر عمل کئے کے بھی ایک نیکی لکھوا دی جاتی ہے اور برائی کے کرنے کے بعد ایک ہی برائی لکھوائی جائے اور ایک نیکی کے بدلہ میں دس گنا، سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھوائی جائیں۔البتہ کوئی شخص برائی کا قصد کرے اور خوفِ کے علاوہ خدا کے کسی اور مجبوری سے اس برائی کو نہ کرسکے تو ایسے

شخص کے لئے ایک برائی کی نیت کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ جیسے کسی نے رات کو اپنے دل میں یہ عزم کرلیا کہ فلاں کو قتل کردوں گا اور اسی رات کو وہ مرگیا تو اس پر قتل کے قصد کی وجہ سے قتل کا گناہ لکھا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر:36)"اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا " بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی (کہ آنکھ کا استعمال کہاں کیا، کان کا استعمال کہاں کیا اور دل میں بے دلیل بات کا کیوں خیال جمایا) اور عُجب، کبر اور ریاء یہ دل کی بیماریاں ہیں اور ان پر بھی مؤاخذہ ہے۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔

نیکیوں سے سینہ کشادہ ہوتا ہے اور برائیوں سے سینہ تنگ ہوتا ہے

16/3334۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اس (بندۂ مومن) کی مثال جو برائیوں کے بعد نیکیاں کرنے لگے اس شخص کے مانند ہے جس کے جسم پر ایک تنگ درع تھی جس نے اس (کے جسم) کو دبا رکھا تھا اس کے نیکیاں کرنے کی وجہ سے اس (درع) کا ایک ایک حلقہ کھلنے لگا یہاں تک کہ ہر نیکی کے بدلہ میں اس (کی درع) کے حلقے کھلتے چلے گئے اور وہ (ڈھیلی ہوکر) زمین پر گر گئی۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

ف: اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ: برائی کرنے سے انسان کا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور وہ اپنے کاموں پر متحیر رہتا ہے اور لوگ اس کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔حدیث شریف میں اس حالت کو زرع کی تنگی سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے برخلاف نیکیاں کرنے سے سینہ کشادہ ہوتا ہے اور کام آسان ہوتے ہیں اور لوگ اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حدیث شریف میں اس حالت کو درع کے کھلنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔مرقات۔

عبادتوں سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنتا ہے

17/3335۔ثوبان رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

روایت فرماتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ: بندۂ (مومن مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کی تلاش میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میرا فلاں بندہ میری خوشنودی کی فکر میں لگا ہوا ہے (جبرئیل! تم) سن لو کہ میری رحمت (کاملہ) اسی پر نازل ہے یہ سن کر جبرئیل علیہ السلام ندا فرمادیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت فلاں بندہ پر ہے اور اسی (دعاء کے کلمہ) کو حاملینِ عرش اور ان کے اطراف والے فرشتے کہتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے اس شخص کے حق میں دعاء کرتے ہیں پھر (اللہ تعالیٰ کی رحمت) اس شخص کے حق میں زمین والوں تک پہونچتی ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو پسند فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے تو زمین والے بھی اس کو چاہنے لگتے ہیں)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

(4/105)

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ وَالْمَنَامِ

(یہ باب ان دعاؤں کے بیان میں ہے جو صبح شام اور سوتے وقت پڑھی جائیں)

دوزخ سے نجات دلانے والی دعاء

1/3336۔ حارث بن مسلم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ان سے بطور راز داری کے یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہوجاؤ اور سلام پھیر دو (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔) تو کسی سے بات کئے بغیر سات مرتبہ "اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔ (اے اللہ مجھے دوزخ سے بچا لیجئے) پڑھ لیا کرو (سات کا عدد اس لئے ارشاد ہوا کہ دوزخ کے سات دروازے اور درجے ہیں) تم جب اس (دعاء) کو (سات مرتبہ) پڑھو اور اسی رات تمہارا انتقال ہوجائے تو تمہارے لئے دوزخ سے نجات لکھی جائے گی اور اسی طرح فجر کی نماز کے بعد بھی (سات مرتبہ اس دعاء کو) پڑھو اور اگر اسی دن تمہارا انتقال ہوجائے تو تمہارے لئے دوزخ سے نجات لکھی جائے گی۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

صبح اور شام پڑھی جانے والی دعاء

2/3337۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: ابا جان! ہر روز صبح اور شام میں آپ کو یہ دعاء تین تین مرتبہ پڑھتے ہوئے سنتا ہوں (اس کی کیا وجہ ہے؟) اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ . اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ

فِیۡ سَمۡعِی. اَللّٰھُمَّ عَافِنِیۡ فِیۡ بَصَرِیۡ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ ۔اے اللہ! میرے بدن کو عافیت سے رکھیے اے اللہ! آپ میری سماعت میں عافیت دیجئے (کہ میں احکام شریعت کو سن کر عمل کرنے کے قابل رہوں) الٰہی! مجھے میری بصارت میں عافیت دیجئے (تاکہ میں آپ کی نشانیوں سے عبرت حاصل کرسکوں)

آپ اس دعاء کو تین بار صبح اور تین بار شام پڑھا کرتے ہیں۔تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو (صبح اور شام) ان دعاؤں کو پڑھتے ہوئے سنا ہے تو میں آپ کی سنت کی پیروی کرنا بے حد پسند کرتا ہوں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف کے آخر میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند کو اس دعاء کو صبح وشام پابندی کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ مجھے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی پیروی بے حد پسند ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤں اور اعمال خیر کے انجام دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کی اتباع مقصود ہو، نہ کہ کوئی دنیوی غرض۔مشکوٰۃ۔

امراض اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے والی دعاء

3/3338۔ ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندہ ہر روز صبح وشام کے ابتدائی حصہ میں تین مرتبہ یہ دعاء پڑھے: بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَایَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡ ءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔

اس اللہ کے نام سے (میں نے صبح کی اور شام کی) کہ جس کے نام سے زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی (ہمارے اقوال کو) سننے والا ہے اور (ہمارے احوال کو) جاننے والا ہے۔

تو کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتی (راوی حدیث) حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے (جسم کے) ایک حصہ پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا تو (حدیث کو سننے والا) شخص آپ کو (تعجب سے) دیکھنے لگا تو حضرت ابان نے اس سے فرمایا: تو مجھے کیا دیکھتا ہے؟ حدیث اسی طرح ہے جیسے کہ میں نے تجھ سے بیاں کی ہے لیکن اس دن میں نے اس دعاء کو پڑھ نہ سکا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنی تقدیر کو جاری فرمادیں۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداود نے کی ہے۔

4/3339۔ اور ابوداود کی روایت میں یہ (اضافہ) ہے جو شام کے وقت اس دعاء کو پڑھے تو) اچانک صبح تک اس کو کوئی بلا نہیں پہونچتی اور جو اس دعاء کو صبح کے وقت پڑھے تو شام تک اس کو اچانک کوئی مصیبت نہیں پہونچتی۔

فوت شدہ اوراد، ووظائف کا ثواب دلانے والی آیتیں

5/3340۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت (سورۂ روم، آیت نمبر: 17/19 کو) پڑھے:" فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ . وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ . يُخۡرِجُ الۡحَيَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَيُحۡيِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا . وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ".

تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو صبح کے وقت اور شام کے وقت بھی اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور نیز سہ پہر کے وقت اور دوپہر کے وقت بھی (اس کی پاکی بیان کرو) وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور تم (قیامت کے روز قبروں سے) اسی طرح نکالے جاؤ گے۔

تو اس کو (ان آیتوں کے تلاوت کی وجہ سے اس کے دن کے مقررہ اوراد و وظائف چھوٹ گئے ہوں تو) ان کا ثواب مل جائے گا اور وہ اپنے فوت شدہ اوراد کے ثواب سے محروم نہ ہوگا) اور (اسی طرح) جس نے شام کے وقت ان (آیتوں) کی تلاوت کی تو اس کو بھی رات کے فوت شدہ (اوراد و وظائف کا ثواب مل جائے گا۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

وہ کلمات جن کے پڑھنے سے رات اور دن کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں

6/3341۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص صبح ان (کلمات) کو پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَ نُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَ مَلاَئِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ ؛ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ ،لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرُسُوْلُكَ ۔یاالٰہی! ہم نے صبح کی اس حال میں کہ گواہ کرتے ہیں آپ کو آپ کے حاملین عرش کو اور گواہ کرتے ہیں آپ کے فرشتوں کو اور آپ کی ساری مخلوقات کو کہ بیشک آپ ہی اللہ ہیں آپ کے سوائے کوئی معبود نہیں آپ کے (ذات،صفات اور افعال) میں کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں۔

تو (ان کلمات کی برکت سے) اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ (صغیرہ) کو جو اس دن میں ہوئے ہوں بخش دیتے ہیں اور (اسی طرح) اگر وہ ان (کلمات) کو شام کے وقت پڑھے تو اس کے وہ گناہ (صغیرہ) جو اس رات میں ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ ان کو بھی بخش دیتے ہیں۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

وہ دعا جس کے پڑھنے سے رات اور دن کی نعمتوں کا شکر ادا ہوتا ہے

7/3342۔عبداللہ بن غنام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص صبح کے وقت (ان کلمات کو) پڑھے: " اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیِ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِأَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ ، فَلَکَ الْحَمْدُ. وَ لَکَ الشُّکْرُ".

یا الٰہی! (دینی ودنیوی) جونعمتیں مجھے یا تیری مخلوق میں کسی کو ملی ہیں وہ آپ ہی اکیلے کی طرف سے ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں، پس آپ ہی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے اور آپ ہی کے لئے ہر قسم کا شکر ہے۔

تو اس نے اپنے اس دن کا شکرادا کردیا اور اسی طرح جو کوئی شام کے وقت یہ دعاء پڑھے تو اس نے اپنی اس رات کا شکرادا کردیا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

واضح ہو کہ شام کے وقت جب یہ دعاء پڑھی جائے تو "مَا اَصْبَحَ" کی بجائے "مَا اَمْسَی" پڑھیں۔

اعترافِ نعمت بھی شکر ہے

حاشیہ مشکاۃ میں لمعات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے عرض کیا رب العزت! آپ کی نعمتیں مجھ پر بے شمار ہیں میں کس طرح ان کا شکرادا کروں، ارشاد ہوا کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ ساری نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں تو تم نے میرا شکرادا کردیا۔ 12

ایک جامع دعاء جس کو حضور ﷺ صبح وشام پابندی سے پڑھتے تھے

8/3343۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ان (دعائیہ) کلمات کو صبح اور شام کبھی نہیں چھوڑا (یعنی صبح وشام پابندی سے پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ .اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْعَفْوَ

وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ .

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ ، وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ .

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ، وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ، وَمِنْ فَوْقِيْ . وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ ''.

یا الٰہی !میں آپ سے آخرت اور دنیا میں عافیت چاہتا ہوں۔ یا الٰہی! میں آپ سے (اپنے گناہوں کی) معافی اور اپنے دین اور اپنی دنیا اور اہل اور اپنے مال میں سلامتی چاہتا ہوں۔ یا الٰہی !آپ میرے عیبوں کو چھپا دیجئے اور خطرات سے محفوظ رکھئے۔ یا الٰہی! آپ میرے آگے پیچھے، داہنے بائیں اوراوپر سے میری حفاظت فرمایئے۔اور میں آپ کی عظمت کی پناہ لیتا ہوں؛ اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے ہلاک کردیا جاؤں زمینی بلاؤں سے (یعنی زلزلہ وغیرہ سے میری ہلاکت نہ ہو)۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

حضور کا اپنی صاحبزادی کوایک دعاء کا سکھانا

9/3344۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ایک صاحبزادی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ان کوسکھائے کہ جب تم صبح کروتو یہ دعاء پڑھا کرو۔

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهُ . مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ. أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا''.

میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اس کی تعریف کے ساتھ، اور (حمد وثنا بیان کرنے کی) قوت اللہ تعالیٰ کی (مدد سے)ہی ہے جو اللہ چاہیں وہی ہوتا ہے اور جو اللہ نہ چاہیں وہ نہیں ہوتا۔ میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو علم سے گھیرے ہوئے ہیں۔

پس جو شخص ان (کلمات) کو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے تو وہ (بلاؤں اور خطاؤں سے) شام

تک محفوظ رہتا ہے۔ اور (اسی طرح) جو شخص شام کے وقت ان (کلمات) کو پڑھے تو صبح تک (بلاؤں اور خطاؤں سے) محفوظ رہتا ہے۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو راضی کرلیں گے

10/3345۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو مسلمان بندہ صبح اور شام (اس دعاء کو) تین مرتبہ پڑھا کرے: **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا و بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا.**

راضی ہوں میں اس بات پر کہ اللہ (میرے) رب ہیں اسلام (میرا) دین ہے اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم (میرے) نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہوگا کہ قیامت کے دن اس کو اپنے فضل وکرم سے (اتنا ثواب دیں کہ) وہ راضی ہوجائے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

چوتھا کلمۂ توحید صبح اور شام پڑھنے کی فضیلت

11/3346۔ حضرت ابوعیاش (زید بن صامت انصاری) رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص صبح کے وقت یہ کہے:

لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ایسے شخص کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے (اگر کوئی غلام بنالیا گیا اور اس کو آزاد کردیا جائے تو) ایک غلام آزاد کرنے کے

برابر ثواب ملتا ہے اور (اس کے علاوہ) اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں اور شام ہونے تک وہ شیطان (کے شر) سے حفاظت میں رہتا ہے۔ اور جس نے ان (کلمات) کو شام کے وقت کہا تو وہ بھی (اسی اجر وثواب کا مستحق ہوگا اور وہ اللہ کی حفاظت میں) صبح ہونے تک رہے گا۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو خواب میں دیکھا تو وہ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوعیاش آپ سے (کلمۂ توحید پڑھنے والے کی فضیلت میں) کثیر اجر وثواب بیان کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ: ابوعیاش نے سچ کہا ہے (اس کی ایسی ہی فضیلت ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ سے ہے۔

رات دن کے استقبال کی دعاء

12/3347۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم علیہ رات کے استقبال میں یوں فرماتے:

اَمْسَيْنَا وَ اَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ،لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا. وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا.

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَ الْهَرَمِ، وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ.

ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے (بھی) شام کی اور ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف کے

لائق وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا الٰہی! میں آپ سے اس رات کی بھلائی اور اس میں جو بھلائی واقع ہونے والی ہے وہ مانگتا ہوں اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس رات کی برائی سے اور اس برائی سے جو اس رات میں واقع ہونے والی ہے۔ یا الٰہی! میں آپ کی حفاظت میں آتا ہوں سستی، بڑھاپے، بوڑھے پن کی برائی، دنیا کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے۔

اور جب صبح ہوتی تو (صبح کے استقبال میں '' اَمۡسَیۡنَا '' یا ''وَاَمۡسَی الۡمُلۡکُ '' کے بجائے) یوں فرماتے ہیں:'' اَصۡبَحۡنَا وَاَصۡبَحَ الۡمُلۡکُ'' ہم نے صبح کی اور خدا کی ساری کائنات نے (بھی) صبح کی (اور اس کے بعد آپ یہی دعاء آخر تک پڑھتے)

13/3348۔ اور ایک روایت میں اتنا اور اضافہ ہے:

رَبِّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ عَذَابٍ فِیۡ النَّارِ وَعَذَابٍ فِیۡ الۡقَبۡرِ۔

اے میرے پروردگار! میں آپ کی امان میں آتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے بھی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

صبح کے وقت اس دعاء کے ان درمیانی الفاظ کو اس طرح پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ خَیۡرِ ھٰذَا الۡیَوۡمِ وَخَیۡرِمَا فِیۡہِ، وَاَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا فِیۡہِ۔

ایضاً دوسری حدیث

14/3349۔15/3350۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شام ہوئی تو (رات کے استقبال میں) یوں فرماتے:

اَمۡسَیۡنَا وَ اَمۡسَی الۡمُلۡکُ لِلّٰہِ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ، لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ ،وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ٥

رَبِّ اَسْأَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَهَا ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَاo

رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِن الْکَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْکِبَرِ وَ الْکُفْرِ.

(اس کا ترجمہ پہلی حدیث میں گذر چکا ہے)

اور جب صبح ہوتی تو (صبح کے استقبال میں) آپ یوں فرماتے:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰهِ (اور اس کے بعد آپ یہی دعاء آخر تک پڑھتے)

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

16/3351۔ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جب تم میں سے کوئی صبح کرے تو اس کو چاہیئے کہ (صبح کے استقبال میں) یہ (دعاء) پڑھے: اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَ نُوْرَهٗ وَبَرَکَتَهٗ وَهُدَاهٗ . وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ وَمِنْ شَرِّمَا بَعْدَهٗ۔

ہم نے صبح کی اور ساری کائنات نے (بھی) صبح کی اللہ رب العالمین کے لئے، یا الٰہی! میں اس دن کی بھلائی، اس میں (مقاصد پر) کامیابی اور (دشمن پر) غلبہ اور (علم و عمل کی) روشنی اور اس کی برکت (یعنی حلال روزی) اور اس کی ہدایت (یعنی خیر پر استقامت) مانگتا ہوں۔ اور اس دن میں جو برائی ہے اور اس کے بعد جو برائی آنے والی ہے (ان سے) میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

پھر جب وہ شام کرے تو اسی طرح یہی دعاء پڑھے (البتہ شام کے وقت جب یہ دعاء پڑھے تو اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ کی بجائے اَمْسَیْنَا وَ اَمْسَی الْمُلْکُ سے شروع کرے اور

هٰذَاالْیَوْمَ کی بجائے هٰذَ االلَّیْلَ پڑھے)

ایضاً چوتھی حدیث

17/3352۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب صبح ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالْکِبْرِیَاءُ وَ الْعَظَمَةُ لِلّٰہِ، وَ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَکَنَ فِیْهِمَا لِلّٰہِ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَاالنَّهَارِ صَلَاحًا، وَ اَوْسَطَهٗ نَجَاحًا، وَآخِرَهٗ فَلَاحًا. یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ہم نے اور ساری کائنات نے اللہ تعالیٰ کے لئے صبح کی، ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے بزرگی ذات کی اور بڑائی صفات کی اللہ ہی کو ہے۔ اور مخلوقات اور ان پر تصرف، اور رات اور دن اور ان دونوں میں جو چیزیں واقع ہیں (جیسے سردی اور گرمی) سب اللہ ہی کی ہیں۔

یا الٰہی! اس دن کی ابتدا کو (دینی اور دنیوی) بھلائی کا اور اس کے درمیان کو (دارین کے مقاصد میں) کامیابی اور اس کے آخر کو (حسن خاتمہ) اور نجات کا ذریعہ بنا دیجئے اے رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

اس (حدیث) کو امام نووی نے ابن السنی کی روایت سے کتاب الاذکار میں بیان کیا ہے۔

ف: واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم نے دعاء کے آخر میں "یَـــــا اَرْحَـــمَ الرَّاحِمِیْن" اس لئے فرمایا کہ اس سے دعاء جلد قبول ہوتی ہے۔ مرقات 12

صبح کے وقت پڑھنے کی ایک دعاء

18/3353۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم صبح کے وقت یوں فرمایا کرتے تھے:

" اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَ كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَعَلٰی دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ، وَعَلٰی مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ".

ہم نے دین فطرت یعنی اسلام پر اور کلمۂ توحید پر اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف کے طریقہ پر صبح کی اور حضرت ابرہیم علیہ السلام سارے ادیان باطلہ سے بیزار اور دینِ حق پر قائم اور شرک کرنے والوں میں نہ تھے۔

اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے۔

19/3354۔ اور صاحب السلاح نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تخریج امام نسائی نے کئی طریقوں سے کی ہے اور ان کی سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

صبح اور شام پڑھنے کی ایک اور دعاء

20/3355۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم یوں فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَيْنَا، وَ بِکَ نَحْيَا وَبِکَ نَمُوْتُ،وَ اِلَيْکَ الْمَصِيْرُ۔

یا الٰہی! (آپ کی حفاظت میں) ہم نے صبح کی ہے اور (آپ ہی کی حفاظت میں) ہم شام کریں گے، اور (آپ ہی کے اسم محی) ہم زندہ ہیں اور آپ ہی کے (اسم ممیت سے) ہم مریں گے اور آپ ہی (کے حکم سے) آپ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اور جب شام ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم یوں فرماتے:

" اَللّٰهُمَّ بِکَ اَمْسَيْنَا، وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْيَا وَبِکَ نَمُوْتُ، وَ اِلَيْکَ

النُّشُوْرُ''۔

یاالٰہی! (آپ ہی کی حفاظت میں) ہم نے شام کی اور آپ ہی کی حفاظت میں صبح کریں گے اور آپ ہی سے ہم زندہ ہے اور آپ ہی سے ہم مریں گے اور (قیامت کے دن) آپ ہی کی طرف اٹھنے والے ہیں۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

صبح،شام اور سوتے وقت پڑھنے کی دعاء

21/3356۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک ایسی دعاء کا حکم دیجئے جس کو میں صبح اور شام (بطور وظیفہ) پڑھا کروں (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا تم یہ وظیفہ پڑھا کرو: '' اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ .اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ''.

اے اللہ! (مخلوق سے جو چیزیں) پوشیدہ (ہیں) اور جو (ان پر) ظاہر ہیں ان سب کا جاننے والا، بغیر کسی نمونہ کے) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا! اے ہر چیز کے رب اور مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اپنے نفس کے شرارتوں سے شیطان کے وسوسوں سے اور اس کے شرک کروانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

تم اس دعاء کو صبح اور شام اور سوتے وقت (بستر پر) پڑھا کرو۔اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔

سوتے وقت کسی سورت کی تلاوت حفاظت کی ضمانت ہے

22/3357۔حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: جب کوئی مسلمان (بستر پر) سوتے وقت (لیٹے ہوئے) قرآن کی کوئی سورت پڑھتا رہے تو اللہ تعالی ایک فرشتہ کو (اس کی نگہبانی کے لئے) متعین فرمادیتے ہیں تاکہ کوئی ضرر پہنچانے والی چیز اس کے قریب نہ آئے۔ یہاں تک کہ وہ نیند سے بیدار ہوجائے خواہ وہ (نیند سے) جب کبھی بیدار ہو۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سوتے وقت پڑھنے کی ایک دعاء

23/3358۔ابوازھرانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں بستر پر سونے کے لئے تشریف رکھتے تو یہ دعاء پڑھتے:

" بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِىْ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ ذَنْبِىْ. وَأَخْسِءْ شَيْطَانِىْ . وَفُكَّ رِهَانِىْ ، وَاجْعَلْنِى فِى النَّدِيِّ الْأَعْلٰى ".

میں اللہ ہی کے نام سے (سوتا ہوں) اوراسی کے لئے اپنا پہلو (بستر پر) رکھتا ہوں۔ یا الٰہی! آپ میرے گناہوں کو بخش دیجئے اور میرے شیطان کو دور کردیجئے اور میرے نفس کو (حقوق العباد سے) آزاد کردیجئے اور مجھے آپ ملاءاعلیٰ یعنی مقربین میں شامل فرمادیجئے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

سوتے وقت پڑھنے کی ایک اور دعاء

24/3359۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں بستر میں سونے کے لئے تشریف رکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَفَانِىْ وَاٰوَانِىْ وَاَطْعَمْنِىْ وَسَقَانِىْ، وَالَّذِىْ مَنَّ عَلَىَّ فَاَفْضَلَ، وَالَّذِىْ اَعْطَانِىْ فَاَجْزَلَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَىْءٍ وَ مَلِيْكَهُ،وَاِلٰهَ كُلِّ شَىْءٍ، اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّار .

تمام تعریفیں اس اللہ تعالی ہی کے لئے ہیں جو میرے لئے کافی ہوگیا اور جس نے مجھے پناہ دی، مجھے کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے حاجت سے بڑھ کر دیا اور جس نے مجھے (ہر قسم کی نعمتیں) دیں اور کثرت سے دیں (اس لئے) ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر ہے، اے اللہ! اے ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک! اور اے ہر چیز کے معبود! میں دوزخ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

25/3360۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رات میں بستر پر) سوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ، وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ ." اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ . اَللّٰھُمَّ لَا یُھْزَمُ جُنْدُکَ، وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُکَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ. سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ".

یاالٰہی! میں آپ کی ذاتِ کریم اور آپ کے کامل کلمات یعنی آپ کے اسماء اور صفات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جس کی پیشانی آپ کے قبضہ (اور قدرت) میں ہے۔ یاالٰہی! قرض کو اور گناہ کو آپ ہی دور فرماتے ہیں۔ یااللہ! آپ کے لشکر کو شکست نہیں ہوتی اور آپ کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا اور دولت مندوں کو اس کی دولت (آپ کے عذاب سے) نہیں بچاسکتی (صرف آپ کا فضل اور رحمت بچاسکتی ہے اس لئے) میں آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

سوتے وقت اور جاگتے وقت کی ایک دعاء

26/3361۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں جب (بستر پر) سونے لگتے تو اپنا (سیدھا) ہاتھ اپنے (سیدھے) رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا.

یاالٰہی! آپ کے نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں یعنی سوتا ہوں اور جاگتا ہوں۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یوں فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے ہم کو مارنے کے بعد جلایا یعنی سونے کے بعد جگایا اور اس کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

27/3362۔اور مسلم نے اس کی روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

سوتے وقت کی ایک اور دعاء

28/3363۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے (سیدھے) ہاتھ کو اپنے سر کے نیچے رکھتے پھر یہ (دعاء) پڑھتے: اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ، یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَکَ (''تَجْمَعُ'' کی بجائے ''تَبْعَثُ'' (جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے) بھی آیا ہے۔

یاالٰہی! آپ مجھے (اس دن کے) عذاب سے بچایئے جس دن آپ اپنے بندوں کو جمع کریں گے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

29/3364۔اور امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

30/3365۔ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دعاء تین (3) بار پڑھتے: اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ.

یاالٰہی! آپ مجھے (اس دن کے) عذاب سے بچائیے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

سوتے وقت یہ استغفار پڑھنے کی فضیلت

31/3366۔حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص سوتے وقت اپنے بستر پر یہ (استغفار) تین بار پڑھے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ.

میں اللہ تعالی سے (اپنے گناہوں کی) بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندۂ جاوید اور وہی (کارخانۂ عالم کا) سنبھالنے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع ہوں۔

تو اللہ تعالی اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں اگر چہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر یا عالج جنگل کی ریت کی گنتی برابر یا درختوں کے پتوں یا دنیا کے دنو ں کی تعداد کے برابر ہوں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بے خوابی کو دور کرنے کی ایک دعاء

32/3367۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے (اپنے بارے میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا :یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بے خوابی کی وجہ سے رات میں سو نہیں سکتا ہوں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو یہ دعاء پڑھا کرو:

" اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ ، وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ. وَرَبَّ

الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّتْ. كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا ؛ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ ، أَوْ أَنْ يَّبْغِيَ عَلَيَّ .عَزَّ جَارُكَ ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ".

''یا الٰہی! اے ساتوں آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جس پر (آسمان) سایہ کئے ہوئے ہیں اور زمینوں کے اور ان چیزوں کے رب جن کو (زمینیں) اٹھا رہی ہیں اور اے شیطانوں کے اور ان کے رب جن کو (شیطانوں نے) گمراہ کیا ہے۔ آپ اپنی تمام مخلوقات کی برائی سے میرے لئے پناہ دینے والے بن جائیے۔ کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی یا ظلم کرے! جو تیری پناہ میں ہو وہ غالب ہے اور آپ کی تعریف بلند و بالا ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معبود (حقیقی) تو آپ ہی ہیں۔'' اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

33/3368۔ اور حصن میں ہے کہ طبرانی نے اس کی روایت معجم اوسط میں کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس طرح روایت کی ہے مگر ان کی روایت میں '' وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ '' کے بجائے '' تَبَارَكَ اسْمُكَ '' ہے۔

34/3369۔ حضرت میرک نے فرمایا کہ امام طبرانی نے اسے معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: عَزَّ جَارُكَ ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

سونے سے پہلے بستر جھٹکنے کی تاکید

35/3370۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سونے کے لئے (بستر پر) جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنا بستر اپنی تہ بند کے اندرونی کنارہ سے جھٹک لے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کے غیاب میں اس (بستر) پر کیا پڑا ہے (لیٹنے کے بعد) پھر یہ دعاء پڑھے:

" بِاسْمِکَ رَبِّی وَضَعْتُ جَنْبِیْ ،وَبِکَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا،وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ ".

اے میرے رب! میں نے آپ کے نام سے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا ہے اور آپ ہی (کے نام) سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر آپ (اسی حالت میں) میری جان قبض کر دیں تو اس پر رحم فرمائیے اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا یعنی زندہ رکھا تو آپ اس کی ایسی حفاظت فرمائیے جیسے آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

36/3371۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ وہ اپنے سیدھے کروٹ پر لیٹے پھر وہی اوپر کی دعاء پڑھے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

37/3372۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے بستر کو اپنے کپڑے کے کنارہ سے تین مرتبہ جھٹکے اور ایک روایت میں دعاء میں ''فَارْحَمْهَا'' کے بجائے ''فَاغْفِرْلَهَا'' (تو اس کو بخش دے) آیا ہے۔

سوتے وقت کی ایک دعاء جس میں خاتمہ بالخیر ہونے کی بشارت ہے

38/3373۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر پر سونے کو تشریف لے جاتے تو اپنے سیدھی کروٹ پر لیٹتے پھر یہ دعاء پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْکَ ، وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَ اَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَیْکَ، لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ . آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ ،وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.

یاالٰہی! میں نے اپنی ذات کو تیرے سپرد کردیا اور اپنا رخ (اور خیال) آپ ہی کی طرف کرلیا اور میں نے اپنے تمام کام (ظاہری و باطنی) سب آپ کے حوالہ کردیئے اور (ثواب کی) امید اور (عذاب) کے ڈر سے میں نے آپ ہی پر بھروسہ کیا ہے آپ کے سوا کوئی اور پناہ اور نجات کی جگہ نہیں اور میں آپ کی نازل کردہ کتاب (قرآن) پر اور آپ کے بھیجے ہوئے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لایا ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو ان کلمات کو (سوتے وقت) پڑھے اور اسی رات مرجائے تو وہ اسلام پر مرے گا۔

39/3374 ۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا اے فلاں شخص جب تم (رات میں سونے کے لئے) بستر پر جاؤ تو نماز پڑھنے کی طرح وضو کرو پھر اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعاء پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ سے اَرْسَلْتَ تک یعنی مذکور بالا پوری دعاء پڑھے (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی رات کو انتقال کرجاؤ تو تم اسلام پر مروگے اور اگر صبح کو (زندہ) اٹھوگے تو بھلائی پاؤگے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سوتے وقت پڑھنے کی ایک اور دعاء

40/3375 ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رات میں سونے کے لئے) جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَآوَانَا، فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ.

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمارے لئے کافی ہو

گیا اور ہمیں ٹھکانا دیا ایسے کتنے ہیں جن کا نہ تو کوئی کفیل ہے نہ ٹھکانہ دینے والا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

41/3376۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ (رات میں) بستر پر سونے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو یہ دعا پڑھتے:

" اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ وَ رَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی، مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ، اَعُوْذُ بِکَ مِن شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ . اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ، وَ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ، وَ اَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ، وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ، اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ".

اے اللہ! اے آسمانوں کے رب! زمین کے رب اے ہر چیز کے رب! اے دانہ! اور گٹھلی کے پھاڑنے والے! اے توراۃ، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے ہر شریر کی برائی سے جس کی پیشانی کے بال آپ کے اختیار میں ہیں، میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں سب سے پہلے آپ اور آپ سے پہلے کوئی نہیں، اور آپ ہی سب سے آخر ہیں اور آپ کے بعد کوئی نہیں اور آپ ہی ظاہر ہیں اور آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں! اور آپ ہی پوشیدہ ہیں اور آپ سے بڑھ کر پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔

آپ میرے قرضہ (حقوق اللہ اور حقوق العباد) کو ادا کر دیجئے اور مجھے (ہر قسم کے) فقر سے بے نیاز کر دیجئے۔اس کی روایت ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم نے بھی اس کی روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ کی ہے۔

سوتے وقت تسبیحات فاطمی پڑھنے سے تھکن دور ہوتی ہے

42/3377 ۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی مشقت کی شکایت کرنے کے لئے آئیں جو چکی (پیسنے کی وجہ) ان کے ہاتھوں کو پہنچی تھی۔(اس لئے کہ) آپ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غلام آئے ہوئے ہیں (چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے اس لئے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے ملاقات نہ ہوئی تو آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سارا قصہ بیان کردیا (کہ ان کو خادم کی ضرورت ہے)۔جب حضور تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر دی،حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور (اس وقت) ہم اپنے بچھونوں پر لیٹے ہوئے تھے ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا: تم اسی حالت پر رہو آپ میرے اور بی بی فاطمہؓ کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں اپنے پیٹ پر آپ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس چیز سے بہتر بات نہ بتلاؤں جو تم نے مانگی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم بستر پر (سونے کے لئے) جاؤ تو تینتیس (33) بار سُبْحَانَ اللّٰہ تینتیس (33) بار اَلْحَمْدُلِلّٰہ چونتیس (34) بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا کرو یہ (وظیفہ) تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تسبیحات فاطمی ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھنا چاہئے

43/3378 ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خادم مانگنے کے لئے تشریف لائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو میں ایک ایسی چیز (یعنی وظیفہ) نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہے۔تم ہر نماز کے وقت اور

اپنے سوتے وقت (33) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه (33) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور (34) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

وہ تسبیحات جو عمل میں آسان ہیں مگر ان پر پابندی مشکل ہے

44/3379۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: دو عادتیں ایسی ہیں کہ جو مرد مسلم ان کی حفاظت کرے گا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ سن لو یہ دونوں (باتیں بہت) آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے کم ہیں (ان میں کی ایک بات یہ ہے) ہر نماز کے بعد (10) دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه، (10) دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور (10) دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا کرے (راوی نے) فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھ (کی انگلیوں پر ان تسبیحات) کو شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ زبان سے (پانچوں نمازوں کے) ڈیڑھ سو (150) ہوئے اور (قیامت کے دن وزن میں) میزان میں ایک ہزار پانچ سو ہوں گے (اور دوسری بات یہ ہے کہ) جب کوئی (بستر پر) سونے کے لئے جائے تو (33) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه (33) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور (34) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے (جو) سو (100) بار ہوئے اور یہ زبان سے سو (100) ہوئے اور میزان میں ایک ہزار ہوئے (اس طرح دن رات میں تمہاری ڈھائی ہزار نیکیاں ہوئیں) تو تم میں کون ہے جو دن اور رات میں دو ہزار پانچ سو برائیاں کرتا ہوگا صحابہ نے عرض کیا (اتنے آسان عمل کی) ہم کس طرح حفاظت نہیں کریں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: شیطان تم میں سے کسی کے پاس نماز کی حالت میں آتا ہے اور (تمہارے دل میں) وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز یاد کر فلاں چیز یاد کر! یہاں تک وہ نماز سے فارغ ہوجاتا ہے۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ وہ ان (تسبیحات) کی حفاظت نہ کر سکے۔ اسی طرح (ہوسکتا ہے کہ) وہ (شیطان) اس کے بستر

پر آئے اور اس پر نیند طاری کرتا رہتا ہے یہاں تک (غفلت میں تسبیحات پڑھے بغیر) سو جاتا ہے۔
اس کی روایت ترمذیؔ، ابوداودؔ، اور نسائی نے کی ہے۔

45/3380 ۔ اور ابوداودؔ میں اسی مفہوم کی ایک اور روایت مروی ہے جس میں کچھ لفظی اختلاف ہے۔

(5/106)

بَابُ الدَّعَوَاتِ الْمُتَفَرِّقَةِ فِی الْاَوْقَاتِ

(اس باب میں ان دعاؤں کا ذکر ہے جن کا مختلف اوقات میں پڑھنا مسنون ہے)

ف:وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ"۔

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ آل عمران،آیت نمبر:191)

جواللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں۔

ف: واضح ہو کہ جو اذکار اور اوراد شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے مختلف اوقات اور خاص حالات میں وارد ہیں اتباع نبوی کی حیثیت سے ان کو پڑھنا ہر ایک کے لئے مسنون ہے خواہ زندگی بھر میں ایک ہی بار کیوں نہ ہو۔(مرقات 12)۔

بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے کی دعا

1/3381۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ: اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کرنا چاہے تو یہ دعاء پڑھے:بِسْمِ اللّٰهِ ،اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا (ہم اللہ کے نام سے مدد چاہتے ہیں یا الٰہی ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور تو ہم کو جو دیگا ہماری اولاد اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔تو ان دونوں (یعنی میاں بیوی سے) اولاد مقدر ہے تو اس بچہ کو شیطان ہرگز نقصان نہیں پہونچائے گا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے بچہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے،علماء نے اس حفاظت کی تفصیل میں کہا ہے کہ شیطان بچہ کو

کا فرنہیں کرسکتا اوراس کا خاتمہ بالخیر ہوگا یا اس کو جنون یا مرگی کے مرض میں مبتلا نہیں کرے گا الغرض بچہ شیطان کے تصرف سے محفوظ رہے گا اور یہ سب اللہ کے ذکر کی برکتیں ہیں۔(مرقات 12)۔

''دعاء الکرب''یعنی شدت فکر اورغم میں پڑھنے کی دعاء

2/3382۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرب یعنی شدت فکر اورغم میں اس دعاء کو پڑھا کرتے تھے:

لَااِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ . لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں وہ بزرگ اور برتر ہیں اور حلیم ہیں (کہ نافرمانوں سے بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتے)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔جو عرش عظیم کے مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کے رب ہیں اور عرش کریم کے رب ہیں۔اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ دعاء الکرب سختی اور کرب کے وقت مفید اور مجرب ہے۔جیسے کوئی درد لاحق ہو یا آگ لگ جاوے یا پانی میں ڈوبنے لگے یا کسی اور بلا میں پھنس جاوے۔چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پر توجہ دینی چاہیئے اور شدتِ تکلیف کے وقت اس پر عمل کرنا چاہئے۔علامہ طبریؔ نے کہا ہے کہ سلف کا اس پر عمل تھا اور وہ بھی اس دعاء کو دعاء الکرب کہتے تھے۔علامہ ابن بطالؔ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ابوبکر رازی نے کہا کہ: میں ایک مرتبہ اصبھان میں شیخ ابونعیم کے پاس حدیث لکھا کرتا تھا اور وہاں ایک شیخ رہا کرتے تھے جن کا نام ابوبکر بن علی تھا اور وہ افتاء کا کام کیا کرتے تھے۔بادشاہِ وقت کے پاس کسی نے ان کی شکایت کی تو بادشاہ نے ان کو قید میں ڈال دیا۔ابوبکر رازی نے کہا کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اوراس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سیدھی جانب میں اور مسلسل بغیر تھکے کے تسبیح پڑھ رہے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوبکر بن علی سے کہو کہ وہ صحیح بخاری میں جو دعاء الکرب مروی ہے اس کو

پڑھے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت کو دور فرما دے۔ میں نے اس خواب کی اطلاع ابوبکر بن علی کو دی اور انہوں نے اس دعاء کو پڑھنا شروع کیا اور تھوڑے دن نہ گذرے تھے کہ قید سے ان کو رہائی مل گئی۔ یہ واقعہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔اس واقعہ سے اس دعاء کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

غمزدہ یہ دعا پڑھے

3/3383۔ابوبکرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمائے ہیں کہ غمزدوں کی دعاء یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ، فَلاَ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ . وَاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

یا الٰہی! میں آپ ہی کی رحمت کا امیدوار ہوں، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ مجھے اپنے نفس کے سپرد نہ کیجئے اور آپ ہی میرے سب کام درست فرمادیجئے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

حالت اضطراب میں پڑھنے کی ایک دعاء

4/3384۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی چیز سے تکلیف پہونچتی تو یوں فرمایا کرتے تھے: ''يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ'' اے زندۂ جاوید! اے (ساری کائنات کے) سنبھالنے والے میں آپ ہی کی رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔اس کی روایت ترمذؔی نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کے وسیلہ سے پڑھی جانے والی ایک دعاء

5/3385۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی کی فکر اور غم بڑھ جائے تو اس کو چاہیئے کہ یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ وَفِیْ قَبْضَتِکَ ،نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ. اَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِاسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَجِلاءَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ۔

یاالٰہی! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں اور میں تیرے قبضہ میں ہوں، میری پیشانی کے بال آپ کے ہاتھ میں ہیں، مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہے تیرا فیصلہ میرے حق میں انصاف ہے، میں تیرے ہر اس نام پاک کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس کو آپ نے اپنی ذات کے لئے موسوم اور مخصوص کیا ہے یا جس نام کو آپ نے اپنی کتاب میں نازل کیا یا اس نام کو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا جس نام کو آپ نے اپنے پردۂ غیب میں چھپائے رکھا ہے، تو قرآن عظیم کو میرے دل کی راحت اور میری فکر اور غم کا دور کرنے والا بنادے۔

جب کبھی کوئی بندہ اس دعاء کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے غم کو دور فرمادیں گے اور اس کے غم کو خوشی سے بدل دیں گے۔اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

قرض اور فکر کو دور کرنے والی دعاء

6/3386۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے بہت سی فکریں لاحق ہوگئی ہیں اور قرض (کا بوجھ بھی) بڑھ گیا ہے۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسا کلام یعنی دعاء نہ سکھاؤں جب تم اس کو پڑھا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری فکر کو دور کردے گا اور تمہارے قرض کو ادا کردے گا۔ راوی کا بیان ہے میں نے عرض کیا: کیوں نہیں (آپ ضرور بتائیں!) آپ نے فرمایا کہ تم صبح اور شام اس دعاء کو پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ،

وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.

یاالٰہی! میں فکر اور رنج سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور بے بسی اور سستی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور بخل سے اور بزدلی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور میں قرض کے بوجھ اور لوگوں کے ظلم اور زیادتی سے بھی آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ان صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دعا کو صبح اور شام پڑھتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے میری فکر کو دور کردیا اور مجھ سے میرا قرض ادا کروادیا۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ادائی قرض کی مختصر سی دعاء

7/3387۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے، آپ کے پاس ایک مکاتب (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو مالک مقررہ رقم ادا کرنے پر آزاد کردے) آیا اور عرض کیا کہ: میں کتابت (یعنی آزاد ہونے کی مقررہ رقم) ادا کرنے سے عاجز ہوچکا ہوں (اس بارے میں) آپ میری مدد فرمایئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ کلمات نہ بتاؤں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سکھایا ہے۔اگر تمہارے اوپر ایک بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو (ان کلمات کے پڑھنے سے) اللہ تعالیٰ تمہارے قرض کو ادا کردے گا۔تم (یہ دعاء) پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.

یاالٰہی! آپ مجھے حرام سے بچا کر حلال روزی سے میری کفالت کردیجئے اور آپ اپنی مہربانی سے اپنے سوا دوسروں سے مجھے بے نیاز کردیجئے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔

''تعوّذ'' غصہ کو دور کرتا ہے

8/3388۔سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے دو شخص ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے اوران میں سے ایک اپنے ساتھی کو غصہ کی وجہ سے جس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا بہت برا بھلا کہہ رہا تھا (یہ دیکھ کر) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسا (برکت والا) کلمہ جانتا ہوں اگر وہ شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے (وہ کلمہ یہ ہے): اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

صحابہؓ نے اس شخص سے کہا کہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو نہیں سن رہا ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا میں دیوانہ نہیں ہوں (میں سن رہا ہوں اس پر ضرور عمل کروں گا) اس حدیث کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مرغ کی بانگ کے وقت دعاء اور گدھے کی پکار کے وقت تعوّذ پڑھنا چاہیئے

9/3389۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لئے کہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہے (اور یہ قبولیت دعاء کا وقت ہوتا ہے) اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھو اس لئے کہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔ (اس کی روایت مسلمؔ اور بخاریؔ نے متفقہ طور پر کی ہے)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر پکارتا ہے اور مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بانگ دیتا ہے۔ گدھا حماقت اور زیادہ کھانے کے سبب شیطان سے مناسبت رکھتا ہے اور مرغ سخاوت، شجاعت اور کم خوابی میں فرشتہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ فرشتہ کے سامنے دعاء کا حکم اس لئے دیا گیا کہ فرشتہ بھی دعاء میں شریک ہوجائے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کے حضور میں دعاء مستحب ہے اور شیطان کے شر سے بچنے کے لئے استعاذہ مستحب ہے۔ 12 (مرقات)

کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے پکارنے پر تعوّذ پڑھنا چاہیئے

10/3390۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جب تم کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے پکارنے کو سنو تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھا کرو کیوں کہ یہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔

مسافر کو رخصت کرتے وقت کی دعاء

11/3391۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص یعنی مسافر کو رخصت فرماتے تو اس کے ہاتھ کو پکڑتے اور (نہایت شفقت اور تواضع اور اظہار محبت میں) اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے اور آپ یوں دعا دیتے:اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَآخِرَ عَمَلِکَ.

میں تمہارے دین کو، تمہاری امانت کو اور تمہارے آخر عمل (یا خاتمہ بالخیر) کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔اس کی روایت ترمذیؔ نے کی ہے۔

12/3392۔اور ابوداودؔ اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت فرمائی ہے۔

ف: واضح ہو کہ امانت سے مراد اموال، اہل وعیال اور وہ ذمہ داریاں ہیں جو اس کے غیاب میں اس سے متعلق ہیں۔مرقات۔12

فوج کو رخصت کرتے وقت کی دعا

13/3393۔حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (دشمن کے مقابلہ میں) فوج کو رخصت کرنے کا ارادہ فرماتے تو یوں دعاء فرماتے:اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ، و اَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ (میں تمہارے دین تمہاری امانت اور تمہارے انجام کار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں)۔اس کی روایت ابوداودؔ نے کی ہے۔

فوج کو رخصت کرتے وقت کی دعاء

14/3394۔حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں آپ مجھے کچھ توشہ دیدیجئے (یعنی دعاء فرمایئے کہ میرے سفر میں برکت ہو) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ اور پرہیزگاری نصیب فرمائے (کہ یہ آخرت میں تجھے کام آوے گی) انھوں نے عرض کیا: میرے لئے کچھ اور دعاء فرمایئے! تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف کرے! انہوں نے پھر درخواست کی اور مزید دعاء فرمایئے میرے باپ اور میری ماں آپ پر سے فدا ہوجائیں تو آپ نے فرمایا: تو جہاں بھی جائے اللہ تعالیٰ تیرے لئے (ہر کام میں) آسانی دے۔ (اور تجھے دین اور دنیا کی بھلائی کی توفیق دے) اس کی روایت ترمذیؒ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بوقت سفر دعاء کی درخواست کرے تو اس طرح دعاء دینی چاہیئے: زَوَّدَکَ اللّٰهُ التَّقْوٰى، وَيَسَّرَلَکَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ. 12

ایضاً دوسری حدیث

15/3395۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں مجھے (کچھ) نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ لازم کرلو اور ہر بلند مقام پر (چڑھو تو) اَللّٰـهُ اَكْبَرُ کہا کرو۔ جب وہ صاحب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے) رخصت ہونے لگے تو (غیاب میں) آپ نے یوں دعاء فرمائی: اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.

یاالٰہی! اس کے لئے (سفر کی) دوری کو کم کردے اور اس پر سفر میں آسانی فرما۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سفر اور سواری پر جانے اور واپس ہوتے وقت کی دعاء

16/3396۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پر روانہ ہونے کے لئے اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فرماتے: پھر یہ دعاء پڑھتے:

”سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ . وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.“اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَ التَّقْوٰی ،وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی.اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذا وَاطْوِلَنَا بُعْدَہٗ. اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ.

پاک ہے وہ (ذات عالی) جس نے اس (سواری) کو ہمارے قابو میں کر دیا ہے اور ہم تو (اس قابل) نہ تھے کہ اس کو اپنے قابو میں کر لیتے اور بیشک ہم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یا الٰہی! ہم آپ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری مانگتے ہیں اور ایسا عمل جو آپ کو خوش کردے۔ یا الٰہی! ہم پر یہ ہمارا سفر آسان کردے اور اس کی دوری کو کم کردے۔ یا الٰہی! سفر میں آپ ہی ہمارے محافظ ہیں اور اہل (وعیال) کے آپ ہی نگہبان ہیں۔ یا الٰہی! میں سفر کی مشقت اور (واپسی پر) اہل اور مال میں برے منظر اور نقصان کے دیکھنے سے آپ ہی کی پناہ میں آتا ہوں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (سفر سے واپس) تشریف لاتے تو انہی کلمات کو پڑھتے اور (ان کے ساتھ) یہ الفاظ زیادہ فرماتے: آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.

(ہم سلامتی کے ساتھ) واپس ہونے والے، توبہ کرنے والے، اپنے پروردگار کی عبادت

کرنے والے اور تعریف کرنے والے ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعائیں

17/3397۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا جب آپ نے اپنے پیر کو رکاب میں رکھا تو بِسْمِ اللّٰه کہا اور جب آپ اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰه پھر (یہ آیت پڑھی۔" سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ . وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ".

پھر تین 3 مرتبہ الحمدللہ اور تین مرتبہ اللّٰهُ اَكْبر فرما کر (یہ دعاء) پڑھی۔سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے آپ مجھے بخش دیجئے اس لئے کہ گناہوں کو آپ ہی بخشتے ہیں۔

اس دعاء کو پڑھنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے تو آپ سے دریافت کیا گیا :امیر المومنین آپ کیوں ہنسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں ایسے ہی کرتے دیکھا جیسا کہ میں نے کیا پھر آپ ہنسے! تو میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیوں ہنسی آئی۔تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب کہ وہ یہ کہیں "اے میرے رب! میرے گناہوں کو بخش دے" تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (بندہ) جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔

"اس کی روایت امام احمدؒ، ترمذی اور ابوداود نے کی ہے"۔

سفر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کن چیزوں سے پناہ مانگتے تھے؟

18/3398۔حضرت عبداللہ بن سَرْجِسؓ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی مشقت، واپسی پر نقصان، بھلائی کے بعد برائی، مظلوم کی بدُعاء اور اہل (وعیال) اور مال کی بری حالت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرماتے تھے۔'' اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔''

بلندی پر چڑھنے اور پستی میں اترنے کے وقت کی دعاء

19/3399۔ حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم (کسی بلند جگہ) چڑھتے تو **اللّٰہ اکبر** کہا کرتے اور جب اترتے تو **سبحان اللہ** پڑھا کرتے۔ اس کی روایت بخاریؒ نے کی ہے۔

سفر میں کسی منزل پر ٹھہریں تو یہ دعاء پڑھیں

20/3400۔ خَولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ: جو (حضر یا سفر میں) کسی جگہ قیام کرے اور یہ دعاء پڑھے: **اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ.**

میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات یعنی اس کے اسماء اور صفات کی پناہ لیتا ہوں مخلوقات کی برائی سے۔ تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی یہاں تک کہ وہ اپنی منزل سے روانہ ہو جائے۔ اس کی روایت مسلمؒ نے کی ہے۔

مُوذی جانوروں سے محفوظ رہنے کی دعاء

21/3401۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کئے یا رسول اللہ! ایک بچھّو کے کاٹنے سے کل رات مجھے کیا سخت تکلیف پہونچی ہے؟ (میں بتا نہیں سکتا! یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت **اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ** پڑھ

لیتے تو تم کو بچھو تکلیف نہیں پہونچا سکتا۔اس کی روایت مسلمؒ نے کی ہے۔

مندرجہ بالا وہی وہ دعاء ہے جس کے پڑھنے سے فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں

ف: واضح ہو کہ ترمذیؒ کی ایک روایت میں یوں مروی ہے کہ جو کوئی مذکورہ کلمات کو شام کے وقت تین بار پڑھے تو کسی جانور کا زہر اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو کوئی صبح کے وقت مذکورہ دعاء کو پڑھے تو وہ دن میں مؤذی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے۔اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ جو شخص یہ دعاء پڑھتا ہے تو ستر (70) ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اگر وہ مرجائے تو شہید مرتا ہے۔

(مرقات 12)

سفر میں رات کے وقت کی دعاء

22/3402۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پر تشریف لے جاتے اور رات آجاتی تو یہ دعا پڑھتے:

يَا اَرْضُ رَبِّىْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ . اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَـا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ شَرِّ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ.

اے زمین! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں تیرے شر (جیسے زلزلہ) سے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے (جیسے خسف) سے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ میں پیدا کئے گئے اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ پر چلتے ہیں۔اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں شیر سے، سیاہ سانپ سے اور دوسرے سانپوں اور بچھوں سے اور شہروں میں رہنے والوں کے شر سے اور اس کی ذُرِّیت کے شر سے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

سفر میں سحر کے وقت کی دعاء

23/3403۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پر ہوتے اور سحر کا وقت ہوتا تو یوں فرماتے:

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ، وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا، رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَافْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ.

سننے والے نے میرے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے اور اس کی نعمتوں کے اقرار اور اعتراف کو سن لیا۔ اے ہمارے رب! ہماری نگہبانی فرما اور ہم پر احسان فرما۔ (یہ دعا) ہم دوزخ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہوئے (کہتے ہیں)۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سفر سے واپسی کے دوران کی ایک دعاء

24/3404۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ سے یا حج سے یا عمرہ سے واپس ہوتے تو (دوران سفر) زمین کی ہر بلندی پر تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' فرماتے پھر یہ دعا پڑھتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور تمام تعریف بھی اسی کے لئے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم (اپنے وطن کی طرف) لوٹتے ہوئے (اللہ کی طرف) رجوع ہوتے ہیں۔ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور اپنے رب کی ہی تعریف بیان کرتے ہیں (دین کو غالب کرکے) اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو

سچ کر دکھایا اور اپنے بندہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) مدد فرمائی (جیسا کہ غزوۂ خندق میں) اللہ تعالیٰ نے سارے قبائل کو تنہا شکست دی۔

اس کی روایت بخاریؒ اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

غزوہ احزاب کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعاء

25/3405۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم الاحزاب یعنی غزوۂ خندق کے روز مشرکوں پر بددعاء کی اور یوں فرمایا: **اَللّٰهُمَّ مُنزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ.**

اے اللہ! قرآن کے نازل کرنے والے، اے حساب کے جلد لینے والے۔ یا الٰہی! کفار کے لشکر کو شکست دے اے اللہ (میں پھر دعا کرتا ہوں کہ) ان کو شکست دے اور ان کو منتشر کر دے۔ اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جنگ کے موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء

26/3406۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد فرماتے تو یوں دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِيْرِی. بِکَ اَحُولُ، وَبِکَ اَصُوْلُ، وَبِکَ اُقَاتِلُ.

یا الٰہی! تو ہی میرا معین و مددگار ہے۔ آپ (ہی کی مدد سے دشمنوں کے خلاف) میں تدبیر کرتا ہوں اور (ان پر) آپ ہی کی قوت سے حملہ کرتا ہوں اور (آپ ہی کی مدد سے ان سے) لڑتا ہوں۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

غزوۂ خندق میں کامیابی کا راز یہ دعاء ہے

27/3407 ۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی ایسی دعاء ہے کہ ہم اس کو پڑھیں (اس لئے کہ خوف ودہشت کی وجہ سے) کلیجے موؤں کو آ گئے ہیں۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں (یہ دعاء پڑھو)

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا، وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا.

یاالٰہی! ہمارے عیبوں کو چھپادے اور ہمارے خوف اور دہشت کو امن سے بدل دے۔

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا کہ (ہم نے یہ دعاء پڑھی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ) اللہ تعالی نے اپنے دشمنوں کے چہروں کو تیز ہوا سے مارا اور اس آندھی سے ان کو شکست دی۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ غزوۂ خندق جس کو احزاب بھی کہتے ہیں اس کا ذکر سورہ احزاب میں مذکور ہے۔یہاں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

ہجرت کے چوتھے سال یہود بنی نضیر جن کو مدینہ سے نکالا گیا تھا ہر قبیلہ میں پھرے اور قریش، فزارہ، غطفان اور بنی قریظہ کے بارہ ہزار آدمیوں کو جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کیا مسلمان صرف تین ہزار تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خندق کھدوائی۔ایک مہینہ تک مشرکین نے محاصرہ کیا لیکن حملہ میں کامیاب نہ ہوسکے۔ایک رات اللہ تعالی نے ایک آندھی بھیجی جس کی وجہ سے (دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے، آگ بجھ گئی، گھوڑے بھاگ کھڑے ہوئے) لشکر برباد ہوگیا۔ناچار سارے قبائل واپس ہوگئے۔حاشیہ مشکاۃ۔12

حالتِ خوف میں پڑھنے کی دعاء

28/3408۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کو جب کسی قوم سے خطرہ لاحق ہوتا تو یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ.

یاالٰہی! ہم آپ کو (دشمنوں) کے مقابل کرتے ہیں اور ان کے شر سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔

اس کی روایت امام احمدؒ اور ابوداودؒ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ مرقات میں حصن حصین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دشمن وغیرہ سے خوف کے موقع پر سورۂ لِاِیلافِ قُرَیْشٍ کا پڑھنا اور اس خوف سے سلامتی کے لئے بھی مجرب ہے۔

مہمان کی دعاء میزبان کے لئے

29/3409۔عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد کے ہاں بطور مہمان تشریف لائے ہم نے آپ کی خدمت میں کھانا اور ملیدہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا پھر آپ کی خدمت میں خشک کھجور پیش کئے گئے آپ کھجور کھاتے اور اس کی گٹھلیوں کو اپنے دونوں انگلیوں یعنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی میں جمع فرماتے۔

30/3410۔اور ایک روایت میں یوں ہے کہ: آپ گٹھلیوں کو (بائیں ہاتھ کی) شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی پیٹھ پر رکھتے جاتے۔

پھر آپ کی خدمت میں پانی حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی نوش فرمایا (پھر جب آپ رخصت ہونے لگے تو) میرے والد نے آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے عرض کیا: آپ ہمارے لئے دعاء فرمائیں! تو آپ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ.

یاالٰہی !ان کی روزی میں برکت دیجئے اوران کوبخش دیجئے اوران کےاوپر رحم فرمایئے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

رویت ہلال کی دعاء

31/3411۔طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہلال دیکھتے تو یہ دعاء فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ،رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ.

یاالٰہی ! اس چاندکوآپ ہمارے لئے امن، ایمان سلامتی اوراسلام (پر استحکام کا) سبب بنا دیجئے (اے چاند!) تیرارب اورمیرارب اللہ ہے۔

اس کی روایت ترمذیؒ نے کی ہے۔

32/3412۔اوردارمیؒ اورابن حبان بھی اس کی روایت کی ہےاوران دونوں نے اس دعاء میں یہ اضافہ کیا ہے:وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى. اور(ہم کوان کاموں کی) توفیق عطافرمایئے جوآپ کوپسند ہیں اورآپ جن سے خوش ہیں۔

ایضاً دوسری حدیث

33/3413۔حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ جب ہلال دیکھتے تو یوں فرماتے:

هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ ،هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ.

یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے (میں اس ذات پر ایمان لاتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا) اوراس کوبھی تین بارفرماتے پھر

فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرٍ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرٍ كَذَا.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو اس مہینہ کو لے گیا اور فلاں مہینہ لایا۔

اس کی روایت ابوداؤدؔ نے کی ہے۔

کسی گرفتارِ بلاء کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعاء

34/3414۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے بیان کیا ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص کسی کو (دینی، دنیوی یا جسمانی) بلاء میں گرفتار دیکھ کر یہ دعاء پڑھے تو وہ بلاء اور مصیبت اس کو نہ پہونچے گی خواہ وہ کوئی بلاء ہو (دعاء یہ ہے):

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اس بلاء سے محفوظ رکھا ہے جس میں تو گرفتار ہے اور مجھے بہت ساری مخلوقات پر بڑی فضیلت دی ہے۔ اس کی روایت ترمذیؔ نے کی ہے۔

35/3415۔ اور ابن ماجہؔ نے اس کی روایت حضرت ابن عمر سے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ بلاء عام ہے خواہ بدنی ہو جیسے برص، جذام اور اندھا پن وغیرہ خواہ بلائے دنیاوی ہو جیسے مال اور جاہ کا حصول وغیرہ اور خواہ بلائے دینی ہو جیسے فسق، ظلم، بدعت اور کفر وغیرہ مختصر یہ کہ ہر قسم کے مبتلائے بلاء کو دیکھ کر یہ دعاء پڑھنا چاہیئے البتہ علماء نے کہا ہے کہ جو کوئی بیمار کو دیکھے تو آہستہ سے یہ دعاء پڑھے تا کہ وہ آزردہ نہ ہو اور اگر گناہ گار کو دیکھے تو پکار کر پڑھے تا کہ اس کو عبرت ہو اگر پکار کر پڑھنے میں فساد کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر بھی آہستہ سے دعاء پڑھے۔ (حاشیہ مشکاۃ 12)

بازار میں پڑھنے کی دعاء اور اس کی فضیلت

36/3416۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بازار میں داخل ہو اور یہ (کلمہ) پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَحَيٌّ لَايَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اسی کی ہے کہ اسی کے لئے تعریف ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ زندۂ جاوید ہے اور موت اس کے لئے ہے نہیں۔ بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے (نامۂ اعمال میں) دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ گناہ (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں۔ اس کی روایت ترمذیؔ اور ابن ماجہؔ نے کی ہے۔

اور شرح السنہ میں "مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ" کے بجائے مَنْ قَالَ فِيْ سُوْقٍ جَامِعٍ يُبَاعُ فِيْهِ (یعنی جو اس کلمہ کو صدر بازار میں پڑھے جہاں بڑے پیمانہ پر خرید اور فروخت ہوتی ہے) مروی ہے۔

خرید وفروخت کے وقت نقصان سے بچنے کی دعاء

37/3417۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

" بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا. وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً".

میں اللہ کے نامِ پاک کے ساتھ (داخل ہوا) یاالٰہی! میں آپ سے اس بازار کی بھلائی اور بازار والوں کو بھلائی مانگتا ہوں اور اس بازار کی برائی سے اور بازار والوں کی برائی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ یاالٰہی! میں اس بازار میں نقصان کی تجارت سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔" اس کی

روایت بیہقی نے دعوات الکبیر میں کی ہے۔''

دعاؤں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

38/3418۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یوں دعاء فرماتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ تَمَامَ النِّعْمَةِ.

(یاالٰہی! میں آپ سے نعمتِ تمام مانگتا ہوں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت کیا تمام نعمت کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ایسی دعاء ہے جس سے میں امید کرتا ہوں کہ مجھے مالِ کثیر مل جائے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نعمتِ تمام تو دخولِ جنت اور دوزخ سے نجات ہے! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک (دوسرے) شخص کو **ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ** (اے بزرگی اور بخشش کے مالک) کہتے ہوئے سنا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیرے یہ کلمات قبول ہوگئے (یعنی اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہیں) اب (تجھے جو مانگنا ہے) مانگ لے! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور (تیسرے) شخص کو یہ دعاء کرتے سنا: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الصَّبْرَ** (یاالٰہی میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ سے مصیبت مانگ لی ہے! تو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگ!۔اس کی روایت ترمذیؔ نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص دنیا کو نعمتِ تمام سمجھ کر اس کے حصول کی دعاء مانگ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی نعمت فانی ہے اور نعمتِ تمام کی حقیقت تو دخولِ جنت اور دوزخ سے نجات ہے۔اور دوسرے شخص نے صبر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عافیت مانگ اس لئے کہ صبر تو بلاء کے بعد مانگنا چاہیئے اور بلاء سے پہلے عافیت مانگنی چاہیئے۔

مرقات 12

مجلس کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والی دعاء

39/3419۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں لغو اور بے فائدہ باتیں بہت ہوں اور وہ وہاں سے اٹھنے سے پہلے یہ (کلمات) پڑھ لے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

یا اِلٰہی! میں آپ کی پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ سے (گناہوں کی) بخشش کا طالب ہوں اور (اس مجلس میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں) ان سے توبہ کرتا ہوں۔

تو اس مجلس میں اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو معاف کردیا جاتا ہے۔اس کی روایت ترمذیؒ اور بیہقیؒ نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

مجلس کے اختتام پر یہ دعاء پڑھے

40/3420۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف رکھتے یا نماز پڑھتے تو چند کلمات پڑھتے (ام المومنین فرماتی ہیں کہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات (کا فائدہ) دریافت کی تو آپ نے فرمایا: اگر بھلائی کی بات (کے ختم) پر ان کلمات کو پڑھا گیا تو قیامت تک ان پر مہر ہوجائے گی (یعنی وہ بھلائی ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی) اور اگر ان کلمات کو بری بات (کے ختم) پر پڑھا گیا تو یہ کلمات اس (برائی) کا کفارہ ہوجائیں گے۔(وہ کلمات یہ ہیں)**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.**

(ترجمہ اوپر گذر چکا ہے دیکھ لیں) اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔''

گھر سے باہر نکلتے وقت کی دعاء

41/3421۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعاء پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ ،اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْنُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا.

(میں) اللہ تعالیٰ کے نام سے (نکلتا ہوں اور سارے کاموں میں) میں نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا! یاالٰہی! ہم لغزشوں سے یا گمراہ ہوجانے سے، (یا کسی پر) ظلم کرنے سے یا کسی سے ظلم کئے جانے سے یا جہالت کرنے سے یا ہم پر جہالت کئے جانے سے ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔''اس کی روایت امام احمدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے کی ہے۔'' اور ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور

42/3422۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر سے نکلتے تو ضرور آسمان کی طرف اپنی نگاہ مبارک کو اٹھاتے اور یوں دعاء فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ،اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔

ایضا دوسری حدیث

43/3423۔ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے تو یہ دعاء پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

میں اللہ تعالیٰ (کے نام سے) نکلتا ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا ہے (گناہوں سے بچنے کی) طاقت اور (عبادت کرنے کی) قوت اللہ تعالیٰ ہی کی (توفیق سے) ہے۔

تو اس وقت (فرشتہ کی طرف سے یوں) ندا پیدا ہوتی ہے تجھے سیدھا راستہ دکھا دیا گیا اور (سارے کاموں میں) تیری کفایت کی گئی اور شیطان اس سے دور ہوجاتا ہے اور دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے تو اس آدمی پر کیسے قابو پاسکتا ہے جس کو ہدایت دی گئی، کفایت کی گئی، اور اس کو بچا لیا گیا۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے اور ترمذی نے" له الشيطان" (کے الفاظ) تک روایت کی ہے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعاء

44/3424۔حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو اس کو چاہیئے کہ یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ، بِاسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَخَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا.

یاالٰہی! میں آپ سے داخل ہونے اور باہر نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں! اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے ہم داخل ہوئے اور (اسی کے نام سے) ہم باہر نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی پر جو ہمارا رب ہے ہم نے بھروسہ کیا ہے۔

پھر اپنے گھر والوں پر سلام کرے۔(اس کی روایت ابوداود نے کی ہے)

ف: واضح ہو کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں پر پہلے سلام کرے پھر بات

کرے اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہے:۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی فرشتوں پر سلام ہے۔(ردالمحتار اور عالمگیریہ 12)

دولھا اور دولہن کے لئے دعاء

45/3425۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب کوئی نکاح کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مبارک باد دیتے اور یوں دعاء فرماتے: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ.

اللہ تعالیٰ (یہ عقد) تجھے مبارک کرے اور تم دونوں کو (ہر قسم کی برکت دے اور تم دونوں کو ہر قسم کی بھلائی پر متفق رکھے۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

شادی کرے یا جانور یا سواری خریدے تو یہ دعا پڑھے

46/3426۔حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہٗ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تم میں جب کوئی کسی عورت سے نکاح کرے یا غلام باندی خریدے تو وہ اس طرح دعاء کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ ،وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ.

یاالٰہی! میں آپ سے اس کی بھلائی اور اس کے اخلاق کو مانگتا ہوں جس پر آپ نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کی برائی سے اس کے برے اخلاق سے جس پر آپ نے اس کو پیدا کیا ہے۔آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اور جب کوئی اونٹ (یا جانور سواری کو) خریدے تو اس کے کوہان کو پکڑ کر اسی طرح دعاء کرے۔

47/3427۔اور ایک روایت میں عورت اور غلام باندی کے بارے میں (بھی آیا ہے کہ) اس کی پیشانی کے بال پکڑے اور برکت کی دعاء کرے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

(6/107)بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ

(اس باب میں ان دعاؤں کا بیان ہے جن میں اکثر چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے)

وہ بلائیں جن سے اللہ کی پناہ مانگی جائے

1/3428۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (دینی اور دنیوی) مصائب کی مشقت سے، بدبختی سے، بری تقدیر اور (مصیبتوں میں گرفتار ہونے پر) دشمنوں کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وہ پانچ چیزیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے

2/3429۔امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اِن) پانچ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے:

بزدلی سے، بخل سے اور بڑھاپے کی برائی سے، اور سینہ کے فتنہ (یعنی وسوسوں اور بدعقیدگی) سے اور قبر کے عذاب سے۔اس کی روایت ابوداود اور نسائی نے کی ہے۔

لالچ سے پناہ مانگنے کی تاکید

3/3430۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: تم اللہ تعالیٰ سے اس لالچ سے پناہ مانگو جو تم کو طَمَعَ یعنی (دینی یا دنیوی) ذلت تک پہونچا دے۔

اس کی روایت امام احمد نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں کی ہے)

چاند گہن کی برائی سے پناہ مانگی جائے

4/3431۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) چاند کو دیکھا (جب کہ اس کو گہن لگا ہوتا تھا) تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اللہ تعالیٰ سے اس کی برائی سے پناہ مانگو اس لئے کہ یہی غاسق یعنی اندھیرے کو پھیلانے والا ہے (جب کہ اس کو گہن لگ جاوے)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

جادو کے اثر سے محفوظ رہنے کی دعا

5/3432۔حضرت قَعْقَاع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت کَعْبِ اَحْبَار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (میرے اسلام) قبول کرنے سے یہود میرے دشمن ہیں) اگر میں چند کلمات کو نہ پڑھا کرتا تو یہود (جادو کر کے) مجھے گدھا بنا دیتے (یعنی مجھے گدھے کی طرح بے وقوف اور ذلیل بنا دیتے) ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ کلمات کیا ہیں تو انہوں نے جواب دیا (وہ کلمات یہ ہیں)

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَيْسَ شَىْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَايُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ، وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ.

میں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی پناہ میں آتا ہوں جو بزرگ و برتر ہے اور جس سے بڑھ کر عظمت والا کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات یعنی قرآن کے واسطہ سے (جس کے وعدے اور وعید ثواب اور عذاب سے) کوئی نیک اور بد خارج نہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کے واسطے سے جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا وہ سارے مخلوقات کی برائی سے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پھیلایا اور موزوں بنایا۔

اس کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعاء

6/3433۔مسلم بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے والد نماز کے بعد یہ دعاء پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡکُفۡرِ وَالۡفَقۡرِ وَعَذَابِ الۡقَبۡرِ.

ترجمہ: یاالٰہی! میں کفر سے فقر سے اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

راوی کا بیان ہے کہ (والد کی اتباع میں) میں بھی ان کلمات کو پڑھا کرتا تھا۔تو (میرے والدنے) کہا: اے میرے بیٹے! تو نے یہ (دعاء) کس سے سیکھی؟ میں نے جواب دیا: آپ سے! تو (یہ سن کر ان کے والد نے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

اس کی روایت ترمذیؒ اورنسائی نے کی ہے۔البتہ نسائی نے دُبُر الصلاۃ کے الفاظ کونہیں بیان کیا اورامام احمدؒ نے صرف الفاظ حدیث (یعنی صرف دعاً) کی روایت کی ہے(اور باپ بیٹے کے درمیان مکالمہ کونہیں بیان کیا)اوراحمدؒ کے پاس فِیۡ دُبُرِ کُلِّ صلاۃٍ (یعنی ہرنماز کے بعد) کے الفاظ مروی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور دعاء

7/3434۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ دعاء بھی) پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسۡلَمۡتُ، وَبِکَ آمَنۡتُ، وَعَلَیۡکَ تَوَکَّلۡتُ، وَاِلَیۡکَ اَنَبۡتُ، وَبِکَ خَاصَمۡتُ . اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِعِزَّتِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ اَنۡ تُضِلَّنِیۡ، اَنۡتَ الۡحَیُّ الَّذِیۡ لَایَمُوۡتُ وَالۡجِنُّ والۡاِنۡسُ یَمُوۡتُوۡنَ.

یا الٰہی! میں تیرا فرماں بردار بن گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوا اور تیری (مدد) سے (دشمنوں سے) لڑا۔ اے پروردگار! میں آپ کی عزت کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں اس بات سے کہ آپ مجھے (ہدایت کے بعد) گمراہ کر دیں آپ ہی وہ زندۂ جاوید ہیں جن کو موت نہیں آتی، اور جن وانس کو موت آتی ہے اور وہ تو مرتے ہیں۔ اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

8/3435۔ قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء (بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاء.

یا الٰہی! میں برے اخلاق (جیسے حسد، بغض وغیرہ) سے اور برے اعمال اور بری خواہشات یعنی برے عقیدہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

9/3436۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا (بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ.

یا الٰہی! میں شقاق (یعنی حق کی مخالفت اور باہمی عداوت) سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس کی روایت ابوداؤدؔ اور نسائیؔ نے کی ہے۔

بھوک اور خیانت سے پناہ مانگی جائے

10/3437۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم یہ (دعاء) بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ؛ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ .وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِيَانَةِ ؛ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ.

یا اِلٰہی! میں بھوک سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس لئے کہ وہ تکلیف دہ ساتھی ہے اور میں خیانت سے (بھی) آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس لئے کہ یہ پوشیدہ بری خصلت ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

کن چیزوں سے پناہ مانگی جائے

11/3438۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء (بھی) فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ. وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ.

یا الٰہی! میں محتاجی (نیکیوں میں) کمی اور ذلت (یعنی لوگوں کی نظر میں حقیر ہونے سے) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اور ظالم بننے یا مظلوم بننے سے (بھی) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

کن بیماریوں سے پناہ مانگی جائے

12/3439۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ (دعاء بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّءِ الْاَسْقَامِ.

یا الٰہی! میں کوڑھ، جذام، دیوانگی اور (اسی قسم کی دوسری) بری بیماریوں سے (بھی) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

کن چیزوں سے پناہ مانگی جائے

13/3440۔حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ (دعاء بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ.

یاالٰہی! میں فکراورغم، عاجزی اورسستی، بزدلی اوربخل،قرض کے بوجھ اورآدمیوں کےغلبہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت بخاریؔ اورمسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

کفر،قرض اورفقر سے پناہ مانگی جائے

14/3441۔حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوارشادفرماتے سنا،آپ نے فرمایا:’’**اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ**‘‘ (میں کفر سے اورقرض سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) یہ سن ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ کفرکوقرض کے مساوی قراردیتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں!۔

15/3442۔اورایک روایت میں یوں ہے: آپ نےفرمایا:’’**اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ**‘‘ایک صحابی نےعرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ دونوں (یعنی کفراورفقر) برابر ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

اللہ کی پناہ میں آنے کی ایک جامع دعاء

16/3443۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ (دعاءبھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ

اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ فِتْنَةِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ.

اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ،وَنَقِّ قَلْبِیْ کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

یا الٰہی! میں (طاعت الٰہی میں) سستی سے، بڑھاپے سے قرض سے اور گناہوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ یا الٰہی! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کی آزمائش سے، قبر کے فتنہ (یعنی فرشتوں کے جواب میں پریشانی سے) اور قبر کے عذاب سے اور مالداری کے فتنہ کی برائی (یعنی غفلت، غرور اور بخل) سے اور افلاس کے فتنہ کی برائی (یعنی دولت مندوں پر حسد اور لالچ) سے اور کانا دجال کے فتنہ کی برائی سے۔

یا الٰہی! آپ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دیجئے اور میرے دل کو (برائیوں سے) ایسے پاک کیجئے جیسے سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے اور میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دیجئے جیسا کہ آپ نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کر رکھی ہے۔

اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

غیر طبعی موت کی قسمیں اور ان سے پناہ مانگنے کا بیان

17/3444۔حضرت ابو الْیَسرْ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا (بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَدْمِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ، وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ یَتَخَبَّطَنِیْ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ.وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا ،وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغاً.

یاالٰہی (مکان کے مجھ پر) گرنے سے میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور میں (بلند جگہ سے نیچے) گرنے سے، اور (پانی میں) ڈوب جانے سے، اور (آگ وغیرہ میں) جل جانے سے اور بڑھاپے (کی برائی جیسے عقل میں فتور وغیرہ) سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور موت کے وقت شیطان کے مجھے مخبوط الحواس بنادینے یعنی پریشان کرنے سے میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور آپ کی راہ (یعنی جہاد) میں پیٹھ پلٹا کر بھاگنے کی موت سے (بھی) آپ کی پناہ میں آتا ہوں، اور میں (سانپ بچھو وغیرہ کے) کاٹنے کے سبب سے مرجانے سے (بھی) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

اور نسائی کی ایک دوسری روایت میں غم سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں ناگہانی موت جیسے دب کر یا اوپر سے گر کر مرجانے یا زہریلے جانور کے ڈسنے وغیرہ سے پناہ مانگی گئی ہے حالانکہ ناگہانی اموات سے شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ ناگہانی اموات میں بے انتہا اور شدید تکلیف ہوتی ہے اس لئے اندیشہ لگا رہتا ہے کہ مرنے والا بے صبری کے عالم میں کفریہ کلمات کہہ دے اور نتیجتًا خاتمہ برا ہوجائے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگہانی اموات سے پناہ مانگنے کی امت کو تعلیم دی ہے۔ 12

ایک اور جامع دعاء

18/3445۔ حضرت زیدؓ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء (بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَايَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَايُسْتَجَابُ لَهَا.

یاالٰہی! میں (طاعتِ الٰہی اور عبادت میں) معذوری سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور بڑھاپے (کی سزاء سے) اور عذابِ قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ یاالٰہی! میرے نفس کو پرہیزگار بنادے اور تو اس کو پاکی عطا فرما آپ ہی سب میں بہتر پاک کرنے والے ہیں آپ ہی اس کے کارساز اور مالک ہیں۔

یاالٰہی! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے، اور ایسے دل سے جس میں آپ کا ڈر نہ ہو، اور ایسے نفس سے جس میں سیری نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو قبول نہ ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

19/3446۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡاَرۡبَعِ: مِنۡ عِلۡمٍ لَا یَنۡفَعُ ، وَمِنۡ قَلۡبٍ لَا یَخۡشَعُ، وَمِنۡ نَفۡسٍ لَاتَشۡبَعُ، وَمِنۡ دُعَاءٍ لَایُسۡمَعُ.

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں چار چیزوں سے: بے فائدہ علم سے، بے خوف دل سے، نہ سیر ہونے والے نفس سے، نہ سنی جانے والی دعاء سے۔

اس کی روایت امام احمد، اور ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

20/3447۔ اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے اور نسائی نے ان دونوں سے روایت کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

21/3448۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (دعاؤں میں سے) ایک دعاء یہ بھی تھی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ ،وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ ،وَ فُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ.

یا الٰہی! میں آپ کی (ہر اس) نعمت کے زوال سے (جس کا کوئی بدل نہ ہو) اور عافیت کے (مصیبت میں) بدل جانے سے اور آپ کے اچانک آنے والے عذاب سے اور آپ کے ہر قسم کی ناراضگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنے کی دعاء

22/3449۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی نیند میں ڈر جائے تو اس کو چاہئے کہ یہ کلمات پڑھ لے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ، وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَحْضُرُوْنْ.

میں اللہ تعالی کے کامل کلمات یعنی قرآن کے واسطہ سے اس کے غضب سے،اس کے عذاب سے،اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور ان کے مجھ پر حاضر ہونے یعنی مسلط ہونے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

(تو) شیاطین اس کو (ظاہراً اور باطناً) نقصان نہیں پہونچائیں گے

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے بچوں میں سے جو بالغ ہوتے مذکورہ بالا دعاء سکھاتے تھے اور ان میں جو نابالغ ہوتے اس دعا کو کاغذ کے ایک پرچہ پر لکھ کر اس کے گلے میں لٹکاتے تھے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے اور اس حدیث کے الفاظ ترمذی کے ہیں۔

دم کرنے یا تعویذ باندھنے کی اجازت

ف: واضح ہو کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما دعاء کو کاغذ کے پرچہ پر لکھ کر بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے۔ یہ حدیث تعویذ کے جواز کی دلیل ہے۔ اور روضہ میں لکھا ہے کہ دم کرنے یا کسی پر دعاء پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اس میں شرک کے الفاظ نہ ہوں اور جن حدیثوں میں تعویذ منع ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ اس میں شرک کے مضامین ہوں اس پر بھروسہ کرنا کہ اللہ تعالی سے غافل ہوجائے۔ تعویذ کے مختلف طریقے سلف سے مروی ہیں پانی پر دم کر کے مریض کو پلانا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن کی آیتوں کو کسی برتن پر لکھ کر بیمار کو دھو کر پلاویں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دردزہ میں آیتوں کو دھو کر پلانے کا حکم دیا ہے اور حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ نے آیتوں کو لکھ کر عورتوں یا بچوں کے گلوں میں لٹکانے میں قباحت نہیں بتائی بشرطیکہ اس کو چاندی یا چمڑے میں بند کر دیا جائے 12

ایک مختصر اور جامع دعاء

23/3450۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَالَمْ اَعْمَلْ.

یا الٰہی! میں ان کاموں کی برائی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں جن کو میں نے کیا ہے اور ان کاموں کی برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جن کو میں نے نہیں کیا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اپنے اعضاء کی برائیوں سے محفوظ رہنے کی دعاء

24/3451۔ شُتَیر بن شکل بن حمید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے ایک ایسا عمل

سیکھائیے جس سے میں اللہ تعالی کی پناہ لیتا رہوں تو آپ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ، وَشَرِّ بَصَرِیْ، وَشَرِّ لِسَانِیْ، وَشَرِّ قَلْبِیْ، وَشَرِّ مَنِیِّیْ.

یا الٰہی! میں اپنے کانوں کے برا سننے سے آنکھوں کے برا دیکھنے سے، زبان کے برا بولنے سے، دل کی برائیوں سے اور مادہ منویہ کی برائی (یعنی بدنگاہی اور بدفعلی) سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی دعاء

25/3452۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والد سے (ان کے اسلام لانے سے پہلے) دریافت فرمایا: اے حصین! تم دن میں کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ میرے والد نے جواب دیا: سات (خداؤں کی عبادت کرتا ہوں) چھ زمین والے اور ایک آسمان والا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: تو ان میں سے کس سے (بھلائی کی) امید رکھتا ہے اور ڈرتا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا: میں (امید اور خوف) آسمان والے سے رکھتا ہوں! (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: اے حصین! اگر تو اسلام قبول کر لیتا تو میں تجھ کو دو ایسے کلمے سکھاتا جو تجھے (دنیا اور آخرت میں) فائدہ دیتے۔حضرت عمران نے فرمایا جب (میرے والد) حصین نے اسلام قبول کیا تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وہ کلمات سکھائیے جن کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔تو آپ نے فرمایا یوں کہا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ، وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ.

یا الٰہی! مجھے ہدایت کی توفیق دیجئے اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچائیے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دعاء کو تین مرتبہ دھرانا چاہئے

26/3453 ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سے تین مرتبہ جنت طلب کرے تو جنت کہتی ہے ''یا الٰہی تو اس کو جنت میں داخل کردے''۔اور جو شخص تین مرتبہ (اللہ تعالی سے) دوزخ کی پناہ مانگے تو دوزخ کہتی ہے ''الٰہی! تو اس کو دوزخ سے پناہ دے''۔

اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

(7/108)بَابُ جَامِعِ الدُّعَاءِ

(اس باب میں ان دعاؤں کا بیان ہے جن میں الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں)

تعلیم امت کے لئے ایک جامع دعاء

1/3454۔حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تعلیم امت کے لئے) یہ دعاء فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ،اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

یاالٰہی! میرے گناہ کو، میری نادانی کواور اعمال کی کوتاہیوں کواور ان گناہ ہوں کو جن کو مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں بخش دیجئے یاالٰہی! ان گناہوں کو بخش دیجئے جن کو میں نے قصداً کئے اور مذاق سے کئے اور ناداستہ کئے اور بالارادہ کئے اور یہ سارے گناہ مجھ میں ہیں۔

یاالٰہی! میرے ان گناہوں کو بھی بخش دیجئے جن کو میں نے پہلے کئے ہیں اور بعد میں مجھ سے سرزد ہوں گے اور جن کو میں نے چھپ کر کیا اور جن کو علی الاعلان کیا اور جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔(نیکیوں میں) آگے بڑھانے والے بھی آپ ہی ہیں اور پیچھے ہٹانے والے بھی آپ ہی ہیں اور آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جب کوئی اسلام لاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا سکھاتے

2/3455۔ حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نماز سکھاتے اور اس کو حکم دیتے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ دعاء کرے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَا فِنِیْ وَارْزُقْنِیْ .

یا الٰہی! آپ (میرے گناہوں کو) بخش دیجئے اور میرے (عیوب کو چھپا کر) مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے (صراط مستقیم پر) چلایئے (اور اس پر مجھے قائم رکھیے اور بلاؤں اور خطاؤں سے مجھے عافیت دیجئے اور مجھے حلال روزی دیجئے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دین اور دنیا کی درستگی کے لئے ایک دعاء

3/3456۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِی الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ، وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ. وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیْ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ. وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ . وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ.

یا الٰہی! میرے دین کو سنوار دیجئے جو میرے تمام کاموں کا محافظ ہے۔ اور آپ میری دنیا کو بھی سنوار دیجئے جس میں میری زندگانی ہے۔ اور میری آخرت کو بھی سنوار دیجئے جہاں مجھے لوٹنا ہے اور میری زندگی کو ہر نیکی میں زیادتی کا سبب بنا دیجئے اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت کا سبب بنا دیجئے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مستقل دعاء

4/3457۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دعا یاد کی ہے جس کو (کبھی) نہیں چھوڑتا ہوں (وہ دعا یہ ہے):

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ، وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ، وَاَتَّبِعُ نُصْحَکَ، وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ.

یا الٰہی آپ مجھے بڑا شکر گزار اور بڑا شکر گزار اور بڑا ذاکر بنا دیجئے اور آپ کی نصیحتوں (یعنی حقوق العباد) کو ادا کرنے والا اور آپ کی وصیت (یعنی حقوق اللہ) کی حفاظت کرنے والا بنا دیجئے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نفاق اور شہرت سے بچنے کی دعاء

5/3458۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا فرماتے سنا:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ، وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ، وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ، وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ، فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِیْ الصُّدُوْرُ.

یا الٰہی! آپ میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو دکھاوے اور شہرت سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت سے اور خیانت کرنے والی آنکھوں اور دل کے بھیدوں کو آپ ہی جانتے ہیں۔ اس کی روایت بیھقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کا طریقہ

6/3459۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ایک نابینا شخص حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم وکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: آپ اللہ تعالی

سے دعا فرمائے کہ وہ مجھے عافیت دے (یعنی مجھے بینائی عطا کر دے) آپ نے جواب دیا تم چاہو تو میں اللہ تعالی سے (تمہارے لئے) دعاء کروں یا چاہو تو تم صبر کرو اور صبر تمہارے لئے بہتر ہے (یہ سن کر) انھوں نے جواب دیا: آپ دعاء ہی فرمادیجئے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں اور اچھی طرح وضو کریں اور پھر ان کلمات کے ذریعہ دعاء کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَ لُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ، لِیَقْضِیَ لِیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ. اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ.

یا الٰہی! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبئ رحمت ہیں (اے نبی) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف رجوع ہوتا ہوں تا کہ وہ میری اس حاجت کو میرے لئے پوری کر دے۔ یا الٰہی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرمائیے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ایک عمومی دعاء

7/3460۔حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ یہ دعاء بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی ،وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی.

یا الٰہی! میں آپ سے ہدایت، پرہیزگاری (نفس اور دل کی) پاکی اور (مخلوق سے) بے نیازی مانگتا ہوں۔مسلم نے روایت بیان کی ہے۔

صحت وعافیت اور حسن عمل وغیرہ کی دعاء

8/3461۔حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالۡعِفَّۃَ وَالۡاَمَانَۃَ ،وَحُسۡنَ الۡخُلُقِ وَالرِّضَا بِالۡقَدۡرِ.

یاالٰہی! میں آپ سے صحت اور عافیت و پاک دامنی، امانت داری، اچھے اخلاق اور تقدیر پر رضامندی مانگتا ہوں۔اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

دین ودنیا کی بھلائیوں پر مشتمل ایک جامع ترین دعاء

9/3462۔عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہمیں (ایک مرتبہ) نماز پڑھائی اور آپ نے بہت مختصر نماز پڑھی (یعنی قرأت اور تسبیحات زیادہ نہیں پڑھیں) تو (حاضرین میں سے) بعض لوگوں نے (اعتراضاً) کہا کہ: آپ نے نماز میں تخفیف کی اور نماز کو بہت مختصر کیا! حضرت عمار نے جواب دیا: اس تخفیف کا مجھے کچھ افسوس نہیں! اس لئے کہ میں نے اس نماز میں ایسی دعائیں کی ہیں جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جب حضرت عمار وہاں سے چلے تو ایک شخص آپ کے ساتھ ہوگیا اور وہ میرے والد (حضرت سائب) تھے لیکن انہوں نے (بطور تواضع) اپنے آپ کو ظاہر کئے بغیر اپنے کو شخص کہا اور اس دعاء کو ان سے پوچھا اور واپس آکر سب کو وہ دعاء بتائی (اور وہ دعاء یہ ہے):

اَللّٰھُمَّ بِعِلۡمِکَ الۡغَیۡبِ وَقُدۡرَتِکَ عَلَی الۡخَلۡقِ اَحۡیِنِیۡ مَاعَلِمۡتَ الۡحَیَاۃَ خَیۡرًا لِّیۡ، وَتَوَفَّنِیۡ اِذَا عَلِمۡتَ الۡوَفَاۃَ خَیۡرًا لِّیۡ .

اَللّٰھُمَّ وَاَسۡأَلُکَ خَشۡیَتَکَ فِیۡ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ، وَاَسۡئَلُکَ کَلِمَۃَ الۡحَقِّ فِیۡ الرِّضَا وَالۡغَضَبِ، وَ اَسۡئَلُکَ الۡقَصۡدَ فِیۡ الۡفَقۡرِ وَالۡغِنٰی، وَاَسۡأَلُکَ نَعِیۡمًا لَّایَنۡفَدُ، وَاَسۡأَلُکَ قُرَّۃَ عَیۡنٍ لَا تَنۡقَطِعُ، وَاَسۡئَالُکَ الرِّضَا بَعۡدَ الۡقَضَاءِ، وَاَسۡأَلُکَ بَرۡدَ الۡعَیۡشِ

بَـعْـدَ الْـمَـوْتِ، وَاَسْـأَلُکَ لَـذَّـةَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْهِکَ، وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ .

اَللّٰهُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مَّهْدِیِّیْنَ.

یاالٰہی! آپ کے علم غیب اور مخلوقات پر آپ کی قدرت کا واسطہ آپ مجھے اس وقت تک زندہ رکھئے جب تک آپ زندگی کو میرے لئے بہتر جانتے ہیں اور آپ مجھے اس وقت موت دے دیجئے جب آپ موت کو میرے لئے بہتر جانتے ہوں۔ یاالٰہی باطن اور ظاہر میں آپ کا ڈر مانگتا ہوں اور خوشی اور غصہ کی حالت میں حق بولنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اور محتاجی تونگری میں اعتدال مانگتا ہوں۔ اور آپ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو (یعنی جنت مانگتا ہوں) اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو زائل نہ ہو۔ اور تقدیر پر رضامندی مانگتا ہوں اور مرنے کے بعد زندگی کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ اور آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے کی لذت اور آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں (یعنی دیدار کی لذت اور ملاقات کا شوق مانگتا ہوں) جو نقصان پہونچانے والا اور گمراہی کے فتنہ میں مبتلا کرنے والا نہ ہو۔ یاالٰہی! ہم کو زینت ایمانی سے سنوار دیجئے اور ہم کو راہ راست پر بنا دیجئے۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

نماز فجر کے بعد ایک مختصر دعاء

10/3463۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا، وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا، وَرِزْقًا طَیِّبًا.

یاالٰہی! میں آپ سے نافع علم اور مقبول عمل اور حلال رزق مانگتا ہوں

اس کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

حضرت عمر کو سکھلائی ہوئی ایک دعاء

11/3464 ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی ارشاد فرمایا: تم یوں دعاء کرو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ، وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرَ الضَّالِّ وَالْمُضِلِّ.

یا الٰہی! آپ میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دیجے اور میرے ظاہر کو (بھی نیکیوں سے) سنوار دیجئے۔ یا الٰہی! میں آپ سے وہ نیک بیوی اور بہتر مال اور نیک اولاد مانگتا ہوں جو آپ لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جو نہ تو (خود) گمراہ ہوں اور نہ (دوسری کو) گمراہ کرنے والے ہوں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

عفو اور عافیت مانگنے کی تاکید

12/3465 ۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور رونے لگے (اس لئے کہ آپ کو اپنی امت کے فتنوں میں گرفتار ہونے کا خیال آیا) اور آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالی سے عفو (یعنی گناہوں سے معافی) اور عافیت (یعنی دین اور (دنیا کی سلامتی) مانگا کرو اس لئے کہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت کسی کو نہیں دی گئی۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

دنیا اور آخرت کی عافیت مانگنا ہی بہتر دعاء ہے

13/3466 ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارشاد ہو)

کونسی دعا (میرے لئے) زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے رب سے تندرستی اور دنیا اور آخرت میں عافیت (یعنی ایک دوسرے کے شرور سے حفاظت اور نیکیوں میں ایک دوسرے کی مدد) مانگا کرو۔ پھر وہی صاحب آپ کی خدمت میں دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کئے: یا رسول اللہ (ارشاد ہو کہ) کونسی دعاء (میرے لئے) زیادہ بہتر ہے؛ تو آپ نے اسی دعا کو پڑھنے کی تلقین فرمائی وہ صاحب تیسرے دن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اسی (دعاء) کے کرنے کی تاکید فرمائی اور پھر فرمایا: جب تم کو دنیا اور آخرت کی عافیت اور تندرستی دے دی گئی تو تم کامیاب ہو گئے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکھلائی ہوئی ایک خصوصی دعاء

14/3467۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم یوں دعاء کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ.

یاالٰہی! آپ ہدایت پر مجھے ثابت قدم رکھئے اور مجھے راہ راست پر چلائے

اور فرمایا کہ حضوری قلب کے لئے جب تم ہدایت کی کی دعاء کرو تو سیدھے راستے کا تصور کرو اور راہ راست کے لئے جب دعاء کرو تو تیر کے سیدھے پن کا تصور کرو۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے پڑھی جانے والی دعاء

15/3468۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ آتِنَا فِیْ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

یاالٰہی! آپ ہمیں دنیا میں (بھلائی) یعنی صحت، رزق اور توفیق) دیجئے اور آخرت میں بھی بھلائی (یعنی مراتب عالیہ اور دیدار الٰہی) سے مشرف فرمایئے اور ہم کو (اپنی مغفرت سے) دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی متفقہ طور پر کی ہے۔

اللہ تعالی سے عذاب طلب کرنے کی ممانعت

16/3469۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسلمان صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو پرندہ کے بچہ کی طرح کمزور ہوگئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالی سے کوئی چیز (یعنی مصیبت) کی دعا کی تھی یا اس کو مانگ لیا تھا (جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوگئی ہے) ۔انہوں نے جواب دیا: ہاں! میں اس طرح دعاء کیا کرتا تھا یاالٰہی آپ جو عذاب مجھے آخرت میں دینے والے ہیں اس کو دنیا ہی میں فوراً دیدیجئے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :سبحان اللہ! (تو نے عجب دعاء مانگ لی ہے) تو نہ تو (دنیا میں) اس کے عذاب کی طاقت رکھتا ہے (نہ آخرت میں) اس کو برداشت کرسکے گا (کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس کے بدلہ میں) تو نے یہ دعا کرلی ہوتی ''اَللّٰھُمَّ آتِنَا فِیْ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ''۔

راوی کا بیان ہے کہ ان صاحب نے یہی دعا مانگی اور اللہ تعالی نے ان کو شفا دیدی۔

مسلمان وہی کام لے جس کو وہ کرسکتا ہے

17/3470۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو یہ بات مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسوا کرے ۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ) مسلمان اپنے آپ کو کس طری رسوا کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا

کہ وہ خود کو وہ ایسی آزمائش اور مشقت میں ڈالے جس کے (پورا کرنے کی) طاقت نہیں رکھتا ہو۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نعمتوں کو اللہ تعالی کی خوشنودی میں لگانے کی دعاء

18/3471۔عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور یہ دعاء بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّهٗ عِنْدَکَ. اَللّٰھُمَّ مَارَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ. اَللّٰھُمَّ مَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ.

یاالٰہی! آپ مجھے اپنی محبت نصیب فرمایئے اور اس شخص کی محبت بھی جس کی محبت مجھے آپ کے پاس فائدہ دے۔ یاالٰہی! آپ نے میری پسندیدہ (نعمتیں) جو مجھے دی ہیں ان کو آپ اپنی خوشنودی (یعنی اپنی اطاعت کے کاموں) میں لگا دیجئے۔ یاالٰہی! آپ نے میری جن خواہشات کو روک رکھا ہے ان سے مجھے فارغ کرکے اپنی مرضیات میں مشغول فرمادیجئے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

حضرت داود علیہ السلام کی دعاء

19/3472۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت داود علٰی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ، وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَ أَهْلِیْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَرَدِ.

یاالٰہی! میں اپ سے آپ کی محبت اور آپ کے محبین کی محبت اور وہ عمل مانگتا ہوں جو آپ کی محبت تک پہنچادے۔ یاالٰہی! آپ اپنی محبت کو مجھے اپنی جان اپنے مال، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنادیجئے۔

حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت داود علیہ السلام کا ذکر فرماتے اوران کا کوئی واقعہ بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ وہ (اپنے زمانے کے) سب سے بڑے عبادت گذار بندے تھے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اختتامِ مجلس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عمومی دعاء

20/3473۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی مجلس سے اٹھتے تو اپنے اصحاب کے لئے اکثر دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَکَ ،وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا. وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا ،فَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا ،وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا ، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّايَرْحَمُنَا.

یاالٰہی! آپ ہمیں اپنی خشیت اس قدر نصیب فرمایئے جس کی وجہ سے آپ ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہوجائیں۔اور ہم کواس قدر اطاعت نصیب فرمایئے جس کی وجہ

سے آپ ہم کو اپنی جنت میں پہونچادیں۔اور اس قدر یقین نصیب فرمایئے جس کی وجہ سے آپ ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان فرمادیں اور ہماری سماعت کو اور ہماری بصارت کو اور ہماری قوت کو زندگی بھر ہمارے لئے فائدہ مند بنادیجئے اور اس (انعام) کو ہماری نسل میں جاری وساری رکھے اور جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے آپ ہی ان سے ہمارا انتقام لے لیجئے۔اور جنہوں نے ہم سے دشمنی کی ہے ان کے مقابلہ میں آپ ہماری مدد فرمایئے ۔اور ہماری مصیبتوں کو ہمارے دین میں (کمی) یعنی بدعقیدگی، حرام خوری اور عبادتوں میں کوتاہی کا سبب نہ بنایئے۔ اور آپ دنیا ہی کو ہماری فکر اور ہمارے علم کا سب سے بڑا نصب العین نہ بنایئے اور ایسوں کو ہم پر مسلط نہ فرمایئے جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اس کی روایت ترمذیؒ نے کی ہے۔اور کہا ہے کہ: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

علم نافع اور عمل صالح کی دعاء

21/3474۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء (بھی) فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ، وَعَلِّمْنِیْ مَایَنْفَعُنِیْ، وَزِدْنِیْ عِلْمًا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ، وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ.

یاالٰہی! آپ نے مجھے جو علم دیا ہے اس کو میرے لئے نافع بنایئے اور مجھے ایسا علم سکھایئے جو (دنیا اور آخرت میں) مجھے نفع دے اور مجھے اور زیادہ علم نصیب فرمایئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور میں دوزخیوں کے حال (یعنی ان کے اعمال سے) میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔اس کی روایت ترمذیؒ، حاکم اور ابن ماجہؒ نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاریؒ کی شرط کئے مطابق صحیح ہے۔

سورہ مومنون کی ابتدائی دس آیتوں کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا قبلہ رو ہوکر دعاء فرمانا

22/3475۔امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس وقت وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرہ کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ایک آواز سنائی دیتی (ایک دفعہ) دن کے وقت آپ کے اوپر وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر انتظار کرتے رہے (تا کہ وحی کی کیفیت آپ پر سے دور ہوجائے) چنانچہ وہ کیفیت آپ پر سے زائل ہوگئی (ہم نے دیکھا کہ) آپ قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعاء فرمائی:

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا.

یاالٰہی! (ہماری بھلائیوں اور تعداد میں) اضافہ فرمایئے اور (ان چیزوں میں) کمی نہ کیجئے۔ اور (دنیا وآخرت میں) ہمیں سر بلند فرمایئے۔اور ہمیں (ان میں) ذلیل نہ فرمایئے اور ہم کو سرفراز فرمایئے اور ہمیں محروم نہ کیجئے اور ہم کو (لوگوں پر) غالب رکھئے اور (ان کا) مغلوب نہ بنایئے اور ہم کو راضی رکھئے اور ہم سے راضی ہوجائے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر (ابھی ابھی) دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جو شخص ان پر عمل کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے (سورۂ مومنون کی نازل شدہ ابتدائی دس آیتوں کی) تلاوت فرمائیں (جن کو) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے شروع فرماکر هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ پر دس آیتیں ختم فرمائیں۔اس کی روایت امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے کی ہے۔

دین اور دنیا کی بھلائیوں پر مشتمل ایک جامع دعاء

23/3476۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء (بھی) فرمایا کرتے تھے:

رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ، وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ، وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ، وَاهْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْهُدٰی لِیْ، وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ.

رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا، لَکَ ذَاکِرًا ،لَکَ رَاهِبًا، لَکَ مِطْوَاعًا، لَکَ مُخْبِتًا،اِلَیْکَ اَوَّاهًا مُّنِیْبًا. رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ، وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ، وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ، وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ، وَسَدِّدْ لِسَانِیْ، وَاهْدِ قَلْبِیْ، وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ.

اے میرے رب (آپ کے ذکر،شکر اور عبادت کی بجا آوری میں) میری مدد فرمایئے اور (ان کاموں میں میرے لئے رکاوٹ کا جو سبب بنیں) ان کی مدد آپ مت فرمایئے اور (مخالفین پر) مجھ کو غلبہ نصیب فرمایئے اور ان کو مجھ پر غالب نہ فرمایئے اور آپ میرے لئے تدبیریں فرمایئے اور میرے خلاف تدبیریں نہ کیجئے۔اور مجھے راہِ راست پر چلایئے اور راہ راست پر چلنا میرے لئے آسان فرما دیجئے۔اور جو مجھ پر ظلم اور زیادتی کریں ان کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے۔اے میرے رب مجھے (نعمتوں پر) آپ کا شکر کرنے والا (ہمیشہ) آپ کو یاد کرنے والا (ہر حال میں) آپ ہی سے ڈرنے والا، آپ کا کامل اطاعت گزار، آپ ہی کے آگے عاجزی کرنے والا، آہ وزاری کے ساتھ آپ ہی کی طرف رجوع ہونے والا (بندۂ) بنا دیجئے اے میرے مالک میری توبہ قبول فرمایئے، مجھے گناہوں سے پاک کر دیجئے میری دعاؤں کو قبول فرمایئے،اور (قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے جواب میں) اپنی محبت (یعنی اقرار اور تصدیق پر) مجھے ثابت قدم رکھئے اور میری زبان کو (حق اور صداقت پر) قائم رکھئے اور میرے دل کو (اپنی معرفت کی) راہ دکھایئے اور میرے

سینہ سے (وسوسوں کی سیاحی کو) دور کردیجئے ۔اس کی روایت ترمذیؔ، ابوداوداور ابنؔ ماجہ نے کی ہے۔

دعاء میں صالحین کو وسیلہ بنانا مسنون ہے

اُمتیۃ بن حالد بن عبداللہ اُسِید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے (کفار پر) فتح کی دعاء مانگا کرتے تھے۔اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔

ـــیہ حدیث زجاجۃ المصابیح جلد چہارم کے " **باب فضل الفقراء و ما کان من عیش النبی صلی الله علیه وسلم**" میں مروی ہے۔اوراس حدیث کو باب ہٰذا کے اختتام پر بلحاظ موزونیت درج کیا گیا ہے۔(مترجم)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

(11) کِتَابُ الۡمَنَاسِکِ

(اس کتاب میں حج کے افعال، احکام اور فضائل کا بیان ہے)

وَقَوۡلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ، وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ''. اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ آل عمران، ع:10، پ:4، آیت نمبر:97، میں) اور اللہ ہی کے واسطے ان لوگوں پر اس مکان یعنی کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت اور قدرت رکھتے ہوں اور جو شخص اس کا منکر ہو (تو اللہ تعالی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں) اللہ تعالی تو تمام جہاں والوں سے غنی ہیں (کہ کسی کے نہ ماننے سے اللہ تعالی کا کوئی کام رکتا نہیں بلکہ انکار سے خود اس شخص کا ہی نقصان ہے)۔

قرآن سے حج کی فرضیت کا ثبوت

ف(1): تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ صدر کی آیت ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ...... الخ'' سے حج کی فرضیت ثابت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس شخص پر جو کعبۃ اللہ تک پہونچنے پر قادر ہو، اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ حج فریضہ محکمہ ہے جس کی فرضیت کتاب اللہ کی آیت شریفہ ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ...... الخ'' سے ثابت ہے۔12

حج عمر بھر میں ایک بار فرض ہے

ف(2): ہدایہ میں لکھا ہے کہ حج تمام عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اس لئے کہ حج کی فرضیت کا سبب بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ جب تک سبب کی تکرار نہ ہو واجب کی تکرار نہیں ہوتی اھ۔

حج کے عمر بھر میں ایک بار فرض ہونے پر مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے تو تم حج کرو۔ ایک صاحب نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال ہم پر حج فرض ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے اس سوال پر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال تم پر حج فرض ہوجاتا جس کی تم طاقت نہ رکھتے۔ 12

عورت کے لئے محرم کی ضرورت اوراس کے اسباب

ف(3): صدر کی آیت میں ارشاد ہے: "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا" یعنی حج اس شخص پر فرض ہے جو کعبۃ اللہ تک پہونچنے کی قدرت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عورتوں سے یہ حکم متعلق نہ ہوگا، اگر عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو، اس لئے کہ عورت تنہا سفر کے دوران بغیر کسی سہارے کے سواری وغیرہ پر اتر چڑھ نہیں سکتی جب تک کہ کوئی اس کو سہارا دے کر نہ اتارے اور نہ چڑھائے اور محرم یا شوہر کے سوا کوئی اس کو نہ سواری پر چڑھا سکتا ہے اور نہ اتار سکتا ہے۔ اس وجہ سے تمام عورتیں محرم یا شوہر کی معیت کے بغیر حج پر قادر نہیں ہوسکیں گی، اگر بعض عورتیں بغیر شوہر یا محرم کے سواری پر اترنے اور چڑھنے پر قادر ہوں تو بھی ایسے موقعوں پر عورت کے ایڑیاں، پیر، پنڈلیاں اور کلائی کے کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور محرم کی ضرورت ایسے ہی موقعوں کے لئے ہے کہ وہ عورت کی ستر پوشی کا خیال رکھے۔ فتح القدیر کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

علاوہ ازیں حج کے سفر میں شوہر یا محرم کی ضرورت اس وجہ سے بھی ہے کہ دوران سفر میں اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی تیمارداری، اٹھانے بٹھانے اور کھلانے پلانے وغیرہ کا کام سوائے شوہر یا محرم کے غیر شخص نہیں کرسکتا۔

اسی وجہ سے شوہر یا محرم کے بغیر عورت حج کے سفر پر قادر نہیں ہوسکے گی۔

عمر بھر میں ایک بار حج کی فرضیت اور کثرتِ سوال سے ممانعت

پہلی حدیث

1/3477۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) خطبہ کے دوران رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! تم پر (بیت اللہ کا) حج فرض کیا گیا ہے اس لئے تم حج کرو۔ یہ سن کر ایک صاحب نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ہر سال حج کیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس سوال کو سن کر) خاموش رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس سوال کو تین مرتبہ دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (سنو!) اگر میں (تمہارے سوال پر) ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال تم پر) حج فرض ہوجاتا اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (خبردار! جب تک میں خود کسی حکم کو بیان نہ کروں) تم مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، جب تک کہ میں خود تم کو نہ چھوڑ دوں (یعنے مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ یہ فعل کیسا ہے اور کتنی بار ہے؟ جب تک میں تم کو اس کا حکم نہ دوں) اس لئے کہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے انبیاء سے اختلاف اور کثرتِ سوال ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ لہذا میں تم کو جب کسی کام کا حکم دوں تو اپنی قوت کے مطابق اس کو ادا کرو، اور جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف (1): واضح ہو کہ حج امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے پاس علی الفور فرض ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ حج کرنے میں جلدی کرے، اس لئے کہ کبھی کوئی بیماری آجاتی ہے اور سواری گم ہوجاتی ہے اور کوئی ضرورت در پیش ہوجاتی ہے۔ اھ یعنی احتمال ہے کہ دیر کرنے میں یہ واقعات درپیش ہوں اور حج نہ کر سکے اور مرجاوے تو گویا وہ ایک فرض کا تارک ہوکر مرا۔ اس لئے جیسے ہی حج فرض ہو تو دوسرے سال تک تاخیر نہ کرے بلکہ اسی سال حج کرے ۔12

دوسری حدیث

2/3478۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اے لوگو! اللہ تعالی نے تم پر حج فرض کیا ہے یہ سن کر اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو تم پر (ہر سال حج) واجب ہوتا (یعنی اس کا ادا کرنا ہر سال فرض ہو جاتا) اور (ہر سال) حج واجب ہو جائے تو تم (ہر سال) حج نہیں کر سکتے اور اس کی قدرت بھی نہیں رکھ سکتے (یاد رکھو!) حج عمر بھر میں (صرف) ایک بار (فرض) ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کرے نفل ہوگا۔اس کی روایت امام احمد، نسائی اور دارمی نے کی ہے اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کی روایت درقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے اور شمنی نے کہا ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

حج فی الفور واجب ہے اور اس کی تحقیق

3/3479۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ (حج کے ادا کرنے میں) جلدی کرے۔اس کی روایت ابوداؤد دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حج علی الفور فرض ہے جیسا کہ بذل المجہود میں مذکور ہے اور مرقات میں لکھا ہے کہ صحیح ترین قول یہ ہے کہ حج علی الفور واجب ہے اور یہ قول امام ابو یوسف اور امام مالک رحمہما اللہ کا ہے۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابوحنیفہ کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حج علی التراخی فرض ہے یعنی فرضیت کے دوسرے سال بھی حج ادا کیا جا سکتا ہے۔اور امام شافعی بھی علی التراخی فرضیت کے قائل ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ کے پاس حج کے فرض ہونے کے بعد اس صورت میں تاخیر جائز ہے جب کہ حج کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، یعنی اگر فرض ہونے کے بعد حج ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ گنہگار رہوگا۔

ائمہ کرام کے درمیان حج کی فرضیت علی الفور یا التراخی کا جو اختلاف ہے اس کا اثر یہ ہے کہ جن حضرات کے پاس حج علی الفور واجب ہے تو فرضیت کے بعد فوراً حج ادا نہ کرنے والا فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔اس کے برخلاف جن ائمہ کے پاس حج علی التراخی واجب ہے ان کے پاس

فرضیت حج کے بعد تاخیر سے حج ادا کرنے والا فاسق نہ ہوگا اور اس کی گواہی بھی قبول ہوگی، لیکن اگر حج کے فرض ہونے کے بعد حج ادا کرنے سے پہلے وہ مرجائے تو بالاتفاق ایسا شخص سب کے پاس گنہگار ہوگا۔ یہ تحقیق علامہ شمنی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ حج فرض ہونے کے بعد چاہئے کہ حج فوراً ادا کرلیا جائے۔12

فرضیت حج کے لئے زاد، راحلہ اور سبیل ضروری ہے

4/3480۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد " وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ، وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ "(سورۂ آل عمران، ع:10، پ:4،آیت نمبر:97) کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ سبیل سے کیا مراد ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توشہ اور سواری (یعنی آمدورفت، کھانے اور مصارف سفر اور واپسی تک اہل وعیال کا نفقہ۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔اور ان دونوں حضرات نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

5/3481۔اور حماد بن سلمہ نے بھی قتادہ کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح اس کی تخریج کی ہے اور حماد بن سلمہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

6/3482۔اور سعید بن منصور نے بھی صحیح طُرق سے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کی ہے۔

7/3483۔اور اس بارے میں حضرات ابن عمر ابن عباس، ام المومنین عائشہ، جابر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مرفوعاً روایتیں ہیں جن سے ایک دوسرے کی تائید ہوتی ہے اور اسی وجہ سے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

8/3484۔اور ابن جریر کی روایت میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

نے فرمایا کہ آیت مبارکہ ''مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا ''میں سبیل سے مراد صحت بدن ہے۔12

زادراحلہ اور سبیل سے کیا مراد ہے

ف: صدر کی حدیث شریف میں حج کے بارے میں جو آیت مذکور ہے اس میں ''مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا'' ارشاد ہے۔اس سلسلہ میں تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج ہر اس شخص پر فرض ہے جس میں استطاعت ہو، البتہ استطاعت کے بارے میں ائمہ کرام کے پاس اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس استطاعت سے مراد ''زاد اور راحلہ'' ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے پاس استطاعت سے مراد یہ ہے صحت بدن، پیدل چلنے پر قدرت اور ایسا ذریعہ معاش جس سے زاد اور راحلہ حاصل ہوسکتا ہو، اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس صحت بدن، زاد اور راحلہ پر قدرت اور راستہ کا امن استطاعت میں داخل ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں استطاعت کی تفسیر میں صرف زاد اور راحلہ کا جو ذکر فرمایا ہے وہ اس لئے ہے کہ زاد اور راحلہ اصل ہے اور دوسرے شرائط پر مقدم ہے۔ یہ مضمون بیضاوی، تفسیر حسینی، مدارک اور تفسیرات احمدیہ سے ماخوذ ہے۔اھ، اور فتح اللہ المعین میں کہا ہے کہ شرائط حج کی تین قسمیں ہیں۔

(1) شرائط وجوب (2) شرائط ادا (3) شرائط صحت حج۔

(1) شرائط وجوب میں عقل، بلوغ، اسلام، حریت (یعنے غلام پر حج فرض نہیں ہے) وقت، استطاعت اور حج کے فرض ہونے کا علم یہ سب چیزیں داخل ہیں

(2) شرائط ادا میں صحت بدن ہے (یعنے نابینا، اپاہج، معذور، دونوں پیروں کے کٹے ہوئے شخص اور ایسا بوڑھا جو سواری پر نہ بیٹھ سکے حج فرض نہیں ہے) ظاہری موانع کا (مثلاً دشمن کا خوف) نہ ہونا، اور راستہ کا امن ہے جس میں جان و مال کی سلامتی کا یقین ہو اور عورت کے لئے عدت کا نہ ہونا اور شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ہے اور شروط صحت حج میں حج کا احرام، حج کے مہینے اور کعبۃ اللہ میں حج کے لئے حاضر ہونا ہیں۔12

حج کب فرض ہوتا ہے

9/3485۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کب فرض ہوتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ زاداور راحلہ (توشہ اورسواری مہیا ہوتو حج فرض ہوتا ہے) ۔اس کی روایت ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

قدرت کے باوجود حج نہ کرنے کی وعید

10/3486۔امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ جوشخص اتنا توشہ (زادراہ) اورسواری رکھتا ہوکہ بیت اللہ تک ان کے ذریعہ پہونچ سکے اوراس کے باوجود بھی وہ حج نہ کرے تو اس کے یہودی یا نصرانی ہوکرمرنے میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ (وعید) اس لئے ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے ارشادفرمایا ہے:" وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ، وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ "یعنی بیت اللہ کا حج لوگوں پرفرض ہے جب کہ وہ مصارف سفر کے مالک ہوں)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

11/3487 ۔اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(طیبی)۔

12/3488۔اورعراقی نے کہا ہے کہ ابن عدی نے اس کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: واضح ہوکہ اس حدیث شریف میں حج پرقدرت رکھنے کے باوجود تارک حج کو یہود اور نصاری سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ عرب کے مشرکین شرک کے باوجود حج کیا کرتے تھے اور یہود

اورنصاری اہل کتاب ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے تھے۔12 مرقات

حاجی کے صفات اوراس کے افضل اعمال اورسبیل کی تشریح

13/3489۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا (یارسول اللہ) حاجی کی کیا صفت ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا غبار آلود سر اور پریشان بال (یعنی مناسک حج کی ادائی میں جو زینت کو چھوڑے ہوئے ہو) پھرایک دوسرے صحابی نے عرض کیا یارسول اللہؐ! حج میں کونسی باتیں زیادہ ثواب رکھتی ہیں؟ تو آپ نے ارشادفرمایا بلند آواز کے ساتھ لبیک کہتے رہنا اورقربانی کے خون کا بہانا۔پھرایک اورصحابی نے دریافت کیا یارسول اللہؐ! سبیل کے کیا معنی ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا توشہ اورسواری۔

اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے اورابن ماجہ نے اس کی روایت اپنی سنن میں کی ہے۔ البتہ ابن ماجہ نے آخری فقرہ کو بیان نہیں کیا۔

سفرحج میں مانگنے کی ممانعت

14/3490۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یمن کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حج کے لئے آتے تو اپنے ساتھ توشہ نہیں رکھتے تھے اوریوں کہتے کہ ہم تو متوکل ہیں۔ جب وہ مکہ میں آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے تو اللہ تعالی نے (سورۂ بقرہ ،آیت نمبر:197،پ:2،ع:25،کی) یہ آیت نازل فرمائی ’’ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی‘‘ (جب تم سفرکے لئے گھر سے نکلے تو اپنے ساتھ توشہ (اورتمام مصارف) لےلیا کرو،اس لئے کہ بہتریں توشہ تقوی ہے (یعنی بہترین تقوی یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچو اور برائیوں سے دوررہو) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

استطاعت رکھ کر حج نہ کرنے کی وعید

15/3491 ۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص ظاہری حاجت (یعنی زادراہ اور سواری یا ظالم بادشاہ کا خوف) یا مہلک مرض (جیسے فالج یا نابینائی) کی وجہ سے حج کو نہ جاسکے (تو یہ معاف ہے) البتہ جس شخص کو ان تینوں میں سے کوئی چیز مانع نہ ہو (اور وہ حج کرنے سے پہلے) مرجائے تو (اللہ تعالی کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ) وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

نابالغ بچہ اور غلام کا حج

16/3492 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحاء میں (جو مدینہ منورہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ایک قافلہ ملا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ان لوگوں نے بھی دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (میں) اللہ کا رسول ہوں! پھر قافلہ کی ایک عورت نے اپنے کم سن بچے کو دکھا کر پوچھا (یارسول اللہ اگرچہ کہ اس بچہ پر حج فرض نہیں، اگر اس کو حج کرایا جائے تو) کیا اس کا حج ادا ہوجائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! (اس کا یہ حج نفل ہوگا اور اس کو نفل حج کا ثواب ملے گا۔البتہ حج کرانے کا) تم کو بھی ثواب ملے گا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

17/3493 ۔اور حاکم کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے اس طرح مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی نابالغ بچہ حج کرے اور (حج کرنے کے بعد) بالغ ہو تو اس پر (استطاعت کی صورت میں) فرض ہے کہ پھر دوسری بار حج ادا کرے اور جو کوئی غلام حج کرے اور (حج کرنے کے بعد) اس کو

آزادی ملے تو اس پر بھی (بشرط استطاعت) فرض ہے کہ وہ پھر دوسرا حج ادا کرے۔ حاکم نے اس کی روایت کر کے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ان دونوں حضرات نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

نابالغ، نادار اور غلام کے حج کرنے کے مسائل

ف: واضح ہو کہ درمختار، عالمگیری اور عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے کہ بچہ یا غلام حج کا احرام باندھ لیں اور حج ادا کرلیں تو ان کا یہ حج نفل ہوگا۔ فرض حج نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ بچہ اور غلام پر حج فرض نہیں ہے۔ پھر جب بچہ بالغ ہوجائے، یا غلام آزاد ہوجائے اور ان میں حج کی استطاعت ہو تو ان کو حجِ فرض ادا کرنا ضروری ہوگا، اور عرف شذی میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

اور فقہاء کرام نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ بچہ جب حج کررہا ہو تو ولی کو چاہئے کہ بچہ کو بھی بڑوں کی طرح میقات سے احرام بندھوائے اور بچہ کی طرف سے ولی لبیک کہے اور بچہ کو ممنوعاتِ احرام سے بچاتا رہے۔ اھ، اور اگر نابالغ بچہ وقوف عرفات سے پہلے بالغ ہوجائے اور پھر میقات پر پہنچ کر فرض حج کی نیت سے جدید احرام باندھ لے اور مناسک حج کی تکمیل کرلے تو فرض حج اس کے ذمہ سے ادا ہوجائے گا۔ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی نادار اور مفلس شخص کسی طرح حج کے دنوں میں کعبۃ اللہ پہنچ جائے اور حج کے مناسک ادا کرلے تو اس کا فرض حج ادا ہوجائے گا اور بعدازاں وہ غنی ہوجائے تو اس کو پھر سے حجِ فرض ادا کرنا ضروری ہوگا۔

اور اگر غلام نے اپنے مالک کے ساتھ نفل حج کی نیت سے احرام باندھا تھا اور وقوف عرفات سے پہلے آزاد ہوگیا تو اس کو چاہئے کہ سابقہ نفل حج کی نیت ہی سے مناسک حج کی تکمیل کرلے اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ نفل احرام کو توڑ کر میقات سے فرض حج کی نیت سے احرام باندھ لے، البتہ بشرط استطاعت اس کو آئندہ فرض حج کی تکمیل کرنا ضروری ہوگا۔ درمختار۔ 12

معذوری کی وجہ سے حج بدل کا جواز

18/3494۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (یمن کے قبیلہ) بنو خَثْعَمْ کی

ایک خاتون نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے باپ پر ایسی حالت میں حج فرض ہوا ہے جب کہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے (یعنی سفر کے قابل نہیں ہیں) کیا میں ایسی صورت میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں (ایسی صورت میں تم ان کی طرف سے حج کرسکتی ہو) یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا معذور اور عاجز شخص جو اپنی صحت سے مایوس ہو، اس کی طرف سے حج بدل کرنا درست ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کو اور عورت کی طرف سے مرد کو حج بدل کرنا درست ہے، اور اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسا شخص جس پر حج واجب ہے اور خود سفر حج کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ دوسرے سے حج بدل کرا سکتا ہے۔ نہایہ، مرقات، اشعۃ اللمعات۔ 12

میت کی طرف سے حج بدل کے احکام

19/3495۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور (نذر پوری کرنے سے پہلے) اس کا انتقال ہوگیا (کیا میں اس کی طرف سے حج کی یہ نذر پوری کرسکتا ہوں؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اگر اس پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! (ادا کردیتا!) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے اس قرض کو ادا کرو کہ اس کا ادا کرنا زیادہ مناسب ہے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔ صاحب مرقات نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ میت کی طرف سے اس کے تہائی مال سے حج کروانا اس صورت میں میت کے ورثاء پر واجب ہے جبکہ میت نے حج کروانے کی وصیت کی ہو، اگر میت نے حج کروانے کی وصیت نہ کی ہو تو ورثاء پر

میت کی طرف سے حج کروانا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔اھ

ف: عمدۃ القاری میں اس بارے میں لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس پر حج فرض تھا تو ورثاء پر ضروری نہیں کہ اس کا حج بدل کروائیں خواہ اس نے حج کروانے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اگر اس نے حج کروانے کی وصیت کی تھی تو اس کے ایک تہائی مال سے حج کروایا جائے، اگر ایک تہائی مال سے حج کروایا جاسکتا ہے تو ورثاء پر واجب ہے کہ میت کی وصیت پوری کریں اور حج بدل کروادیں۔ اگر ایک تہائی مال سے اس کے وطن سے حج بدل ممکن نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی وصیت باطل ہو جائے گی لیکن مستحب یہ ہے کہ مال جہاں سے بھی کفایت کرے اس مقام سے اس کا حج بدل کروادیں اور اگر کسی مقام سے بھی حج بدل کے لئے اس کا تہائی مال کافی نہ ہو تو اس کی وصیت باطل ہو جائے گی اور یہ ایک تہائی مال بھی ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ اس لئے کہ حج عبادت ہے اور عبادت میں اختیار اور اس کے ادا کرنے کی نیت ضروری ہے۔12

بغیر محرم کے عورت کوئی سفر نہ کرے

20/3496۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہر اس عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ مدت کے لئے (تنہا) سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ یا بیٹا یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم ہو (محرم وہ شخص ہے جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

21/3497۔ اور بخاری کی روایت میں صرف تین دن کا ذکر ہے (یعنی تین دن کے سفر پر جائے تو محرم کو ساتھ رکھے)۔

22/3498۔ اور بزّار کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے (یہ سن کر) ایک صحابی

نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی نے حج کا ارادہ کرلیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تُو اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے چلا جا۔

23/3499۔اور دارقطنی نے بھی ابن جریج سے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ہرگز حج کے لئے نہ جائے۔

24/3500۔اور طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ حج کے لئے جائے جب کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم نہ ہو۔

25/3501۔اور بخاری اور مسلم نے بالاتفاق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی عورت ایک دن رات کے سفر پر روانہ نہ ہو جب کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔

سفر مختصر ہو یا طویل عورت بغیر محرم کے نہ جائے

ف: بنایہ میں لکھا ہے کہ علامہ محبّ الدین طبری نے فرمایا ہے کہ سفر میں عورت کے ساتھ محرم یا شوہر کے مشروط ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرات محدثین کے قول کی موافقت فرمائی ہے کہ اور ان محدثین کرام میں حضرات ابراہیم نخعی، حسن بصری، سفیان ثوری، ابن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے، اور علماء شوافع میں سے امام بغوی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے ہ عورت کے سفر کے لئے محرم کا مشروط قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔

علاوہ ازیں صدر کی حیثیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے ساتھ سفر میں محرم کے ساتھ رہنے پر دنوں کی مختلف تعداد ارشاد فرمائی ہے بعض حدیثوں میں تین دن، تین رات، بعض میں ایک دن ایک رات۔ بعض میں ایک دن اور بعض حدیثوں میں صرف ایک رات کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف سائلین کے سوال کے لحاظ سے ہے جیسا جس نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ویسا ہی جواب ارشاد فرمایا، اسی کے پیش نظر قول راجح یہ ہے کہ خواہ سفر مختصر ہو یا طویل، عورت

بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ چنانچہ شرح اللباب میں یہ صراحت ہے کہ فسادِ زمانہ کے لحاظ سے اسی پر فتویٰ مناسب ہے۔12

ایمان اور جہاد کے بعد حج مبرور بہتر عمل ہے

26/3502۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (دین اسلام میں) کونسا عمل بہت بہتر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (دل سے) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا (کہ یہ دل کا عمل ہے) پھر عرض کیا گیا، اس کے بعد کونسا عمل (سب سے بہتر ہے؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا! پھر عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کونسا عمل؟ (سب سے بہتر ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اس کے بعد) حج مبرور (سب سے بہتر عمل ہے!)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حج مبرور کے علامات

ف(1): واضح ہو کہ حج مبرور کے بارے میں درمنثور میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اصبھانی نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ حج مبرور کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ حج کرنے کے بعد حاجی میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت بڑھ جائے۔اھ

اور حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد حاجی کا حال بدل جائے یعنی اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہے اور عبادات کی پابندی کرے اور منکرات اور منھیات سے بچتا رہے اور جن گناہوں کو حج سے پہلے کرتا تھا ان کو چھوڑ دیوے۔اشعۃ اللمعات میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔12

کونسا عمل کس وقت بہتر ہے

ف(2): حج مبرور کے بارے میں صاحب ردالمحتار نے رحمتی کے حوالہ سے ایک بڑی واضح

تقریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یوں تو ہر عبادت کا الگ الگ ثواب اور مرتبہ متعین ہے لیکن حالات کے اعتبار سے جس عمل کی ضرورت ہو، اور جس کا نفع عام ہو وہی افضل اور اعلیٰ قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ ایک حج دس غزوات سے افضل ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک غزوہ دس حج سے افضل ہے تو اس کا تعلق نفل اعمال سے اور اشخاص کے حالات سے ہوگا مثلاً ایک شخص بڑا بہادر ہے اور جنگوں میں مہارت رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے نفل حج سے جہاد افضل ہے اس کے بر خلاف ایک ایسا شخص ہے جو دلیر نہیں ہے اور جہاد میں کام نہیں کرسکتا تو اس کے لئے جہاد سے حج کرنا افضل ہے اور سرحدوں پر رباط کی ضرورت ہے تو صدقات اور نفل حج سے افضل یہ ہے کہ رباط بنائے جائیں اور قوم میں غرباء کی کثرت ہے یا نیک لوگ محتاج ہیں یا سادات کرام غربت میں مبتلا ہیں تو ان حالات میں نفل عمروں اور نفل حج سے بہتر یہ ہے کہ اپنے مال کو ان حضرات پر خرچ کرے۔12

حج عورتوں کا جہاد ہے

27/3503۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی (کہ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی جہاد کے لئے نکلوں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا کہ تم خواتین کے لئے حج کا سفر ہی جہاد ہے (اس لئے تم عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنے کی ضرورت نہیں)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حج میں فسق وفجور سے بچنے کا ثواب

28/3504۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی کے لئے حج کرے اور دوران حج میں (بحالت احرام) اپنی بیوی سے صحبت نہ کرے اور (دوران سفر اپنے ساتھیوں سے) بیہودہ کلام یا لڑائی جھگڑا نہ کرے اور کبائر سے بچتا رہے تو وہ حج کرنے کے بعد (گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے)

جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت پاک وصاف تھا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حج سے کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور کون سے گناہ معاف نہیں ہوتے

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے کئی فوائد معلوم ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سفرِ حج خالصۃً للہ ہو، جس میں دکھاوا اور دوسرے دنیوی اغراض شامل نہ ہوں، البتہ حج کے سفر میں ضمنی طور پر تجارت کا بھی جواز ہے لیکن اگر مقصدِ اصلی حج سے تجارت ہے یا حج اور تجارت دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو یہ اخلاص کے خلاف ہوگا اور حج کا ثواب کم ہوگا اور اگر مقصدِ اصلی حج ہے اور تجارت محض تابع ہے تو یہ اخلاص کے خلاف نہ ہوگا اور اگر نیت یہ ہو کہ تجارت کے نفع سے حج میں اعانت ہوگی تو تجارت میں بھی ثواب ملے گا۔

اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ خالصۃً للہ حج کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا وہ اپنی پیدائش کے دن پاک تھا۔

اس بارے میں یہ واضح رہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک صغائر دوسرے کبائر، پھر کبائر کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک حقوق اللہ، دوسرے حقوق العباد۔ حج سے صغائر بالاتفاق معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ کبائر میں حقوق العباد جیسے قرض بغیر ادائی کے معاف نہ ہوگا اور اسی طرح حقوق اللہ میں تارکِ نماز اور تارکِ زکوٰۃ کو اپنی فوت شدہ نمازیں اور واجب الاداء زکوٰۃ بھی ادا کرنی پڑے گی۔ البتہ حج سے نمازوں اور زکوٰۃ کی ادائی میں جو تاخیر ہوئی ہے، اس تاخیر کا گناہ معاف ہوجائے گا۔ ردالمختار۔12

حج اور عمرہ کرنے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

29/3505۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ حج کو آنے والے اور عمرہ ادا کرنے والے اللہ تعالی کے معزز مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالی سے دعاء مانگیں تو اللہ تعالی انکی دعاء

قبول فرماتا ہے اور اگر وہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالی ان کے گناہوں کو بخش دیں گے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

حاجی، عمرہ ادا کرنے والے اور مجاہدین اللہ تعالی کے مہمان ہیں

30/3506۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی کے مہمان تین شخص ہیں: (1) جہاد کرنے والا (2) حج کرنے والا (3) عمرہ ادا کرنے والا۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

واپسی کے بعد حاجی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دعاء مغفرت کروانا چاہئے

31/3507۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی حاجی سے ملو (جو حج سے فارغ ہو کر واپس ہو رہا ہو تو تم اس کے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اس کو سلام کرو، اور (از راہِ تواضع اور اکرام) اس سے مصافحہ کرو، اور اس سے اپنے لئے دعاء مغفرت کی درخواست کرو، اس لئے کہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے (راہِ خدا کا مسافر ہے) اور وہ گناہوں سے پاک وصاف ہے (اور جس کے لئے وہ دعاء مغفرت کرے گا۔اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی)۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

مجاہد اور دین کا طالب علم بھی حاجی کے حکم میں ہے

ف: واضح ہو کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حاجی کے حکم میں عمرہ ادا کرنے والا، جہاد کرنے والا، اور دین کا طالب علم بھی داخل ہے۔ یہ حضرات بھی اللہ کی راہ کے مسافر ہیں۔ گھر سے نکل کر گھر واپس ہونے تک سفر کے حکم میں ہوتے ہیں تو یہ حضرات بھی جب ان کاموں سے فارغ ہو کر

گھر واپس ہوں تو گھروں میں داخل ہونے سے پہلے ان سے سلام اور مصافحہ کے بعد دعاء مغفرت کروائی جائے اس لئے کہ یہ بھی مغفورین ہیں۔12

اللہ کے راستہ میں وفات پاجانے کی فضیلت

32/3508۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور راستہ ہی میں وفات پاجائے تو اللہ تعالی ایسے شخص کے لئے جہاد، حج اور عمرہ کا ثواب لکھدیتے ہیں (اور دین کا طالب علم بھی اسی حکم میں ہے) جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

حج مقبول کی جزاء جنت ہے

33/3509۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ کرنے کے درمیان جتنے (صغیرہ) گناہ ہوئے ہوں وہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج مقبول کا بدلہ جنت ہی ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

کن ایام میں حاجی عمرہ ادا نہ کرے

34/3510۔اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت اس طرح کی ہے۔ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ عمرہ سال تمام میں ہر وقت ادا کیا جاسکتا ہے سوائے ان چار دنوں کے جو یہ ہیں: نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذوالحجہ (ان چار دنوں میں حاجی کے لئے عمرہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔البتہ ایسا حاجی جس کا حج فوت ہوچکا ہو، وہ ان دنوں میں عمرہ بھی ادا کرسکتا ہے۔

35/3511۔اور علامہ شیخ تقی الدین نے امام میں کہا ہے کہ حضرت نافع اپنے استاد حضرت

طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ بحر یعنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ (حاجی کے لئے ان پانچ دنوں میں عمرہ ادا کرنا جائز نہیں ہے) وہ پانچ دن یہ ہیں: نویں، دسویں اور ایام تشریق کے تین دن یعنے گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ اور اگر تم عمرہ ادا کرنا چاہو تو ان پانچ دنوں سے پہلے یعنے آٹھویں ذوالحجہ تک یا ان پانچ دنوں کے بعد یعنے تیرھویں ذوالحجہ کے بعد عمرہ ادا کر سکتے ہو۔

پانچ دنوں کے سوا عمرہ تمام سال کیا جاسکتا ہے

ف(1): حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ سال تمام میں کسی وقت بھی ادا کیا جاسکتا ہے سوائے ایام حج کے یعنے نویں سے تیرھویں ذوالحجہ تک ان پانچ دنوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ مناسک حج کے ایام ہیں۔

عمرے ادا کرنے کی فضیلت

ف(2): صدر کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمر میں کئی عمرے ادا کرنا چاہئے تا کہ گناہوں سے مسلمان پاک وصاف ہوتا رہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں عمرے ادا کرنے کی فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے کہ دو عمروں کے درمیان تمام صغائر معاف ہوجاتے ہیں۔

اور رمضان المبارک میں عمرہ ادا کرنا بڑی فضیلت اور ثواب کا باعث ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ ادا کرنے والے کا رتبہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میرے ساتھ حج ادا کیا۔12

حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے کی فضیلت

36/3512۔ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ حج اور عمرہ کو ایک دوسرے کے بعد ادا کرو (یعنی حج قران کا احرام باندھو کہ اس میں حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ادا ہوتے ہیں) اس طرح (حج اور عمرہ کا ادا کرنا) افلاس (ظاہری اور باطنی) اور (صغیرہ) گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے،

سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مقبول کا بدلہ تو صرف جنت ہی ہے۔

اس کی روایت ترمذی، نسائی نے کی ہے۔

37/3513۔ اور امام احمد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے عمرہ نہ کرسکیں تو عمرہ کی قضاء واجب ہے

38/3514۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار مرتبہ عمرے کی نیت سے احرام باندھا اور وہ سب کے سب ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئے سوائے اس عمرہ کے جس کو آپ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحجہ کے مہینہ میں) حج کے ساتھ ادا فرمایا (ان عمروں کی تفصیل یہ ہے) پہلے عمرہ کا احرم آپ نے مقام حدیبیہ سے ذوالقعدہ کے مہینہ میں باندھا اور دوسرا عمرہ (صلح حدیبیہ کے) بعد والے سال میں ذوالقعدہ کے مہینہ میں (بطور قضاء سنہ سات ہجری میں ادا فرمایا (جس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں، اس لئے کہ سال گذشتہ آپ کو مقام حدیبیہ پر عمرہ ادا کرنے سے مشرکین نے روک دیا تھا جس کو آپ نے اب ادا فرمایا) تیسرا عمرہ آپ نے مقام جعرانہ سے (سنہ آٹھ ہجری میں) کیا جہاں آپ نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا اور یہ عمرہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوا اور چوتھا عمرہ آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ (سنہ دس ہجری میں ذوالحجہ کے مہینہ میں) ادا فرمایا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضاء فرمانا

ف: (1) صاحب مرقات فتح القدیر نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار مرتبہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھا لیکن تین عمرے پورے ہوئے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مقام حدیبیہ سے پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے جب احرام باندھا تو اہل مکہ نے آپ کو عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی اور آپ نے اس عمرہ کی قضاء دوسرے سال ادا فرمائی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی عذر سے عمرہ ادا نہ کر سکے تو اس کی قضاء واجب ہے۔اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

ہجرت کے دسویں سال حضور کے حج ادا کرنے کی وجہ

ف(2):اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الودع کے موقع پر یعنے ہجرت کے دسویں سال حج ادا فرمایا اور اس سے پہلے دو عمرے ادا فرمائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے ادا فرمانے میں جو تاخیر فرمائی ہے اس کے بارے میں کنز الدقائق کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے جس کی فتح اللہ المعین میں تائید بھی موجود ہے کہ آیت مبارکہ "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْت" سنہ نو(9) ہجری کے آخر میں نازل ہوئی ہے جس سے حج فرض کیا گیا اور اس کے بعد ہی آئندہ سال بغیر تاخیر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔اسی وجہ سے ذوالقعدہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف عمرے ادا فرمائے اور حج ادا نہیں فرمایا کیونکہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔12

رمضان میں عمرہ ادا کرنے کی فضیلت

39/3515۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں عمرہ ادا کرنا (فضیلت اور ثواب میں) حج کے برابر ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے (اور صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ ادا کرنا میرے ساتھ حج ادا کرنے کی فضیلت رکھتا ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ سلف صالحین رحمہم اللہ رمضان میں عمرہ ادا کرنے کو حج اصغر فرمایا کرتے تھے۔12

عمرہ ادا کرنا سنت ہے: پہلی حدیث

40/3516۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا عمرہ ادا کرنا واجب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا نہیں (یہ واجب تو نہیں ہے البتہ) تمہارا عمرہ ادا کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے (یعنی سنت مؤکدہ ہے)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کی روایت دارقطنی نے بھی کی ہے اور طبرانی نے بھی اس کی روایت صغیر میں کی ہے۔

دوسری حدیث

41/3517۔ طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ حج کرنا جہاد ہے اور عمرہ ادا کرنا سنت ہے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

42/3518۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حج کرنا فرض ہے اور عمرہ ادا کرنا سنت ہے۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

حرم میں داخلہ کے مواقیت کا بیان

43/3519۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر سے حرم میں داخل ہونے والوں کے لئے ان مقامات کو بطور میقات مقرر فرمایا ہے کہ وہ ان مقامات سے بغیر احرام کے حدود حرم میں داخل نہیں ہوسکتے اس کی تفصیل یہ ہے) اہل

مدینہ (یعنی مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں) کے لئے ذوالحلیفہ (جس کو آج کل بِئرِ علی کہتے ہیں (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) یہ مقام مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے) اہل شام (یعنی ملک شام کی طرف سے آنے والوں) کے لئے جُحفَہ (جو مکہ معظّمہ سے تین منزل پر ہے) اور اہل نجد (یعنی نجد کی طرف سے آنے والوں) کے لئے قرن المنازل (جو مکہ معظّمہ سے دو منزل پر ہے اور یہ تمام میقاتوں میں قریب ترین میقات ہے) اور وہ اہل یمن (یعنی یمن کی طرف سے آنے والوں) کے لئے یلملم (جو کہ مکہ معظّمہ سے دومنزل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے اور اسی کے محاذی اہل ہند بھی احرام باندھتے ہیں) پس یہ مقامات ان شہروں سے آنے والوں کے لئے میقات ہیں اور یہ مقامات ان لوگوں کے لئے بھی میقات ہیں جو ان مقامات پر سے گذریں، اگر چہ کہ وہ ان شہروں کے رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج یا عمرہ کی نیت سے ان مقامات پر سے گذر رہے ہوں، اور جو لوگ ان مقامات (یعنی مذکورہ مواقیت) کے اندر رہتے ہوں وہ بھی (جب حج کا ارادہ کریں تو) اپنے گھروں سے احرام باندھیں اور اہل مکہ بھی (جب حج کا ارادہ کریں تو) وہ بھی مکہ معظّمہ سے یعنی اپنے گھروں ہی سے) احرام باندھیں (البتہ میقات کے اندر رہنے والے عمرہ کرنا چاہیں تو وہ مکہ معظّمہ سے باہر جا کر (جیسے تَنْعِیْم یا جعرانہ جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ہر وہ شخص جو میقات سے گذرے اس پر احرام باندھنا واجب ہے

ف: واضح ہو کہ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے کعبۃ اللہ شریف کو بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس کو بارگاہ قدسی قرار دیا ہے اور مسجد حرام کو اپنی جلوہ گاہ قرار دیا اور شہر مکہ کو مسجد حرام کا احاطہ بنایا اور حرم کو اس شہر مبارک کا پیشگاہ ٹھیرایا اور مواقیت کو حرم میں داخلہ کے وقت سلام اور مجرا کا مقام قرار دیا اس لئے ہر اس شخص پر جو حرم مبارک میں داخل ہونا چاہے وہ درباری پیرھن یعنے احرام باندھ کر داخل بارگاہ ہو، چاہے اس کی نیت حج کی ہو یا عمرہ کی یا سکونت کی یا ہجرت کی یا تجارت کی، بہر صورت اس پر

احرام واجب ہے جو کعبۃ اللہ کے طواف اور سعی بین الصفا والمروہ کے بعد کھول دیا جاتا ہے، البتہ وہ لوگ جو میقات کے اندر رہتے ہوں ان پر احرام کی یہ پابندی اس لئے نہیں کہ وہ اپنے کاروبار کے لئے بار بار مکہ معظّمہ آتے جاتے رہتے ہیں تا کہ ان کو حرج نہ ہو۔12

اہل مدینہ کے لئے دو میقات ہیں

44/3520۔ابو الزبیر رحمہ للہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ ہے اور (اہل مدینہ دوسرے راستہ سے مکہ معظّمہ آئیں جو شام کی طرف سے آتا ہے تو ان کی میقات "جُحُفَۃُ" ہوگی (جہاں سے ان کو احرام باندھنا چاہئے) اور اہل عراق کی میقات ذات عرق ہے اور اہل نجد کی میقات قرن المنازل ہے اور اہل یمن کی میقات یَلَمْلَمُ ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔اور امام احمد اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو مرفوع قرار دیا ہے۔

45/3521۔اور امام محمد رحمہ اللہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ (اہل مدینہ سے) جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ مقام جحفہ تک اپنے لباس میں رہنا چاہے تو اس کو اس بات کا اختیار ہے (یعنی وہ مدینہ منورہ سے نکل کر " جُحُفَۃُ "تک بغیر احرام کے آسکتا ہے)۔

کسی کو دو میقاتیں ملتی ہوں تو وہ دوسری میقات سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں

ف:تعلیق مجد میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظّمہ کے راستہ میں کسی شخص کو اگر دو میقاتیں ملتی ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ وہ پہلی میقات سے بغیر احرام کے گذر کر دوسری میقات پر احرام باندھے اور پہلی میقات سے بغیر احرام کے گذرنے پر دم لازم نہیں آئے گا۔ البتہ پہلی میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

اہل عراق کی میقات

46/3522۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عراق کے لئے میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) ذات عرق مقرر فرمائی ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا ہے اور قرطبی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

47/3523۔ اور امام شافعی نے بھی سند حسن کے ساتھ حضرت عطاء سے مرسلاً اس کی روایت کی ہے۔

48/3524۔ اور دارقطنی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور اس کی سند بھی بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

49/3525۔ اور اس کی روایت ہمارے امام اعظم، طحاوی، ابن عدی، عبدالرزاق اور بزار نے بھی اسی طرح کی ہے۔

بغیر احرام کے میقات پر سے گذرنے کی ممانعت

50/3526۔ ابوزبیر رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اہل مدینہ کی میقات ذوالحلفیہ ہے اور اہل شام کی میقات "جُحفَہُ" ہے اور اہل یمن کی میقات یلملم ہے اور اہل نجد کی میقات قرن ہے اور اہل مشرق کی میقات ذاتِ عِرق ہے، پھر آپ نے چہرہ مبارک آسمان کی طرف کیا اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہاں حاضر ہونے والوں کے دلوں کو (اپنی طرف) مائل کر لیجئے!۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

51/3527۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (جو کوئی حج یا عمرہ کی نیت سے کعبۃ اللہ حاضر ہونا چاہے تو) وہ بغیر احرام کے میقات سے نہ گذرے۔ اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

52/3528۔ اور امام شافعی نے ابوالشعثاء سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ اس شخص کو جو بغیر احرام کے میقات پر سے گذرتا تو اس کو واپس فرمادیتے (تاکہ وہ احرام باندھ کر میقات پر سے گذرے)۔

53/3529۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے۔

54/3530۔ اور اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کوئی شخص بغیر احرام باندھے میقات پر سے گذر جائے یہاں تک کہ وہ مکہ معظّمہ میں داخل ہوجائے تو وہ (دوبارہ) میقات تک واپس جائے اور احرام باندھے اور اگر اس کو اندیشہ ہو کہ اس کے میقات جاکر آنے تک (حج) فوت ہوجائے گا تو ایسی صورت میں وہ وہیں (اندرون میقات) احرام باندھ لے اور (بغیر احرام میقات پر سے گذرنے کی پاداش میں) دم دیوے (یعنی بکرا ذبح کرے)۔

حج کا احرام کعبۃ اللہ سے باندھا جاسکتا ہے

55/3531۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور پھر (مناسک حج کی ادائی کے لئے منیٰ کا قصد کیا تو حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو (حج کے لئے) احرام باندھنے کا حکم دیا۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم نے اَبْطَح سے (جو مکہ معظّمہ اور مِنیٰ کے درمیان ایک وادی ہے) احرام باندھ کر لبیک کہا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

عمرہ قضاء کرنے کا بیان

56/3532۔بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (ایک طویل حدیث میں حَجَّةُ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فوت شدہ عمرہ کے بارے میں) اس طرح روایت کی ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ یارسول اللہ! آپ حضرات تو حج اور عمرہ دونوں ادا کر کے واپس ہورہے ہیں اور میں (حائضہ ہونے کی وجہ سے) صرف حج کرسکی ہوں (اور میرا عمرہ فوت ہوگیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بھائی عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ مقام تنعیم تک چلیں جہاں سے مجھے عمرہ کا احرام باندھنا تھا (اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے فوت شدہ عمرہ کے بدلہ) حج کے بعد عمرہ کی قضاء کرلوں۔

عمرہ کی قضاء کا طریقہ

ف: اس حدیث شریف سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ جو شخص میقات سے تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کی ادائی کے بعد احرام کھول دے تو اس کو حج کا احرام باندھنے کے لئے دوبارہ میقات تک جانا ضروری نہیں بلکہ وہ کعبۃ اللہ ہی سے حج کا احرام باندھ لے۔ اس کے برخلاف کسی کو نفل یا قضاء عمرہ ادا کرنا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ تنعیم یا جعرانہ تک جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر مکہ معظّمہ حاضر ہو اور عمرہ ادا کرے۔

عورت احرام کی حالت میں حائضہ ہوجائے تو اس کے احکام

دوسری بات یہ ہے کہ عورت کو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حیض آجائے تو وہ عمرہ ادا نہ کریگی، اس لئے کہ وہ طواف کعبہ حالت حیض میں ادا نہیں کرسکتی جو عمرہ کا اہم جزء ہے۔اس لئے وہ پاکی کا انتظار کرے گی اور پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے گی، اور اگر اس کے پاک ہونے تک نویں ذوالحجہ آجائے تو وہ عمرہ کا احرام توڑ دیگی اس لئے کہ وہ ایام حج میں عمرہ ادا نہیں کرسکتی، اس لئے اب وہ حج کا احرام باندھ لے اور حج کے ارکان جیسے وقوف عرفہ اور رمی جمار وغیرہ ادا کرے۔البتہ پاک ہونے تک

طواف زیارت ملتوی رکھے اور پاک ہونے پر طواف زیارت کرکے حج کے مناسک پورے کرلے اور پھر دوبارہ تنعیم یا جعرانہ جا کر فوت شدہ عمرہ کا احرام باندکرعمرہ کی قضاء کرلے۔

بیت المقدس سے احرام باندھنے کی فضیلت

57/3533۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے حج یا عمرہ کا احرام باندھے اور کعبۃ اللہ حاضر ہوکر حج یا عمرہ ادا کرے تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور جنت اس کے لئے واجب ہوجاتی ہے۔

اس کی روایت ابن ماجہ، بیہقی اور دوسرے محدثین نے بھی کی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان حضرات کی یہ روایت حسن ہے۔

58/3534۔ اور حاکم نے مستدرک کی کتاب التفسیر میں عبداللہ بن سلمہ مرادی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آیت ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ'' (سورۂ بقرہ، ع:24، پ:2، آیت نمبر:196) کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم (جب حج یا عمرہ کا ارادہ کروتو) اپنے گھر سے بھی احرام باندھ سکتے ہو۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

احرام کہاں سے باندھنا چاہئے اس کی تحقیق

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ احرام جتنی زیادہ دور سے باندھا جائیگا اتنا ہی زیادہ ثواب کا سبب ہوگا اور احناف کے پاس احرام میقات سے پہلے گھر سے باندھنا افضل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ احرام کے ممنوعات سے محفوظ رہ سکتا ہو، ورنہ افضل یہ ہے کہ میقات ہی سے احرام باندھے البتہ شہور حج سے پہلے حج کا احرام باندھنا مکروہ ہے۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔ 12

(1/109)بَابُ الْاِحْرَامِ وَاَلْفَاظِ التَّلْبِيَةِ

(اس باب میں احرام باندھنے اور لبیک کہنے کا بیان ہے)

ف: واضح ہو کہ مذہب حنفی میں احرام کے لئے دو چیزیں شرط ہیں، ایک نیت دوسرے لبیک کہنا (لبیک یہ ہے: لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکُ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکُ، لَا شَرِيْکَ لَکُ۔12)

اور جب تک احرام باندھنے والا احرام کی نیت نہ کرے اور لبیک زبان سے نہ کہے تو اس کا احرام صحیح نہ ہوگا۔اس لئے کہ لبیک بمنزلہ تکبیر تحریمہ کے ہے اور جب وہ احرام کی نیت کرلے اور زبان سے لبیک کہہ دے تو وہ شرعاً مُحرِم ہوگیا اور اگر صرف احرام کی نیت کی ہے اور زبان سے لبیک نہ کہے تو وہ مُحرِم نہیں ہوگا اس لئے حاجی کو چاہئے کہ جب وہ احرام کی نیت کرکے احرام باندھ لے تو لبیک کہے بحرالرائق، حاشیہ عینی بر کنزالدقائق اور اگر محرم تلبیہ ماثورہ یعنے لبیک کے الفاظ نہیں ادا کرسکتا ہے تو اس کو چاہئے کہ احرام کی نیت کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰه یا اَلْحَمْدُلِلّٰه یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه یا اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ لے تو احرام درست ہوجائے گا اور اگر مُحرِم گونگا ہے تو اپنی زبان کو حرکت دے لے جیسا کہ عالمگیریہ اور ردالمختار میں مذکور ہے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ " اوراللہ تعالی کا ارشاد (سورۂ حج،پ:17،ع:4،آیت نمبر:27،میں) (اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا اے ابراہیم) تم لوگوں میں حج (کے فرض ہونے کا اعلان کردو (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری عمارت مقدسہ کے پاس حج کے لئے) چلے آئیں گے پیادہ بھی (اورسوار بھی) دبلی اونٹنیوں پر (جو سفر کی وجہ سے دبلی ہوگئی ہوں اور یہ آنے والے) دور دراز راستوں سے پہونچیں گے۔

ف: تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ السلام کو حج کے اعلان کا حکم دیا تو آپ علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد مقام ابراہیم یا جبل بوقیس پر کھڑے ہوئے اور یہ نداء دی۔ اے لوگو! تمہارے پروردگار نے گھر بنایا ہے اور تم کو حج کرنے کا حکم دیا ہے تو تم حج کرو! تو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی اس نداء کو ہر اُس بندہ تک پہونچائی جو قیامت تک جس کے مقدر میں حج کرنا تھا اور ان لوگوں نے اپنے اپنے اصلاب یا ارحام میں اس نداء کو سنا اور اس کے جواب میں لبیک کہا اور صاحب ہدایہ نے باب الاحرام میں تلبیہ کے بیان کے بعد جو لکھا ہے کہ لبیک حقیقت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی نداء کا جواب ہے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔12

وَقَوْلُهٗ تَعالىٰ : ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، ع:24، پ:2، آیت نمبر:196) حج اور عمرہ کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے پورا پورا بجالاؤ (یعنی نیت خالص ثواب کی ہو اور افعال اور شرائط بھی پورے پورے ادا کرو)۔

ف: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ سے حجِ قِران کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اس میں حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے اور حج تمتع میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے، اس کے برخلاف قِران میں حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھتے ہیں اور احرام اس وقت تک نہیں کھولا جاتا جب تک حج کے پورے مناسک ادا نہ ہوں اسی وجہ سے حج کے بقیہ دونوں قسمیں یعنی تمتع اور افراد پر قِرآن کی فضیلت ہے۔12

احرام سے قبل لگائی ہوئی خوشبو کا اثر جسم پر باقی رہے تو حرج نہیں

1/3535 ۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے جب آپ احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے تو میں آپ (کے بدن) پر عطر لگاتی اور جب آپ (دسویں ذوالحجہ کو رمی جمار اور حلق کے بعد) احرام کھول دیتے تو طواف زیارۃ سے پہلے بھی عطر لگاتی اور اس عطر میں مسک ہوتا تھا گویا کہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ میں اس عطر کی چمک دیکھ رہی ہوں جب کہ آپ حالت احرام میں ہوتے (یعنی احرام باندھنے سے پہلے لگائے ہوئے عطر کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی سر مبارک پر باقی رہتا)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے ایسی خوشبو نہ لگائے جس کا اثر کپڑے پر باقی رہے

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بدن پر عطر لگانا جائز ہے مگر احرام کے کپڑے پر ایسا عطر نہ لگائے جس کا اثر کپڑے پر باقی رہے۔اور اگر بدن پر احرام باندھنے سے پہلے ایسا عطر لگایا جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد باقی رہا تو کوئی حرج نہیں، البتہ احرام کی حالت میں جسم یا کپڑے پر خوشبو لگانا حرام ہے۔ واضح ہو کہ خوشبو کے استعمال کا حکم صرف مردوں ہی کے لئے ہے۔اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمی جمار اور حلق کے بعد جب احرام کھول دے تو طواف زیارۃ سے پہلے خوشبو لگانا مباح ہے اگر چہ کہ طواف زیارۃ سے پہلے بیوی سے صحبت منع ہے۔12

لبیک کے ماثورہ کلمات

2/3536۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (احرام باندھنے کے بعد) بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے سنا ہے اور آپ کے سر مبارک کے بال جمے ہوئے تھے اور آپ اس طرح تلبیہ پڑھ رہے تھے:

لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکُ! لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکُ! اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَا شَرِيْکَ لَکُ!.

اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، خداوندا! تیرے دربار میں حاضر ہوں! مجھے اقرار ہے کہ آپ کا کوئی شریک نہیں! آپ کی سرکار میں حاضر ہوں! بے شک ہر قسم کی تعریف اور بہتری آپ ہی کو سزاوار ہے، میں پھر اقرار کرتا ہوں کہ آپ کا کوئی شریک نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (لبیک کے) ان مذکورہ کلمات پر اضافہ نہیں فرماتے تھے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: صاحب ردالمختار نے بہرالرائق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لبیک کے الفاظ کے درمیان میں اضافہ نہ کیا جائے البتہ لبیک کے مذکورہ پورے کلمات کے بعداس طرح اضافہ کیا جاسکتا ہے

لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَبَّیْک! غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْک! لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدَیْکَ وَالرُّغْبَاءُ اِلَیْکَ!.

اے مخلوقات کے مالک! میں حاضر ہوں! اے گناہوں کے بخشنے والے حاضر ہوں! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں! میری اس حاضری کو مبارک بنا دے، اس لئے کہ ہر قسم کی بھلائی آپ ہی کے قبضہ میں ہے، میرا مقصود تیری ہی ذات پاک ہے۔

تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا چاہئے

3/3537۔خلاد بن سائب اپنے والد حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ بلند آواز سے کہا کریں۔

اس کی روایت امام مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

4/3538۔اور دارقطنی کی روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام (کے لئے غسل کا) ارادہ فرماتے تو اپنے سر مبارک کو خطمی اور اشنان (کے پانی) سے دھوتے اور سر مبارک میں (غسل کے بعد) کوئی تیل بھی لگاتے۔

5/3539۔اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکُ! لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکُ! اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکُ، لَا شَرِیْکَ لَکُ!.

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس طرح تلبیہ پڑھنے کے بعد ان کلمات کا بھی اضافہ فرماتے تھے:

''لَبَّیْکَ! لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ، وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ، لَبَّیْکَ وَالرُّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ!''

ف: صاحب مرقات نے ابن حاج مالکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تلبیہ نہ تو اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ حلق بیٹھ جائے اور نہ اتنا آہستہ کہ سنائی نہ دے بلکہ اوسط آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھنا چاہئے البتہ عورتیں آہستہ تلبیہ پڑھیں کہ تلبیہ کے الفاظ کو وہ خود سن سکیں تو کافی ہے۔12

تلبیہ کے ماثورہ الفاظ کے بعد اضافہ مباح ہے

6/3540 ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھا اور حضرت جابرؓ نے تلبیہ کے الفاظ وہی بتائے جو حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں مذکور ہیں اور حضرت جابرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ (تلبیہ پڑھنے کے بعد) ذاالمعارج (اے بلندیوں والے پروردگار!) اور اسی قسم کے اور الفاظ کا اضافہ کررہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ کو سن رہے تھے اور ان حضرات کو کچھ نہیں فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کے ماثورہ الفاظ کے بعد اضافہ مباح ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کا تلبیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت

7/3541 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (مشرکین زمانۂ جاہلیت میں اور فتح مکہ سے پہلے حج یا عمرہ اور طواف کرتے تو اس طرح تلبیہ کہتے تھے: ''لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُه وَ مَا مَلَکَ'' یعنی میں تیری خدمت میں حاضر

ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تیری ملک ہے تُو اس کا مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں) مشرکین جب یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تم پر کس قدر افسوس ہے (کہ تم اللہ تعالی کی ذات میں شریک کرتے ہو) تم اپنے تلبیہ کو یہیں یعنی لَا شَرِیْکَ لَکَ پر ختم کردو، اس سے آگے اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تملِکه وَ مَا مَلَکَ نہ کہو (اس لئے کہ یہ شرک ہے) مشرکین طواف بیت اللہ کے وقت یہ تلبیہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ماثورہ تلبیہ پڑھنے کے بعد اضافہ مستحب ہے

8/3542 ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تشریف لے جاتے اور) ذوالحلیفہ پر (جو اہل مدینہ کی میقات ہے احرام باندھ کر) دو رکعت سنت احرام ادا فرماتے اور پھر (روانگی کے لئے) مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ناقۂ مبارک پر سوار ہو جاتے اور ناقہ مبارک آپ کو لے کر اٹھ جاتی تو ماثورہ تلبیہ پورا پڑھتے اور (اس تلبیہ کے پڑھنے کے بعد) مزید یہ الفاظ بھی پڑھتے :

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ لَبَّیْکَ وَالرَّغباءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے البتہ حدیث کے الفاظ مسلم کے ہیں۔

مُحْرِم کو چاہئے کہ دوگانۂ احرام کے ساتھ ہی لبیک کہنا شروع کر دے

9/3543 ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب (حج کا) احرام باندھا اور آپ نے تلبیہ پڑھا تو آپ کے تلبیہ پڑھنے کے موقع پر (کہ آپ نے کب تلبیہ پڑھا) اس میں

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو اختلاف کیا ہے اس پر مجھے تعجب ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا (تم تعجب کیوں کرتے ہو) میں اس بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں (اس لئے کہ اس وقت میں سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تھا اس وجہ سے حقیقت حال سے میں تم کو آ گاہ کر دیتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی حج ادا فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ بھی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ منورہ سے) حج کے لئے نکلے اور (مقام ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کے لئے ٹھہر گئے) جب آپ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت تحیۃ الاحرام ادا فرمائے تو اسی مجلس میں حج کی نیت کی اور تحیۃ الاحرام کی دو رکعتوں کے سلام پھیرنے کے بعد تلبیہ پڑھا تو جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے اس کو سنا اور خود میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سن کر) یاد رکھ لیا پھر جب (روانگی کے لئے) ناقۂ مبارک پر سوار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوبارہ) تلبیہ پڑھا اور جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے انہوں نے اس کو یاد رکھ لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے تو ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت تلبیہ پڑھتے سنا جب کہ آپ ناقۂ مبارک پر سوار تھے تو انہوں نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقۂ مبارک پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے روانہ ہوئے اور میدان کو پار کر کے ٹیلہ پر پہونچے تو پھر (یہاں بھی) آپ نے تلبیہ پڑھا اور اس وقت جو لوگ یہاں موجود تھے (آپ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر) کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان پار کرنے کے بعد ٹیلہ پر ہی تلبیہ پڑھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا کی قسم جب آپ ﷺ نے (مسجد ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کے بعد) اپنے مصلّے پر حج کی نیت باندھی تو اسی وقت سے تلبیہ پڑھنا شروع فرما دیا اور پھر جب ناقۂ مبارک پر سوار ہوئے تو اس وقت بھی تلبیہ پڑھا اور جب میدان پار کر کے ٹیلہ پر پہونچے تو وہاں بھی تلبیہ پڑھا تو جو حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں تو وہ تحیۃ الاحرام کے بعد اپنے مصلّی پر ہی لبیک پکارتے ہیں۔

اس کی روایت ابوداؤد اور حاکم نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

جگہ اور وقت کی تبدیلی کے ساتھ لبیک کی تکرار مستحب ہے

ف: واضح ہو کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ پڑھنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو اختلاف فرمایا ہے اس کی وجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صدر کی اس حدیث میں بیان فرمائی ہے اور درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھنے کی ابتداء دوگانۂ احرام کے سلام کے ساتھ ہی فرمائی ہے، اس وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص احرام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ دوگانۂ احرام ادا کرنے کے بعد ہی لبیک پکارنا شروع کردے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔اھ

اور مرقات میں ابن القیم کی ''زادالمعاد'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ سلم نے دوگانۂ احرام کے بعد ہی اپنے مصلی پر لبیک کہنا شرع کیا ار پھر ناقۂ مبارک پر سوار ہونے کے بعد بھی لبیک فرمایا، اور جب آپ میدان پار کر کے ٹیلہ پر پہنچے تھے اس قت بھی آپ نے لبیک پڑھی، اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے محرم کے لئے مستحب ہے کہ ہ حالات زمانہ اور جگہ کی تبدیلی کے موقعوں پر لبیک کی تکرار کرتا رہے۔اور مرقات میں یہ بھی لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ جب کبھی لبیک کہیں تو تین بار لبیک کہیں اور درمیان میں بات نہ کریں۔اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

مسلمان کے لبیک کہنے سے پوری کائنات لبیک کہتی ہے

10/3544۔سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمان (احرام باندھنے کے بعد) لبیک پکارتا ہو تو اس کے دائیں اور بائیں جانب کا ہر پتھر، درخت اور ڈھیلہ اس کے ساتھ لبیک کہتے ہیں اور (ان چیزوں

کے لبیک کہنے کا یہ سلسلہ) اس کے دائیں اور بائیں جانب سے زمین کے آخری کناروں تک پہونچ جاتا ہے (یعنی پوری کائنات لبیک کہتی ہے)۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تلبیہ کے بعد دعا کرنا اور درود پڑھنا مستحب ہے

11/3545۔عمارہ بن خزیمہ بن ثابت اپنے والد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تلبیہ کہنے سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالی سے (اس حج اور عمرہ کی قبولیت کا) سوال کرتے اور اللہ تعالی کی خوشنودی اور جنت طلب فرماتے اور اس کی رحمت کے ذریعہ دوزخ سے نجات کا سوال بھی کرتے۔اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے۔

12/3546۔اور دارقطنی اور بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ پڑھنے کے بعد اپنی ذات مبارک پر درود پڑھتے۔

13/3547۔اور ابوداؤد اور دارقطنی نے قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ قاسم بن محمد نے فرمایا ہے کہ محرم کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تلبیہ پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے۔

ف: صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں تلبیہ پڑھنے کے بعد جو دعاء مذکور ہے مستحب یہ ہے کہ اس کو ہر تلبیہ کے بعد پڑھا کریں۔12

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج حجِّ قران تھا

پہلی حدیث

14/3548۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ

عنہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) پکار پکار کر حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھ رہے تھے (یعنی قران کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے حج ادا فرمایا)۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

15/3549۔ عبد العزیز، حمید اور یحیی بن ابی اسحاق رحمہم اللہ سے روایت ہے یہ تینوں حضرات نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حجۃ الوداع کے موقع پر) حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج حجِ قِران تھا)۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

16/3550۔ اور ابوداؤد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حجۃ الوداع کے موقع پر) حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اس طرح فرماتے تھے: **لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَحَجًّا! لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَحَجًّا** (یعنی عمرہ اور حج کے لئے حاضر ہوں)

اور امام طحاوی اور امام ابو یوسف نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

17/3551۔ اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر جب ذوالحلیفہ میں) ظہر کی نماز ادا فرمائی تو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر لبیک فرمایا۔

اور بزار نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تیسری حدیث

18/3552۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یمن پر عامل بنا کر روانہ فرمایا تھا تو میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے پوری حدیث بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (یمن سے حجۃ الوداع کے موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے آپ سے دریافت فرمایا تم نے کونسا احرام باندھا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کی طرح (قران کا) احرام باندھا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے قربانی کے جانور لائے ہیں اور قِران کی نیت کی ہے......الی آخر الحدیث. اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور جوہرنقی میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اس کی تخریج مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ان کی سند میں ایک راوی داؤد بن عبدالرحمٰن عطار ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور بخاری اور مسلم اور بقیہ چاروں اصحاب صحاح یعنی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور ترمذی نے بھی داود بن عبدالرحمٰن سے اپنی اپنی کتابوں میں حدیثوں کی تخریج کی ہے۔

19/3553۔ اور امام احمد نے اپنی ایک روایت میں سراقہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور حضرت سراقہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج قِران ادا فرمایا تھا۔

چوتھی حدیث

20/3554۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے مطرف رحمہ اللہ سے فرمایا کہ میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تم کو اس سے فائدہ پہونچائے گا (کہ تم خود اس طرح عمل کروگے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دوگے وہ حدیث یہ ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) حج اور عمرہ کو جمع فرمایا (یعنی حج قران

ادا فرمایا) پھر آپ نے دنیا سے پردہ فرمانے تک اس سے کسی کو نہیں روکا اور قُرآن میں بھی اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی (یعنی حج قران کا حکم آخر تک باقی رہا)۔

اس حدیث کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

21/3555۔ مروان بن الحکم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ (قران کی نیت سے) تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا تو مروان نے کہا امیر المومنین (آپ تو سب کو قران سے روکتے ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیوں (قران سے) نہیں روکتے ہیں (جب کہ وہ قران کی نیت سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں) یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کا تلبیہ جمع فرماتے ہوئے سنا ہے تمہارے کہنے سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل مبارک کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟۔

اس کی روایت **نسائی** نے کی ہے اور **بخاری** اور **مسلم** نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

چھٹی حدیث

22/3556۔ بکر بن عبداللہ مزنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (حجتہ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ بکر کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ (نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا ہے پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو حضرت ابن عمر کا قول

سنایا تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تعجب ہے تم پر) تم ہم کو بچے سمجھتے ہو (کہ ہم اتنی بات بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر یاد نہیں رکھ سکتے) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لَبَّیْکَ حَجًّا وَ عُمْرَۃً (میں حج اور عمرہ کے لئے حاضر ہوں!) فرماتے سنا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ساتویں حدیث

23/3557۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے ادا فرمائے تو انھوں نے جواب دیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) دو عمرے ادا فرمائے ہیں تو (یہ سن کر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابن عمر خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے (حج سے پہلے) ادا فرمائے ہیں اور (چوتھا) عمرہ وہ ہے جس کو آپ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) حج کے ساتھ ملا کر (قران کی نیت سے) ادا فرمایا (اس طرح جملہ چار عمرے ہوئے) اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ اور بخاری اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور الجوھر النقی میں کہا ہے کہ ابوداؤد کی حدیث کی سند صحیح ہے اور اعلی معیار کی ہے اور بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔

(اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قران کی نیت سے حج ادا فرمایا تھا)۔

آٹھویں حدیث

24/3558۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اپنے اہل بیت کو مخاطب کرکے) ارشاد فرماتے سنا ہے اے میرے اہل بیت! تم عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھو (یعنی قران کی نیت سے حج کرو کہ یہ افضل

ہے)اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے۔

نویں حدیث

25/3559۔ صُبَیُ بن معبد تغلبی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قران کی نیت کی) یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلنے کی توفیق ملی ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر قران کی نیت سے احرام باندھا تھا)۔اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

26/3560۔اور یہ حدیث کئی اور صحیح طرق سے بھی مروی ہے اور دارقطنی نے بھی اسی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔اوردارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی صحیح ترین سند وہ ہے جس کی روایت منصور اور اعمش نے ابووائل سے کی ہے اور ابووائل نے صُبَیؒ کے واسطہ سے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔

27/3561۔اور طحاوی کی روایت میں صُبَیؒ بن معبد سے اس طرح مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ اور حج کا (قرآن کی نیت سے) ایک ساتھ احرام باندھا اور میرا گذر سلمان ابن ربیعہ اور زید بن صوحان کے پاس ہوا تو ان دونوں نے میرے اس عمل کو معیوب سمجھا پھر جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ان کے کہنے کا تم کچھ خیال نہ کرو تم کو تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ملی ہے (اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حج قران ادا فرمایا تھا)۔

احرام کے لئے غسل مسنون ہے

28/3562۔زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے احرام باندھنے کے لئے روزمرہ کے کپڑے اتارے تو غسل فرمایا (اور پھر احرام باندھا) اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا قولی اور فعلی احادیث شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج قِران ادا فرمایا تھا اس وجہ سے مذہب حنفی میں قِران کی نیت سے حج کرنا افضل ہے۔**12**

(2/110)بَابُ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَا عِ

(اس باب میں حجۃ الوداع کا بیان ہے)

ف: واضح ہو کہ حجۃ الوداع اس کو کہتے ہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کی فرضیت کے بعد سنہ دس ہجری میں ادا فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں حج ادا کرنے کی سعادت حاصل فرمائی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تاریخی اور معرکتہ الآرا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں امت مرحومہ کو احکام کی تعلیم دی اور رخصت بھی کیا اور اس دار فانی سے اپنی رحلت کی خبر بھی سنا دی اور احکام رسالت کے پہونچانے پر حاضرین کرام کو گواہ بنایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حاضر غائب کو دین پہونچادے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: '' لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ احزاب، پ:21، ع:3، آیت نمبر:21، میں) اے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں، تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (تا کہ تم اس کی پیروی کرو)۔

وَقَوْلُهٗ : '' فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ''

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:24، آیت نمبر:196، میں) جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر زیادہ ثواب کا) فائدہ حاصل کر رہا ہو (یعنی تمتع یا قِر ان کی نیت سے حج کر رہا ہو) تو اس کو چاہئے کہ جو قربانی میسر ہو اس کو ذبح کرے (اور اگر صرف عمرہ کر لے یا صرف حج کیا ہو تو اس

پر قربانی واجب نہیں) پھر (متمتع یا قارن کو بوجہ غربت قربانی کا جانور) میسر نہ ہوتو وہ (قربانی کی بجائے) 10 دس روزے اس طرح رکھے کہ ایام حج میں تین روزے رکھے (کہ تیسرا روزہ نویں ذوالحجہ کوادا ہوجائے) اور بقیہ سات روزے (وطن) واپس ہونے پر رکھ لے۔

حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناسک کی تفصیل

1/3563۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہجرت کے بعد) مدینہ منورۃ میں نو برس رہے اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا۔ پھر ہجرت کے دسویں سال آپ نے عام منادی کرادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس اعلان کوسن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوق در جوق مدینہ منورہ آنے لگے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ آپ کی اتباع (میں مناسک حج ادا) کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کی طرح حج کریں (راوی کہتے ہیں کہ) ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (حج کے ارادہ سے) نکلے اور مقام ذوالحلیفہ پر پہونچے۔ یہاں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور دریافت کروایا کہ اب میں اس صورت میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ غسل کرو اور کسی کپڑے کو (اندام نہانی پر) رکھ کر لنگوٹ باندھو اور احرام باندھ لو۔ تاکہ طواف کے سوا اور مناسک حج ادا ہوتے رہیں) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد (ذوالحلیفہ) میں دوگانۂ احرام ادا فرمائے اور دوگانہ ادا کرنے کے بعد تلبیہ پڑھے) پھر آپ ناقۂ مبارکہ پر سوار ہوئے (تو تلبیہ پڑھے) پھر جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں پہونچی تو (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میری حد نظر تک لوگ ہی لوگ تھے جن میں سوار بھی تھے اور پیدل بھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داہنے طرف بھی یہی حال تھا اور بائیں جانب لوگ اسی

طرح جوق در جوق تھے اور پیچھے بھی یہی حال تھا۔ یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے اس طرح تلبیہ پڑھا:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکُ! لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکُ! اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ ، لَا شَرِیْکَ لَکُ! اور صحابہ کرام بھی ان ہی الفاظ میں تلبیہ پڑھ رہے تھے اور بعض صحابہ کرام (تلبیہ پڑھنے کے بعد حمد کے بعض الفاظ کا جو اضافہ کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اضافہ سے صحابہ کرام کو منع نہیں فرمایا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا مذکورہ تلبیہ ہی پڑھ رہے تھے (راوی حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایام جاہلیت میں شہور حج میں) ہم صرف حج کی نیت کرتے تھے اور عمرہ کو (حج کے ساتھ ملانے کو) جانتے بھی نہ تھے۔ (اس خیال کی اصلاح کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کی ایک ساتھ نیت فرمائی) پھر جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عمرہ کے مناسک اس طرح ادا فرمائے کہ) آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور (طواف شروع فرمایا اور) سات پھیرے اس طرح فرمائے کہ پہلے تین پھیروں میں آپ نے رمل فرمایا (یعنی ان تین پھیروں کو دوڑتے ہوئے اچھل اچھل کر ادا کیا) اور باقی چار پھیرے (معمولی رفتار سے) چلتے ہوئے ادا فرمائے۔ پھر آپ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی: ’’وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی‘‘ (سورۂ بقرہ، پ:1، ع:15، آیت نمبر:125) (مقام ابراہیم کو تم اپنا مصلی بناؤ) پھر آپ نے یہاں دو رکعت (دوگانۂ طواف اس طرح) ادا فرمائے کہ آپ کعبۃ اللہ اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے تھے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ان دو رکعتوں میں آپ نے ’’قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ‘‘ پڑھی (دوگانۂ طواف ادا کرنے کے بعد) آپ (زمزم شریف پی کر) پھر حجر اسود کے پاس تشریف لائے

اور اس کو بوسہ دیا اور (سعی ادا فرمانے کے لئے) باب الصفا سے نکل کر صفا پر تشریف لائے۔ جب آپ صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی: ''اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ'' (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:19، آیت نمبر:158) (بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں ہیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں (سعی کو صفا سے) شروع کرتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں صفا کا ذکر پہلے کیا ہے آپ نے سعی اس طرح شروع فرمائی کہ آپ صفا پر چڑھ گئے اور وہاں سے کعبۃ اللہ پر نظر ڈالی اور کعبۃ اللہ کی طرف رخ کیا اور اللہ تعالی کی وحدانیت اس طرح بیان فرمائے کہ آپ نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا۔ پھر آپ نے یہ کلمات ادا فرمائے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ o لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ'' اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور ان پورے کلمات کو تین مرتبہ دہرایا، پھر صفا سے اتر پڑے اور مروہ پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک جب آپ وادی کے درمیان نشیبی حصہ میں (جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں) پہونچے تو اس نشیبی حصہ میں دوڑ کر گذرے اور (جب وادی کا نشیبی حصہ ختم ہوگیا تو) آپ معمولی رفتار سے مروہ تک پہونچے اور مروہ کے اوپر چڑھ گئے اور مروہ پر آپ نے وہی کیا جو صفا پر کیا تھا (یعنی کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے کلمۂ توحید جس کا بھی اوپر ذکر ہوا، اس کو پڑھا اور دعا فرمائی (اور اس طرح آپ نے یعنی صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک سات پھیرے کئے) یہاں تک کہ آپ جب آخری پھیرا ختم کرنے کے لئے مروہ پر پہونچے تو آپ نے لوگوں کو آواز دی اور اس وقت آپ مروہ پہاڑی پر تھے اور سب لوگ (پہاڑی کے) نیچے کھڑے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ابتداء وہی سے میں طے کر لیتا کہ مجھے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا ہے تو) میں اپنے ساتھ ہُدی یعنے قربانی کا جانور نہ لاتا اور عمرہ ہی ادا کرتا (اور احرام کھول دیتا، او چونکہ

ہدْی میرے ساتھ ہے اس لئے میں حج قرآن ادا کر رہا ہوں احرام نہیں کھولتا) البتہ تم میں سے جس کے پاس ہدْی نہ ہو تو وہ اپنا احرام کھول دے اور اس طواف اور سعی کو عمرے (کے مناسک) سمجھے۔ (یہ سن کر) سراقہ بن مالک بن جَعْشَمْ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (شہور حج میں عمرہ ادا کرنے کی اجازت) کیا صرف اسی سال کے لئے ہے؟ یا ہمیشہ کے لئے؟ (ہم تو زمانۂ جاہلیت میں شہور حج میں عمرہ ادا کرنے کو برا جانتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں، اور ارشاد فرمایا (سنو!) حج (کے مہینوں) میں عمرہ ادا کرنا جائز ہے، اسی بات کو آپ نے دوبارہ ادا فرمایا اور (یہ بھی ارشاد فرمایا یہ حکم صرف اسی سال کے لئے نہیں ہے) بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو اس زمانہ میں یمن کے حاکم تھے) یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (قربانی کے واسطے) اونٹ لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے جب حج کا احرام باندھا تو کیا نیت کی تھی تو حضرت علی نے فرمایا میں اس طرح کی کہ اے اللہ! آپ کے نبی نے جس قسم کے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں بھی وہی احرام باندھتا ہوں (اس سے معلوم ہوا کہ اگر یوں احرام باندھے کہ یا اللہ! میرا احرام وہی ہے جو فلاں شخص کا احرام ہے تو یہ جائز ہے۔12 مرقات) (یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چونکہ میرے ساتھ ہدْی ہے (اس لئے میں نے احرام نہیں کھولا ہے اور چوں کہ تمہارے ساتھ بھی ہدْی ہے) اس لئے تم بھی احرام نہ کھولو۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ اونٹ جن کو حضرت علی یمن سے لائے تھے اور وہ اونٹ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ لائے تھے ان سب کی تعداد ایک سو تھی۔ راوی فرمارے ہیں کہ سب لوگوں نے جن کے پاس ہدْی نہیں تھی) احرام کھول دیا اور اپنے بال کتروائے (اور اپنا عمرہ پورا کرلیا) بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ان اصحاب کے جن کے پاس ہدْی تھی (انہوں نے احرام نہیں کھولا) جب یوم ترویعنی آٹھویں ذوالحجہ

ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مِنٰی کے لئے روانہ ہوئے اور جس صحابہ نے (عمرہ کرنے احرام کھول دیا تھا) انھوں نے حج کا احرام (کعبۃ اللہ سے) باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (طلوع آفتاب کے بعد) اونٹنی پر سوار ہوئے (اور مِنٰی پہنچے اور مسجد خفیف میں) آپ نے پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر اپنے اپنے اوقات میں ادا فرمائیں اور (نویں ذوالحجہ کو نماز فجر کے بعد) آپ تھوڑی دیر قیام فرمایا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور آپ نے حکم دیا کہ (میدان عرفہ کی)وادی نمرہ میں آپ کے لئے خیمہ کھڑا کیا جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مِنٰی سے عرفات کے لئے) روانہ ہوئے اور قریش کو اس بات کا یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی (عرفات کی بجائے مزدلفہ میں) مشعرحرام کے پاس وقوف فرمائیں گے جیسا کہ ایام جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مزدلفہ سے) آگے بڑھ گئے اور عرفات (کے میدان میں) پہونچ گئے اور وادی نمرہ میں جہاں آپ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ اس میں اتر گئے اور اس میں قیام فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا تو آپ اپنی اونٹنی قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا جب اونٹنی حاضر کی گئی (اور زین کس دیا گیا تو آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور راوی نمرہ میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کو (جہاں آج مسجد نمرہ ہے اس میں) خطبہ ارشاد فرمایا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منجملہ اور اس کے یہ ارشاد فرمایا: لوگو! آگاہ ہوجاؤ) تمہارے خون اور تمہارے مال (ایک دوسرے پر اسی طرح) حرام ہیں جیسے تم آج کے دن (نویں ذوالحجہ) کو اور ماہ ذوالحجہ کو اور اس شہر یعنی مکہ مکرمہ میں (قتل و غارت گری کو) حرام سمجھتے ہو (یعنی تمہارے اوپر ایک دوسرے کا ناحق خون کرنا اور ناحق ایک دوسرے کا مال لینا ہر جگہ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے) خبردار! ایام جاہلیت کی ہر چیز (یعنی ہر رسم اور ہر طریقہ) میرے دونوں قدموں کے نیچے ہے (یعنی وہ پامال ہے اور اب اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں!) (یہ بھی سن لو! کہ) زمانۂ جاہلیت میں کئے گئے تمام خون

معاف کر دئے گئے (اب ان کا نہ تو قصاص ہوگا، نہ خون بہا اور نہ کفارہ) اور پہلا خون اپنے خاندان کا جس کو میں معاف کرتا ہوں، وہ ایاس بن ربیعۃ ابن الحارث کا خون ہے (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے) کہ وہ قبیلہ بنوسعد میں شیر خوار تھے (بنوسعد اور ہذیل کی لڑائی میں ہذیل کا ایک پتھر ان کو لگا اس طرح) ہذیل نے ان کو ہلاک کر دیا اور زمانۂ جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا اور اپنے خاندان کے سود میں پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے، اب اس کو معاف کر دیا گیا (اس کا اب دعویٰ ناجائز ہے ہاں اصل رقم بطور قرض حسنہ رہے گی جو واپس لی جائے گی) (پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکیداً یہ بھی فرمایا اے لوگو! عورتوں (کے حقوق جو تم پر ہیں ان کو ادا کرتے رہو، اور اس بارے) میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہو (اگر عورتوں کے حقوق ضائع کرو گے تو اللہ تعالی کا عذاب آئے گا) اس لئے کہ تم نے ان کے بارے میں اللہ تعالی سے عہد کیا ہے (نرمی اور حسن معاشرت کا) اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالی کے حکم سے اپنے لئے حلال کیا ہے اور عورتوں پر تمہارے حقوق یہ ہیں کہ جن سے تم ناراض ہو، ان کو وہ گھروں میں نہ آنے دیں (خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں) اگر وہ اس معاملہ میں تمہارا کہنا نہ مانیں (یعنی ایسے لوگوں کو گھر میں آنے دیں) تو تم ان کو (تادیباً) مار سکتے ہو۔ مگر زیادہ سخت سزا نہ دو، اور عورتوں کے تم پر حقوق یہ ہیں کہ تم ان کو کھانا اور کپڑا (اپنی مقدور کے مطابق دیا کرو (اے لوگو!) میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو گے (یعنی اپنا عقیدہ اور عمل اس کے مطابق رکھو گے) تو تم کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور یہ چیز اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔ (اس کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو!) تم سے (قیامت کے روز) میری بابت سوال کیا جائے گا (کہ میں نے تمہیں دین پہونچایا یا نہیں) تو تم کیا جواب دو گے، حاضرین نے عرض کیا ہم بے شک اس امر کی شہادت دیں گے کہ آپ نے (احکام دین) ہم تک پہونچائے اور امانت تکمیل فرمادی اور ہماری خیر خواہی فرمائی (یہ سن

کر) پھر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا الٰہی! آپ (اس بات پر) گواہ رہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کلمہ کو تین بار فرمایا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی حضرت بلال نے پھر دوسری بار اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی۔ پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس مقام تک تشریف لائے جہاں آپ کو ٹھیرنا تھا اور اپنی قصواء نامی اونٹنی کا رخ (جبل رحمت کے پاس ان پتھروں کی طرف کیا (جن کا رنگ کالا تھا اور وہ چھوٹے چھوٹے تھے اور پگڈنڈی کو اپنے سامنے کیا اور قبلہ رو ہوکر (اونٹنی پر بیٹھے رہے (اور دعا میں مشغول رہے (حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے جبل رحمت کے قریب قیام کریں، اس لئے کہ یہ مقام برکتوں اور قبولیت دعا کا ہے اس لئے یہاں ٹھہرنا افضل ہے) یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور زردی میں کچھ کمی ہوئی اور پھر آفتاب غائب ہوگیا تو آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے (اونٹنی پر) بٹھایا (اور نماز مغرب پڑھے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوگئے)۔

2/3564۔ اور مسلم کی ایک روایت میں جو سعید ابن جبیر رحمہ اللہ کی روایت ہے اس طرح ہے کہ ہم (عرفات سے غروب آفتاب کے بعد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مزدلفہ پہونچے اور آپ نے ہم کو (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کی نماز (ایک اذان اور) ایک اقامت کے ساتھ پڑھائی۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی مقام (یعنی مزدلفہ) میں اسی طرح (نماز مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ ہم کو پڑھائیں تھیں۔

اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مزدلفہ میں مغرب اورعشاء ایک اذان اورایک ہی اقامت سے ادا کرنا چاہئے

پہلی حدیث

3/3565۔عبداللہ بن مالک بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (مزدلفہ میں ایک ہی اقامت سے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مغرب کی نماز تین رکعتیں اورعشاء کی نماز دورکعتیں (بطور قصر) پڑھیں تو آپ سے (میرے والد) مالک بن حارث نے دریافت کیا کہ یہ کیسی نمازیں ہیں (کہ آپ نے ان کوایک ہی اقامت سے ادا فرمایا) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس مقام (یعنی مزدلفہ میں ان نمازوں کوایک اذان اور) ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھا ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

4/3566۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اورعشاء کی نماز ایک اذان اورایک ہی اقامت سے ادا فرمائی اوران دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

5/3567۔اورامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اورعشاء کی نماز ایک اذان اور ایک ہی اقامت سے ادا فرمائی۔

تیسری حدیث

6/3568۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مزدلفہ میں نماز مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک ہی اقامت سے ادا فرمائی (اور یہی مذہب حنفی ہے)۔اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔

7/3569۔اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں جس کو مسلم نے روایت کی ہے (مزدلفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مغرب اور عشاء کی نماز) ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا فرمائیں اور ذکر و دعا میں رات گذاری (صاحب نہر نے فتوی دیا ہے کہ مزدلفہ میں قیام کی رات شب قدر سے افضل ہے اس لئے حجاج کو چاہیئے کہ اس رات کو ذکر اور دعاء میں گذاریں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں یہیں قبول ہوئی تھیں۔12)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تھوڑی دیر) آرام فرمائے اور ذکر و دعا میں رات طلوع ہوئی تو آپ نے تاریکی میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی۔پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر حرام کے پاس تشریف لائے (جو مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے)(مزدلفہ میں نماز فجر اول وقت ادا کرنا مذہب حنفی ہے۔12) آپ یہاں قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور دعاء کی اور "اللہ اَکْبَرُ، لاَاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْیءٍ قَدِيْر " کا ورد فرماتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی خوب پھیل گئی پھر آپ آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے روانہ ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو (سواری پر پیچھے بٹھایا اور وادی مُحَسِّر میں داخل ہوئے اور وادی مُحَسِّر سے تیزی سے گذر گئے۔(اس لئے کہ اسی وادی میں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا اور وہ ہلاک کردیئے گئے) پھر آپ بیچ کے راستہ سے (جو عرفات کو جاتے وقت کے راستہ سے سوا تھا) جمرہ کبری پر تشریف لائے جہاں اس وقت ایک درخت تھا اور آپ نے اس جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہا۔یہ کنکریاں اتنی چھوٹی تھیں کہ ان کو انگوٹھے پر رکھ کر شہادت کی انگلی سے مارا جاسکتا تھا (گویا وہ

مٹر کے دانہ کے برابر تھیں) آپ نے ان کنکریوں کو وادی کے نشیبی حصہ میں (کھڑے رہکر) پھینکا۔ اس کے بعد آپ قربانی کی جگہ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے (من جملہ ایک سو اونٹ کے) 63 اونٹ کو (جو آپ کی عمر شریف کی تعداد میں تھے) ذبح فرمایا۔ پھر بقیہ (37 اونٹ) کو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذبح کروایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (قربانی کے ثواب میں) شریک فرمایا (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلق فرمایا جس کا ذکر آگے مستقبل باب میں آرہا ہے۔) پھر آپ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر جانور سے تھوڑا سا گوشت لے لیا جائے۔ چنانچہ گوشت لایا گیا اور اس کو ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا تو آپ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو تناول فرمایا اور اس کا شوربہ بھی پیا (اس لئے کہ یہ قربانی شکرانہ کی ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف افاضہ کے لئے کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور (بیت اللہ میں داخل ہوئے اور طواف فرض ادا فرمایا اور حج کی واجب سعی ادا فرمائی) پھر نماز ظہر کعبۃ اللہ میں ادا فرمائی پھر حضرت عبدالمطلب کی اولاد یعنی بنو عباس کے پاس تشریف لائے جو لوگوں کو زمزم پلا رہے تھے، آپ نے ان سے فرمایا اے بنی عبدالمطلب (چاہ زمزم سے) پانی کھینچو اور لوگوں کو پلاؤ۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ (میرے پانی کھینچے کی وجہ سے) تم پر ٹوٹ پڑیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچے میں شریک ہو جاتا۔ پھر ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی (سے پھرا ہوا) ایک ڈول دیا آپ نے اس کو نوش فرمایا (پھر فرمایا (پھر آپ نے اس ڈول سے تھوڑا پانی نوش فرمایا اور ڈول میں کلی کی تو باقی بچے ہوئے پانی کو ان لوگوں نے کنویں میں لوٹا دیا۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں مروی ہے)۔

جس حاجی کے ساتھ قربانی کا جانور ہو، وہ قران کی نیت سے احرام باندھے

8/3570۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم حجۃ

الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے ہم میں سے بعض نے تو صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔

9/3571۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کرنا چاہے تو وہ ایسا ہی (حج قران ادا کرے) اور اگر کوئی صرف حج ہی کرنا چاہے تو وہ ایسا ہی کرسکتا ہے اور جو کوئی (پہلے) صرف عمرہ کرنا چاہے تو صرف عمرہ کی نیت کرسکتا ہے۔(امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے حج کے تینوں اقسام یعنی قران تمتع اور افراد کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔12) ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ صرف عمرہ کرکے احرام کھول دے اور جو عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ قربانی کا جانور بھی ہو تو وہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ (قران کی نیت سے) احرام باندھ لے (اس سے حج قران کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔12) اور وہ اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک کہ وہ (عمرہ اور حج کے سارے مناسک پورے نہ کرلے اور جب دونوں کے مناسک پورے ہوجائیں تو) وہ اب دونوں کا احرام کھول سکتا ہے۔

10/3572۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (ایسا محرم جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو) وہ (عمرہ کرکے) احرام نہیں کھول سکتا جب تک وہ (دسویں ذوالحجہ کو) حج کی قربانی ذبح نہ کرے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور ہو، اس کا حج حجِ قران ہوگا اور وہ تمتع کی نیت سے حج ادا نہیں کرسکتا اور یہی مذہب حنفی ہے۔بنایہ، مرقات۔12) اور جو شخص صرف حج (افراد) کا احرام باندھے تو وہ (ہر حالت میں اپنا احرام نہ کھولے یہاں تک کہ وہ) اپنا حج پورا کرلے۔

احرام باندھنے کے بعد عورت حائضہ ہوجائے تو کیا کرے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (میں نے تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن) میں ابھی (عمرہ کا) طواف نہ کرسکی تھی اور نہ مروہ اور صفا کے درمیان سعی کی تھی کہ مجھے حیض آ گیا (اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا کعبۃ اللہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے حائضہ طواف کعبہ نہیں کرسکتی اور چوں کہ سعی بین الصفا والمروہ تابع طواف ہے اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نہ طواف کیا اور نہ سعی ادا کی ۔12) اور میں حالت حیض ہی میں رہی، یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں تو صرف عمرہ ہی کا احرام باندھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں (عمرہ کا احرام کھول دوں یعنی) سر کے بال کھول دوں اور کنگھی کروں (تاکہ اس سے عمرہ کا احرام ختم ہوجائے) اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ کو ملتوی کردوں۔(اس سے معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما رضی اللہ کا حج تمتع تھا، اس لئے آپ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا اور حیض آنے کی وجہ سے اور عرفہ کا دن شروع ہوجانے کے سبب سے آپ نے عمرہ کا احرام توڑ دیا اور حج کا احرام باندھ لیا۔ اس لئے کہ مناسک حج مثلاً وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمار وغیرہ کی ادائی میں حیض سے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ البتہ وہ طواف زیارت کو پاک ہونے کے بعد ادا کرلے، اگرچیکہ بارھویں ذوالحجہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

اگر کسی عورت کو جس نے تمتع کی نیت سے احرام باندھا تھا اور حیض یا کسی وجہ سے عمرہ کے افعال ادا کئے بغیر اس نے عمرہ کے احرام کو توڑ دیا تو چوں کہ اس نے قصداً عمرہ کے احرام کو توڑا، اس لئے ایسی عورت پر بعد میں عمرہ کی قضاء کے ساتھ احرام توڑنے کی وجہ سے دم بھی لازم آئے گا اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ماخوذ از بذل المجھود۔12)

11/3573 ۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ) تم عمرہ کو چھوڑ دو تو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج پورا کرلیا تو آپ نے میرے ساتھ (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور مجھے حکم دیا میں اپنے فوت شدہ عمرہ کی بجائے مقام تنعیم جا کر (عمرہ کا احرام باندھوں اور) اس عمرہ کی قضاء کرلوں (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

قارِن کے لئے عمرہ اور حج کا علحدہ علحدہ طواف اور علحدہ علحدہ سعی واجب ہے

پہلی حدیث

12/3574۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) دو طواف ادا فرمائے اور دو مرتبہ سعی ادا فرمائی۔اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

13/3575۔اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں زیاد بن مالک سے اس طرح مروی ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قارن دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔جوہرنقی میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دوسری حدیث

14/3576۔ابراہیم بن محمد بن الحنفیۃ رحمہم اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حج کے موقع پر) اپنے والد (محمد بن الحنفیۃ) کے ساتھ طواف کیا اور انھوں نے حج اور عمرہ کی ایک ساتھ (یعنی قران کی) نیت کی تھی تو آپ نے حج اور عمرہ کے لئے دو طواف کئے اور دو مرتبہ بھی سعی ادا کی اور پھر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی (حجۃ الوداع کے موقع پر) ایسا ہی کیا تھا۔

اس کی روایت نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں کی ہے۔

تیسری حدیث

15/3577۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب تم حج اور عمرہ کا (قرآن کی نیت سے) ایک ساتھ احرام باندھو تو تم دو طواف کرو اور دو مرتبہ سعی بین الصفا والمروہ ادا کرو (ایک طواف اور ایک سعی عمرہ کی اور اسی طرح دوسرا طواف حج کا طواف زیارہ اور حج کی سعی) منصور کہتے ہیں کہ میں مجاہد سے ملا تو (دیکھا کہ) وہ قارن کے لئے ایک ہی طواف کا فتویٰ دے رہے تھے تو میں نے ان سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ اگر میں اس حدیث کو پہلے سن لیا ہوتا تو (قارن کے لئے) دو طواف کا فتویٰ دیتا اب (جب کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے اس لئے) آئندہ سے (قارن کے لئے) دو طواف اور دو سعی کا فتویٰ دوں گا۔اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

16/3578۔اور ابوعمر نے التمہید میں اس حدیث کو ابونصر کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور ابوعمر نے یہ بھی کہا ہے کہ اعمش نے اس حدیث کو ابرہیم نخعی سے اور مالک بن حارث نے عبدالرحمٰن بن اذینہ سے روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے ایسا ہی بیان کیا (کہ قارن کو دو طواف اور دو سعی ادا کرنے چاہئے) اور یہ سند بھی جید ہے۔

چوتھی حدیث

17/3579۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے حج اور عمرہ کو (قران کی نیت سے) جمع کیا اور دو طواف اور دو سعی ادا کئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

قارِن کے لئے جملہ چار طواف کا ثبوت اور اس کی تفصیل

ف: واضح ہو کہ مذہب حنفی میں قارن کے لئے چار طواف ہیں:

(1) طواف عمرہ (جو عمرہ ادا کرنے والے کہ لئے فرض ہے

(2) طواف قدوم (یہ طواف قارن اور مفرد کے لئے سنت ہے جب کہ یہ پہلی دفعہ کعبۃ اللہ میں داخل ہوں)

(3) طواف زیارۃ، یہ طواف ہر حاجی پر فرض ہے اور اس کا وقت دسویں ذوالحجہ کی فجر سے لے کی بارھویں ذوالحجہ کی مغرب تک ہے

(4) طواف وداع۔ اس کو طواف رخصت بھی کہتے ہیں، یہ طواف ہر آفاقی پر واجب ہے خواہ وہ مفرد ہو یا قارن ہو یا متمتع اس کا وقت طواف زیارۃ کے بعد ہے اور مکہ معظّمہ سے رخصت ہونے سے پہلے تک ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر قران کی نیت سے حج ادا فرمایا اور تین طواف ادا فرمائے تھے۔ پہلا طواف آپ نے عمرہ کا چوتھی ذوالحجہ کو ادا فرمایا جب کہ آپ مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ دوسرا طواف آپ نے دسویں ذوالحجہ کو ادا فرمایا جو طواف زیارۃ تھا۔ اور تیسرا طواف آپ نے چودھویں ذوالحجہ کو ادا فرمایا جو طواف وداع تھا۔ رہا طواف قدوم جو قارن کے لئے سنت ہے وہ طواف عمرہ جس کو آپ نے پہلی دفعہ ادا فرمایا اس میں ادا ہو گیا جیسے ایک شخص مسجد میں باوضو داخل ہوا اور فوراً کوئی سنت پڑھ لے تو تحیۃ المسجد کی ادائی بھی اس میں ہو جاتی ہے۔

رہا یہ کہ صدر کی احادیث شریفہ میں دو طواف ہے اور دو سعی کا جو ذکر ہے، ان دو طوافوں سے مراد ایک عمرہ کا مستقل طواف اور دوسرے حج کا فرض طواف اور دو عی سے مراد ایک عمرہ کی مستقبل سعی اور دوسرے حج کی مستقبل سعی ہے اور ہر دو طواف اور ہر دو سعی کا علحدہ علحدہ ادا کرنا قارن کے لئے ضروری ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ماخوذ از عرف شذی۔

اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ قارن کے لئے (طواف وداع کے سواء) دو مستقل طواف اور دو مستقل سعی کی روایت اکابر صحابہ جیسے حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہ بہر حال قابل ترجیح ہے۔ 12

ایام تشریق میں روزے رکھنا منع ہے

18/3580 ۔ قتیبة ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایام تشریق یعنی گیارہ، بارہ اور تیرھویں ذوالحجہ) کھانے پینے اور اللہ تعالی کا ذکر کرنے کے دن ہیں ۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

19/3581 ۔اور طحاوی کی ایک روایت میں اسمعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اپنے والد کے وسطے سے اپنے دادا (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں منیٰ کے دنوں میں یہ ندا کروں کہ یہ دن کھانے، پینے اور (اپنی بیویوں سے) جماع کرنے کے دن ہیں۔ (اس لئے کہ طواف زیارة کے بعد عورتیں اپنے شوہروں کے لئے حلال ہو جاتی ہیں) تو ان دنوں یعنے ایام تشریق میں روزے نہ رکھو (عنایہ میں بھی اس بارے میں ایک روایت اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا خبر دار ان دنوں یعنی ایام تشریق میں روزے نہ رکھو۔

تمہید

شہور حج میں عمرہ کا جواز

ایام جاہلیت میں عرب شہور حج میں عمرہ ادا کرنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اسی جاہل رسم کو ختم کرنے کے لئے حکم دیا کہ جس شخص نے صرف حج کا احرام باندھا ہے اور وہ اس احرام کو فسخ کردے اور عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، پھر اس کے بعد حج کا احرام باندھ لے۔ یہ حکم زمانۂ جاہلیت کے اس عقیدہ کو توڑنے کے لئے دیا گیا

تھا اور یہ صرف اسی سال کے لئے تھا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص تھا۔ اب کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر اس کو فسخ نہیں کرسکتا۔ ذیل کی حدیثیں اسی کی تائید میں آرہی ہیں:

حجۃ الوداع کے موقع پر عمرہ سے حج کو فسخ کرنے کا حکم صرف اسی سال کے لئے خاص تھا۔ پہلی حدیث

20/3582۔ ابو ذر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حج کی نیت سے احرام باندھ کر اس کو عمرہ سے فسخ کرنا صرف وہی سواروں کے لئے تھا جو (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (تاکہ زمانۂ جاہلیت کی رسم کو مٹا دیا جائے)۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی سند صحیح کے ساتھ اسی طرح روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

21/3583۔ بلال بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت حارث رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! حج کو عمرہ سے فسخ کرنا صرف ہمارے ہی لئے خاص تھا یا یہ (قیامت تک) سب لوگوں کے لئے عام رہے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ صرف ہمارے ہی لئے خاص تھا (تاکہ تم کو غلط عقیدے سے باز رکھا جائے، آئندہ کوئی شخص حج کو عمرہ سے فسخ نہیں کرسکتا)۔

اس کی روایت ابوداود اور نسائی نے کی۔

شہور حج میں عمرہ کے ساتھ حج کو ملانا جائز ہے

22/3584۔ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم مُدلجی رضی اللہ عنہٗ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم! ہم نے (اس سال) (شہور حج میں) جو عمرہ ادا کیا ہے اس کی اجازت کیا صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (شہور حج میں عمرہ کرنے کی اجازت) قیامت تک کے لئے ہے (اب آئندہ جو شخص چاہے تمتع کی نیت سے پہلے عمرہ کرے پھر حج ادا کرے)۔

اس کی روایت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے **کِتَابُ** ''اَلآثَارُ'' کے ''**بَابُ التَّصُدِیْقِ بِالْقَدُرِ** ''میں کی ہے۔

(3/111)بَابُ دُخُوْلِ مَکَّۃَ وَالطَّوَافِ

اس باب میں مکہ معظّمہ میں داخلہ (کے آداب) اور طواف کرنے کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ حج پ17 ع4 میں) اور (ان ہی مقررہ دنوں میں) اس مامون گھر یعنی خانہ کعبہ (جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے)طواف کریں (اس میں طوافِ زیارۃ جوفرض ہے اس کی طرف اشارہ ہے جوایام النحر یعنی10، 11، 12 ذوالحجہ میں کسی دن بھی ادا کیا جاسکتا ہے)۔

وَقَوْلُہٗ : ''وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ، پ:1، ع:15، آیت نمبر:125، میں) اور (برکت حاصل کرنے کے لئے) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو (یعنی دوگانۂ طواف اور دیگر نوافل بھی یہاں پڑھا کرو)۔

ف: فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (طواف کے بعد) مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے تو دوگانۂ طواف ادا کرنے سے پہلے یہ آیت شریفہ '' وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی '' تلاوت فرمائی تا کہ یہ واضح فرمادیا جائے کہ یہ دوگانۂ طواف تعمیل حکم میں ہے اور اس لئے اس کا ادا کرنا واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ بنایہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (طواف کے بعد ایک مرتبہ) دوگانۂ طواف ادا کرنا بھول گئے تو آپ نے اس دوگانۂ طواف کو مقام ذوطوی میں ادا فرمایا تو فوت شدہ دوگانۂ طواف کو قضا کرنے سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس لئے مذہب حنفی میں ہر طواف کے بعد دوگانۂ طواف کا ادا کرنا واجب ہے۔12

وَقَوْلُہٗ : ''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ، فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:19، آیت

نمبر:158، میں) بیشک صفا اور مروہ (اوران کے درمیان سعی کرنا) دینِ خداوندی کی یادگاروں میں سے ایک یادگار ہے تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ ادا کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حسب قاعدہ سعی کرے۔

ف: زمانۂ جاہلیت میں صفا اور مروہ پر دو بت رکھے گئے تھے جن کے نام اساف اور نائلہ تھے اورعرب ان دو پہاڑیوں کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں بھی سعی کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان بتوں کو توڑ دیا گیا۔ شاید مسلمان زمانۂ جاہلیت کی پیروی کے اندیشہ سے یہاں گناہ سمجھیں گے اس لئے یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس میں سعی بین الصفاء والمروہ کا حکم دیا گیا۔ اسی لئے احناف کے پاس سعی واجب ہے۔ ماخوذ از تفسیرات احمدیہ۔12

کعبۃ اللہ شریف میں داخلہ کے آداب

1/3585۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ جب بھی آپ مکہ معظّمہ تشریف لاتے تو (مکہ معظّمہ میں فوراً داخل ہونے کی بجائے) آپ مقام ذوطوی میں (جو مکہ معظّمہ کے قریب ایک موضع کا نام ہے اور جو داخل حرم ہے) رات گزارتے اور جب صبح ہوجاتی تو غسل فرماتے اور (دوگانہ شکرانہ) ادا فرماتے اور دن کی روشنی میں بیت اللہ میں داخل ہوتے (تاکہ اس کے دیدار سے مشرف ہوں اور دعا کرسکیں) اسی طرح جب مکہ معظّمہ سے واپس ہوتے تو مقام ذوطوی میں رات گزارتے اور وہیں صبح تک رہتے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی فرمایا کرتے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ بھی ایسی ہی تھی (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ معظّمہ کو آتے اور جاتے وقت مقام ذوطوی میں قیام فرماتے اور حرم شریف کی تعظیم کے لئے ایسا ہی اہتمام فرماتے تھے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ میں

دن کے وقت داخل ہوتے تھے وہ استحباباً ہے، اس لئے کہ نسائی میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ معظّمہ میں دن میں داخل ہوئے اور عمرہ کے موقع پر رات کے وقت مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔اس لئے نہایہ میں لکھا ہے کہ حاجی چاہے تو مکہ معظّمہ میں دن میں داخل ہو یا رات میں۔ یہ مرقات میں مذکور ہے صاحبِ مرقات نے حرم مکہ کی تعظیم میں ابن حبان کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام حرم مکہ میں برہنہ پا اور پیادہ ہوتے اور طواف دیگر مناسک کو پیادہ اور برہنہ پا ہی ادا فرماتے تھے اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک لاکھ ستر ہزار اشخاص جب حج کے لئے آتے تو مقام تنعیم کے پاس اپنے جوتوں کو رکھ دیتے اور کعبۃ اللہ کی تعظیم میں وہاں سے برہنہ پا داخل حرم ہوتے۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔12

مکہ معظّمہ میں داخلہ اور واپس ہونے کے آداب

2/3586۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ مکہ معظّمہ تشریف لائے تو مکہ معظّمہ اس راستہ سے داخل ہوئے جو بلندی سے (یعنی جنت المعلٰی کی طرف سے) آتا ہے (اور یہ مقام ذوطوی کی جانب ہے) اور جب آپ مکہ معظّمہ سے واپس ہوئے تو اُس راستہ سے واپس ہوئے جو نشیب کی طرف جاتا ہے (جس کو مسفلہ کہتے ہیں)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: بحر رائق میں لکھا ہے کہ آداب حرم میں مستحب یہ ہے کہ مکہ معظّمہ میں باب المعلٰی سے داخل ہوتا کہ داخلہ کے وقت کعبۃ اللہ کے دروازہ کا سامنا ہو، اور جب مکہ معظّمہ سے نکلیں تو مسفلہ کے راستہ سے واپس ہوں جو نشیب کی طرف ہے۔12

کعبۃ اللہ پر جب نظر پڑے تو بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء کرنا چاہیے

3/3587۔مہاجر مکی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی

اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا شخص جو کعبۃ اللہ کو دیکھے تو کیا وہ (دعاء کے موقع پر) ہاتھ اٹھالے (یا نہیں؟) یہ سن کر حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے یہود کے سوا کسی کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

قارِن اور مفرد کو طوافِ عمرہ، قدوم کے بعد مناسک حج ادا کرنے تک کوئی اور عمرہ نہیں کرنا چاہئے

4/3588۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روات ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حجۃ الوداع ادا فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مکہ معظّمہ تشریف لائے تو سب سے پہلے وضوء فرمایا پھر طواف (عمرہ) ادا فرمایا (اس لئے کہ آپ قارن تھے۔ پھر مناسک حج ادا فرمانے تک آپ نے اور کوئی عمرہ ادا نہیں فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا تو آپ نے سب سے پہلے (عمرہ کا) طواف ادا فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور ایسا ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی (سب سے پہلے عمرہ کا طواف) کیا (اور مناسک حج ادا فرمانے تک کوئی اور عمرہ ادا نہیں فرمایا)۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

طواف کے دوران دین کی بات کر سکتے ہیں

5/3589۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بیت اللہ شریف کا طواف (ثواب میں) نماز کے مانند ہے مگر (فرق یہ ہے کہ) تم طواف کے درمیان بات کر سکتے ہو، اس لئے اگر کوئی شخص دورانِ طواف بات کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ نیکی کی بات کرے (ورنہ بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے)۔

اس کی روایت ترمذی، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ طواف کے دوران نیکی کی بات مثلاً کسی کو مسئلہ بتانا، سلام کا جواب دینا جائز ہے، دنیوی باتیں نہ کریں اور دین کی بات بھی اس طرح نہ کرے کہ جس سے طواف کرنے والوں کو حرج ہو۔ مرقات۔12

حجر اسود کی تاریخ اور اس کے اوصاف

6/3590۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ حجر اسود جنت سے اتارا گیا اور (جس وقت وہ جنت سے اتارا گیا تھا تو) وہ دودھ سے زیادہ سفید (اور روشن تھا) اور بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا (جب کہ وہ اثناءطواف اس کو چھوتے اور بوسہ دیتے رہے اور یہ ان کے گناہوں کو جذب کرتا رہا)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حجر اسود ایک جنتی پتھر تھا اور جنت کی برکتیں اور کمالات اس میں موجود تھے، چونکہ یہ انسانوں کے گناہوں کو جذب کرتا رہا اور اس کی روشنی اور سفیدی ختم ہوتی گئی۔

یہاں ایک بات قابل عبرت یہ ہے کہ گناہ جب جمادات کو بھی متغیر کر دیتے ہیں تو دلوں کا کیا حال ہوگا۔ علامہ فاسی رحمہ اللہ نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے (579ھ) میں حجر اسود میں ایک سفید نقطہ کو دیکھا تھا اور فقیہ سلیمان عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں لکھا ہے کہ (708ھ) میں انہوں نے حجر اسود میں تین جگہ سفیدی دیکھی تھی اور ہر وقت اس کی روشنی اور سفیدی میں کمی کو بھی محسوس کیا تھا۔ مرقات اور اشعۃ اللمعات۔12

قیامت کے دن حجر اسود اپنے چومنے والوں کی گواہی دے گا

7/3591۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود (کی شان) میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالی اس کو قیامت میں اس حال میں اٹھائے

گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے یہ بات کرے گا اور (سچائی کے ساتھ) اس شخص کی (تائید میں) گواہی دے گا (اور اس کا رقیب اور حافظ ہوگا) جس نے اس کو (ایمان، صدق دل اور یقین کے) ساتھ چوما ہو، یا اس کا استلام کیا ہو۔ اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے دو یاقوت ہیں

8/3592۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم (یعنی وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کے نشان ہیں، اور جس پر کھڑے ہوکر آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر کی) یہ دونوں پتھر جنت کے دو یاقوت ہیں (اور یہ دونوں بے حد روشن تھے) اللہ تعالی نے ان دونوں کے نور کو ماند کردیا (تاکہ ایمان بالغیب باقی رہے) اگر اللہ تعالی ان کے نور کو ماند نہ کرتے تو ان کا نور مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کردیتا۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی اس کی روایت کی ہے۔

حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کا ثواب اور استلام کے وقت لوگوں کو ایذاء دینا منع ہے

9/3593۔ عبید بن عمیر رحمہ اللہ (جو مشہور تابعی اور قاضی مکہ تھے) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بڑے جوش اور ولولہ کے ساتھ آگے بڑھ کر دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی پر (بوسہ دیتے اور چھونے کے لئے لوگوں کے مجمع میں) گھس جاتے تھے (اس طرح کہ لوگوں کو اذیت نہ ہو) راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ

(دونوں رکنوں تک پہونچنے کے لئے آپ جس جوش وخروش کا اظہار کرتے ہیں میں نے کسی صحابی کو ایسا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، سنو! اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ان کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس گھر یعنی بیت اللہ شریف کے سات چکر (اس کے واجبات، سنن اور آداب کا خیال رکھ کر) کرے تو اس کا ایسا کرنا ثواب میں) ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ جب بھی وہ (طواف کی حالت میں) ایک قدم رکھتا ہے اور ایک قدم اٹھاتا ہے تو (ہر قدم پر) اللہ تعالی نے اس کا ایک گناہ معاف کرتے ہیں اور ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

10/3594۔اور امام احمد کی ایک روایت میں جو سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا (اے عمر!) تم ایک طاقتور آدمی ہو (دورانِ طواف میں تم اس بات کا خیال رکھو کہ حجر اسود تک پہونچنے میں تمہاری طرف سے کسی کمزور کو ایذاء نہ پہونچے اور تکلیف نہ ہو، اگر بھیڑ نہ ہو، اور راستہ مل جائے تو) حجر اسود کو چھولو، ورنہ اس کی طرف رخ کر کے تکبیر اور تہلیل یعنی اَللّٰـهُ اَكْبَرُ اور لاَ اِلٰهَ اِلاّٰ اللّٰهَ کہہ لیا کرو۔ اس لئے کہ یہ عمل بھی استلام کے قائم مقام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کے استلام کے لئے لوگوں کو ایذا پہونچانا منع ہے۔

اضطباع کا مسنون طریقہ

11/3595۔یعلی بن امیۃ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف حالتِ اضطباع میں فرمایا اور آپ کے جسم اطہر پر ایک سبز چادر تھی۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ف: اضطباع یہ ہے کہ چادر کے بیچ کے حصہ کو داہنی بغل میں دبالیں اور چادر کے ایک حصہ کو سینہ کے اوپر سے لے کر اور دوسرے حصہ کو پیٹھ کی طرف سے لاکر بائیں کاندھے پر ڈال لیں، اس میں سیدھا کندھا کھلا رہے گا۔ اس صورت میں آدمی بہت چاق و چوبند اور بہادر معلوم ہوتا ہے۔ اضطباع اور رمل ہر اس طواف میں مسنون ہیں جس کے بعد سعی ہو، البتہ رمل صرف ابتدائی تین چکروں میں ہوگا اور پورے سات چکر اضطباع کی حالت میں ہوں گی۔ مرقات اور اشعۃ اللمعات 12

طوافِ عمرہ میں رمل اور اضطباع مسنون ہے

12/3596۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوۂ حنین سے واپسی کے موقع پر) اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مقام جعرانہ (جو مکہ سے طائف کے راستہ پر ایک منزل ہے) سے عمرہ ادا فرمایا۔ (عمرہ کا احرام باندھ کر جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو) پہلی تین چکروں میں رمل فرمایا (یعنی پہلوانوں کی طرح قدموں کو قریب قریب ڈال کر اچھلتے ہوئے طواف کیا تاکہ مشرکین پر رعب طاری ہو) (رمل تو پہلی تین چکروں میں ہوا، لیکن ساتوں چکر اضطباع کی حالت میں کئے اس طرح کہ) احرام کی چادروں کو اپنے بغلوں کے نیچے سے نکال کر اپنے بائیں کندھوں میں ڈال لیا (اس طرح کہ سیدھے کندھے کھلے رہے)۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دورانِ طواف حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کی ماثورہ دعاء

13/3597۔ عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (طواف کے دوران) دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ دعاء فرماتے سنا ہے:

”رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ“.

اے ہمارے پروردگار! آپ ہمیں دنیا میں ہر قسم کی بھلائی اور آخرت میں بھی ہر قسم کی بھلائی عطا فرمایئے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: منتقی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ طواف کرنے والے کو دورانِ طواف قرآن نہیں پڑھنا چاہئے۔ البتہ وہ اللہ کا ذکر، تسبیح، تحمید اور تکبیر کہہ سکتا ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ صدر کی حدیث میں جو آیت مذکور ہے اس کا پڑھنا اس لئے مسنون ہے کہ یہ آیت دعائیہ ہے اور مرقات میں مذکور ہے کہ اس آیت شریفہ میں پہلے حسنہ سے مراد علم وعمل یا عفو وعافیت اور اچھی روزی یا حیات طیبہ یا قناعت یا نیک اولاد ہے، اور دوسرے حسنہ سے مراد مغفرت، جنت یا انبیاء کرام کی صحبت یا دیدارِ الٰہی ہے اور شیخ ابوالحسن بکری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ آیت شریفہ کے لفظ حسنہ کی تفسیر میں کوئی ستّر (70) قول مذکور ہیں اور سب میں بہتر قول یہ ہے کہ پہلے حسنہ سے مراد اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور دوسرے حسنہ سے مراد خوشنودی مولیٰ تعالیٰ ہے۔12

رکنِ یمانی کے پاس کی ماثورہ دعاء

14/3598۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رکن یمانی کے پاس ستّر فرشتے ہمیشہ متعین رہتے ہیں اور جو کوئی یہ دعاء کرتا ہے تو وہ سب (اس کی دعاء پر) آمین کہتے ہیں (وہ دعاء یہ ہے):

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ رکن یمانی کے پاس کئی اور دعائیں ماثورہ ہیں جن کا ذکر مختلف حدیثوں میں موجود ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کو حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں جب کبھی (طواف کے دوران) رکن یمانی کے پاس پہونچا تو وہاں حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا اور حضرت جبرئیل نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہاں یہ دعاء کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کون سی دعاء پڑھوں تو حضرت جبرئیل نے فرمایا یہ دعاء پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَاقَةِ وَ مَوَاقِتِ الْخِزیِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ o

الٰہی! میں کفر اور فاقہ سے اور دنیا اور آخرت میں رسوائی کے حالات میں مبتلا ہونے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (آپ مجھے کفر، فاقہ اور دارین کی رسوائی سے بچایئے)۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ستر ہزار فرشتے متعین ہیں اور جب بندہ یہ مذکورہ دعاء پڑھتا ہے تو وہ سب آمین کہتے ہیں۔ (حدیث ختم ہوئی) یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب کوئی شخص دعا کرے اور فرشتے اس پر آمین کہیں تو وہ دعا قبول ہوکر رہتی ہے، اس لئے حجاج کرام کو چاہئے کہ کعبۃ اللہ شریف کی حاضری کو غنیمت جان کر طواف کے دوران یہاں مذکورہ دعاء کریں تاکہ دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہو۔ 12

دورانِ طواف تسبیح، تحمید اور تکبیر پڑھنے کی فضیلت

15/3599۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کے سات (7) چکر کرے اور (دورانِ طواف) صرف یہی کلمات پڑھتا رہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰه وَلَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه تو اس کے دس گناہ مٹادیئے جاتے ہیں اور دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور (جنت میں) اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں (اس کے علاوہ) دورانِ طواف ان مذکورہ کلمات کو پڑھنے والا

اپنے پیروں سے رحمتِ الٰہی میں ایسا ڈوب جاتا ہے جیسے پانی میں ڈوبنے والا اپنے پاؤں کے بل پانی میں ڈوبتا ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں سبحان اللہ الیٰ آخرہ کے دورانِ طواف پڑھنے والے کو دو قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک غیر حسّی دوسرے حسّی، غیر حسّی فائدہ حدیث شریف کے پہلے حصہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ایسے شخص کے گناہ معاف ہوتے ہیں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں اور حدیث شریف کے آخری حصّہ میں حسّی فائدہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ رحمتِ الٰہی میں پاؤں کے بل ڈوب جاتا ہے جس طرح کوئی شخص پاؤں کے بل پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ مرقات۔12

حج یا عمرے کے طواف کا طریقہ

16/3600۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جب حج یا عمرہ کا طواف فرماتے تو طواف کی پہلی تین چکروں میں رمل فرماتے (یعنی تیز قدمی سے اچھل اچھل کر چلتے تھے) اور باقی چار چکّر معمولی چال سے ادا فرماتے، پھر (مقام ابراہیم میں) دوگانۂ طواف ادا فرماتے، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرماتے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

سعی کرتے وقت میلین اخضرین میں دوڑنا مسنون ہے

17/3601۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (جب حج یا عمرہ کا طواف فرمایا تو آپ نے طواف کی ابتداء حجر اسود سے فرمائی اور آپ نے) حجر اسود سے حجر اسود تک (ابتدائی) تین چکّروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکّر معمولی رفتار سے ادا فرمائے اور (جب آپ سعی کے لئے تشریف لے گئے تو) صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی حصّہ میں (پہونچے جس کو میلین اخضرین کہا جاتا ہے تو) (اپنے پنجوں کے بل) دوڑتے ہوئے گزرے (میلین اخضرین میں

دوڑنا سعی کی ہر چکّر میں مسنون ہے)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سعی کرتے وقت صفا اور مروہ پر دعاء کرنا مسنون ہے

18/3602۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حج یا عمرے کے لئے) مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کے پاس تشریف لائے) اور حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا پھر (سعی کے لئے) صفا پر تشریف لائے اور اس پر چڑھ گئے اور جب کعبۃ اللہ پر نظر پڑی تو (اس کی طرف دیکھ کر) دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا ذکر یعنی تسبیح اور تحمید فرمائی اور دعاء فرماتے رہے (اور مروہ پر بھی چڑھ کر یہی عمل فرمایا)۔(جیسا کہ مسلم کی روایت میں مذکور ہے۔)اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا وجوب

19/3603۔صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے بنت ابی تجراۃ نے خبر دی کہ وہ چند قریشی خواتین کے ساتھ آل ابوالحسین کے گھر گئیں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرماتے ہوئے دیکھیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سعی فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپ (میلین اخضرین میں) ایسی تیزی سے دوڑ رہے تھے کہ جس کی وجہ سے مـئـزر یعنی وہ چادر جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے، تیز دوڑنے کی وجہ سے پھر رہی تھی اور میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے بھی سنا (لوگو!) سعی کرو، اس لئے کہ اللہ تعالی نے تم پر سعی کو واجب کیا ہے۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے اور امام احمد نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔(جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12)

ف(1): اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

''اِسعوا'' (اے لوگو! سعی کرو) یہ صیغہ امر کا ہے اور امر سے وجوب نکلتا ہے۔اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ سعی واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر۔12

ف(2): اس حدیث شریف سے میلین اخضرین میں تیز دوڑنے کا ثبوت ملتا ہے اور بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہما کی اتباع میں یہ مسنون ہے کہ آپ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کعبۃ اللہ شریف کے پاس چھوڑ کر پانی کی تلاش میں نکلیں تو وادی کے نشیبی حصّہ میں جس کو اب میلین اخضرین کہتے ہیں تیزی سے دوڑیں تا کہ وادی کے بالائی حصہ پر جلد پہونچ کر اپنے صاحبزادہ کو دیکھ سکیں۔اھ)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب مناسک حج کا حکم ہوا تو سعی کے موقع پر اسی جگہ یعنی میلین اخضرین کے پاس شیطان نے آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ دوڑ کر آگے بڑھ گئے۔مرقات۔12

دورانِ سعی میں لوگوں کو ہٹو بچو نہ کہیں

20/3604۔قدّامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (اژدھام کی وجہ سے اور تعلیم کی خاطر) (جیسا کہ عرف شذی اور کوکب دری میں مذکور ہے۔12)صفا اور مروہ کے درمیان اونٹ پر سوار ہو کر سعی فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔(دوران سعی میں) آپ نے اونٹ کو نہ تو مارا اور نہ ہانکا اور (لوگوں کو ہٹانے کے لئے) ہٹو بچو، ہٹو بچو بھی نہیں فرمایا (جیسا کہ بادشاہوں اور امراء کی سواریوں کے آگے کیا جاتا ہے۔)

اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

بلا عذر طواف اور سعی سوار ہو کر نہ کرنا چاہئے

ف: واضح ہو کہ طواف کی طرح سعی بین الصفاء والمروہ بھی پیادہ ادا کرنا واجب ہے البتہ اگر کوئی عذر ہو، اور پیدل چلنا ممکن نہ ہو تو سواری پر طواف اور سعی ادا کر سکتے ہیں۔ہدایہ۔12

طواف کی ابتداء اپنے سیدھے جانب سے کرنی چاہئے

21/3605۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو (طواف کے وقت) حجر اسود کے پاس تشریف لائے اس کو بوسہ دیا اور طواف کی ابتداء اپنے سیدھے ہاتھ سے فرمائے (تاکہ دورانِ طواف قلب بیت اللہ کے محاذی رہے) آپ نے (طواف کے دوران) پہلے تین چکروں میں رمل فرمایا اور بقیہ چار چکّر معمولی رفتار سے ادا فرمائے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حجر اسود کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا دونوں مسنون ہیں

22/3606۔ زبیر بن عربی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں دریافت کیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کا استلام فرماتے (یعنی ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو بوسہ دیتے)۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دینا تعمیل حکم اور اتباع نبوی میں ہے

23/3607۔ عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یوں فرمارہے تھے، میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، نہ تُو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مسلمان حجر اسود کو کیوں بوسہ دیتے ہیں

ف: اس حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ

تُو ایک پتھر ہے نہ تُو نفع پہونچا سکتا ہے اور نہ نقصان......الخ۔

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ محض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجر اسود کو بوسہ دینا اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل میں ہے جیسا کہ مرقات میں ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ آپ نے حجر اسود کے روبرو کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے جو بذاتہی (خود سے) نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اگر میرا رب مجھے بوسہ کا حکم نہ دیتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز بذات خود نفع یا نقصان کی مالک نہیں۔ اب رہا یہ کہ مشرکین بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور اب مسلمان بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں، بظاہر دونوں کا عمل ایک ہے لیکن حقیقت میں دونوں کی نیت جدا جدا ہوتی ہے مشرکین اس کو بالذات نفع یا نقصان کا مالک سمجھتے تھے، اس کے برخلاف مسلمان صرف اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعمیل حکم میں یہ کام کرتے ہیں اور نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالی ہی کو سمجھتے ہیں، اس لئے مسلمان کا حجر اسود کو بوسہ دینا تعمیل حکم اور اتباع نبوی میں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت سے قریب تھے، وہ اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

مرقات اور اشعۃ اللمعات۔12

حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام مسنون ہے

پہلی حدیث

24/3608۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ (دوران طواف) صرف دو رکن جو یمن کی طرف ہیں یعنے رکن حجر اسود اور رکن یمانی کا (جو اس سے متصل ہے) استلام فرماتے دیکھا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کی علت

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان (کونے، گوشے) ہیں جن پر بیت اللہ شریف قائم ہے ان میں سے دو یعنے رکن حجر اسود اور اس کے بعد کا رکن جو جانب یمن ہے، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بنیادوں پر اب تک قائم ہے برخلاف اس کے کعبۃ اللہ شریف کے بقیہ دو رکن یعنے رکن عراقی اور رکن شامی کی بنیادیں اپنی اصلی حالت پر نہیں ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکن حجر اسود کو بوسہ بھی دیتے تھے اور ہاتھ بھی لگاتے تھے، اس لئے کہ اس میں حجر اسود بھی ہے اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگاتے تھے اور بقیہ دونوں رکنوں کو نہ ہاتھ لگاتے نہ بوسہ دیتے تھے، اس لئے رکن عراقی اور رکن شامی کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا مکروہ ہے جیسا کہ ردالمختار میں بحر کے حوالہ سے مذکور ہے۔ 12

دوسری حدیث

25/3609۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں رکن۔ رکن یمانی اور رکن حجر اسود کا استلام فرماتے دیکھا ہے۔ اس وقت سے ہم نے کبھی ان دونوں رکنوں کے استلام کو نہیں چھوڑا، خواہ ان کے پاس لوگوں کی بھیڑ ہو یا جگہ خالی ہو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

26/3610۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے کہ (لوگوں کی بھیڑ کے وقت حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکنے کی وجہ سے) آپ حجر اسود کو ہاتھ سے چھوتے اور پھر اپنے ہاتھ کو چوم لیتے (اور حضرت نافع یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا آپ فرماتے تھے کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے میں نے کبھی ان کا استلام ترک نہیں کیا۔

عذر کی وجہ سے سواری پرطوائف جائز ہے

پہلی حدیث

27/3611۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پرطواف فرمایا اور (دوران طواف اپنی عصا جس کا سراخمدار (مُڑا ہوا) تھا حجر اسود کو لگاتے تھے اور اس کو بوسہ دیتے تھے۔

28/3612۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) جب مکہ معظّمہ تشریف لائے تو آپ بیمار تھے اس لئے آپ نے سواری پرطواف فرمایا اور (دوران طواف) جب کبھی رکن حجر اسود کے روبروتشریف لاتے تو اپنی عصا سے جس کا سرا خم دار (مڑا ہوا) تھا حجر اسود کو مس کرتے اور عصا کے اس حصہ کو چوم لیتے تھے۔ پھر جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو سواری کو بٹھائے اور (سواری سے اتر کر) دوگانۂ طواف ادا فرمائے۔

طواف اور سعی عذر اور بغیر عذر سواری پر کرنے کے احکام

ف: واضح ہو کہ مذہب حنفی میں طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ پیدل کرنا واجب ہے۔ البتہ کسی نے عذر کی وجہ سے طواف اور سعی سواری پر ادا کی تو یہ جائز ہے، اور اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر کسی نے بغیر عذر طواف اور سعی سواری پر ادا کی تو اس کو چاہیئے کہ مکہ معظّمہ کے قیام میں طواف اور سعی کا پیدل اعادہ کر لے اور اگر ایسا شخص اعادہ کئے بغیر اپنے وطن واپس ہو جائے تو اس پر دم لازم ہوگا۔ فتح القدیر۔12

دوسری حدیث

29/3613۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں بیمار ہوں (اس لئے میں پیدل طواف نہیں کرسکتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم، لوگوں سے دور دور سواری پر طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے (سواری پر) طواف کیا اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ شریف کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں سورہ و الطُّور و کتاب مسطُور پڑھ رہے تھے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

30/3614۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی سواری پر طواف فرمایا اور (طواف کے دوران) اپنی خم دار (مڑے ہوئے) سرے والے عصا سے حجر اسود کا استلام فرماتے تھے (سواری پر طواف کا سبب یہ تھا) کہ اونچائی پر ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ سے (مناسکِ حج کے مسائل) دریافت کرسکیں۔ اس لئے کہ آپ کے گرد لوگ جوق در جوق جمع تھے اور اس وقت آپ کی طبیعت بھی ناساز تھی (جیسا کہ ابوداؤد اور بخاری کی روایتوں میں مذکور ہے۔ 12) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اژدھام کی وجہ سے حجر اسود کا استلام ممکن نہ ہو تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے

31/3615۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر (کعبۃ اللہ شریف کا) طواف فرمایا اور (دورانِ طواف) جب کبھی حجر اسود کے روبرو تشریف لاتے اور (اژدھام کی وجہ سے لکڑی سے حجر اسود کو چھو نہ سکتے تو) دست مبارک کے عصا سے حجر اسود کی طرف اشارہ فرماتے اور اللہ اکبر فرماتے۔ اس کی روایت

بخاری نے کی ہے۔

اژدھام کی وجہ سے حجر اسود کی طرف جس چیز سے اشارہ کریں اسی کو چوم لینا چاہیئے

32/3616۔ ابوالطفیل رضی اللہ عنہٗ سے روایت وہ فرماتے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو طواف فرماتے ہوئے دیکھا، اور (طواف کے دوران اژدھام کی وجہ سے) آپ اپنے خمدار سرے اولے عصا سے حجر اسود کی طرف اشارہ فرماتے اور پھر اس عصا کو چوم لیتے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

استلام کی تعریف اور اس کے طریقے

ف: واضح ہو کہ صدر کی حدیثوں میں حجر اسود کے استلام کا ذکر ہے۔ دوران طواف بہر صورت حجر اسود کا استلام ضروری ہے موقع ملے تو حجر اسود کو چوم لے یا لوگوں کا ہجوم ہو تو ہاتھ سے یا کسی چیز سے حجر اسود کو مس کرے اور اس چیز کو چوم لے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر بھیڑ کی وجہ سے دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو حجر اسود کی طرف ہاتھ یا کسی چیز سے اشارہ کر کے اس چیز کو بوسہ دے لے۔ یہ تینوں صورتیں استلام کہلاتی ہیں۔ البتہ دورانِ طواف رکن یمانی کا صرف ہاتھ سے چھونا مسنون ہے اور اژدھام کی وجہ سے ہاتھ لگانا ممکن نہ ہو تو رکن یمانی کے پاس سے بغیر ہاتھ لگائے گذر جائے یہاں اشارہ کرنا درست نہیں ہے۔ اشعہ للمعات اور مرقات۔12

حائضہ طوافِ کعبہ کے سوا تمام مناسکِ حج ادا کرے

33/3617۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر) ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ (حج کے لئے نکلے) اور ہم (اپنے تنبیہ میں) صرف حج ہی کا ذکر کرتے تھے (ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ) جب ہم مقام سرف (جو مکہ معظّمہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ہے) میں پہونچے تو مجھے حیض آنے لگا تو (اس اندیشہ سے کہ حیض کی وجہ سے میرا حج ہی باطل نہ ہو جائے) میں رو رہی تھی کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم تشریف لائے (یہ دیکھ کر) حضور ﷺ ارشاد فرمائے کہ شائد تم حائضہ ہوگئی ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں! (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (مجھے تسلی دیتے ہوئے) فرمایا (حج کے باطل ہونے کا خوف نہ کرو) حیض تو ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقرر کر رکھا ہے تو تم غسل کرلو، احرام باندھ لو (جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔12) اور) وہ تمام مناسک ادا کرو جس کو ایک حاجی کیا کرتا ہے، البتہ حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرو (اس لئے کہ ناپاکی کی حالت میں کعبۃ اللہ میں داخل ہونا منع ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

طواف کی حالت میں ستر عورت واجب ہے

34/3618۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے یعنی 9 ہجری میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو امیر حج بنایا (اور مکہ معظّمہ روانہ فرمایا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے مجھے دسویں ذوالحجہ کو ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد یعنی (10 ہجری سے) حج کے لئے (اور نہ عمرہ کے لئے اور نہ سکونت کے لئے حدودِ حرم اور مکہ معظّمہ میں) کوئی مشرک داخل نہ ہو اور کوئی (زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کی طرح) خانۂ کعبہ کا طواف برہنہ نہ کرے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ در مختار میں لکھا ہے کہ ستر عورت مرد کے لئے مذہب حنفی میں طواف کے واجبات سے ہے۔اس لئے اگر کوئی شخص ستر عورت (یعنی ناف سے لے گھٹنے کے نیچے تک) میں کسی عضو کے چوتھائی حصہ کو کھلا رکھ کر طواف کرے تو اس پر دم لازم آئے گا۔اھ، یہ حکم عورتوں سے متعلق نہیں ہے۔اس لئے کہ عورتوں کو تو طواف کی حالت میں حسب معمول پورا جسم چھپانا ضروری ہے۔

(4/112) بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ
(نویں ذوالحجہ کو میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: '' ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ '' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:25، آیت نمبر:199، میں) اے لوگو! نویں ذوالحجہ کو سب لوگوں کے ساتھ عرفات میں (ٹھہرنے کے بعد) سب کے ساتھ اسی جگہ سے (مزدلفہ میں دسویں شب گذار کر منیٰ کو) واپس ہوجاؤ۔

وقوفِ عرفات کی فرضیت

ف: واضح ہو کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش خود کو مجاور حرم سمجھتے اور چونکہ مزدلفہ حدود حرم میں داخل ہے اس لئے نویں ذوالحجہ کو مزدلفہ ہی میں ٹھہر جاتے اور میدان عرفات میں اس لئے نہیں جاتے کہ عرفات خارج حرم ہے اور قریش خود کو عام لوگوں سے برتر سمجھتے تھے، حالانکہ وقوفِ عرفات حج کا رکن ہے اور وقوفِ عرفات کے بغیر حج ہی نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف قریش کے علاوہ سب لوگ عرفات جاتے، اور وہاں قیام کرنے کے بعد مزدلفہ لوٹتے۔

صدر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی حکم کو بیان فرمایا ہے کہ سب لوگ نویں ذوالحجہ کو عرفات میں قیام کریں اور وہاں سے مزدلفہ واپس ہوں۔ تفسیراتِ احمدیہ۔12

نویں ذوالحجہ کو عرفات میں ذکر اور تلبیہ میں مشغول رہنا چاہیئے

1/3619۔ محمد بن ابی بکر ثقفی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے انہوں نے دریافت کیا کہ جب کہ یہ دونوں (نویں ذوالحجہ کی صبح) منیٰ سے عرفات

جارہے تھے تو آپ حضرات آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کن مشاغل میں گذارتے تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نے جواب دیا کہ ہم میں سے کوئی لبیک پکارتا تو اس کو اس سے منع نہیں کیا جاتا اور ہم میں سے کوئی اللہ اکبر کہتا تو اس کو بھی اس سے روکا نہیں جاتا تھا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جمرۂ اولیٰ پر کنکریاں مارنے تک لبیک کہتے رہنا چاہیئے

ف: لمعات میں لکھا ہے کہ صدر کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نویں ذوالحجہ کو حاجی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے جب کہ اس نے احرام باندھنے کے بعد ایک یا دو مرتبہ لبیک پکار لیا ہو، البتہ فضیلت اس بات کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لبیک کہتا رہے۔اھ

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لبیک کو نویں ذوالحجہ کے صبح کے بعد ختم نہ کیا جائے جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لبیک کہنے کو دسویں ذوالحجہ کے دن پہلے جمرے پر کنکریاں مارنے کے بعد ختم کیا، اور یہی مذہب حنفی ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12

مِنیٰ، عرفات، مزدلفہ میں جہاں چاہیں ٹھہر سکتے ہیں

پہلی حدیث

2/3620۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے (مِنیٰ کے) اس مقام پر قربانی کی ہے (اور اس مقام کو منحرالنبی کہا جاتا تھا جو مسجد خیف کے قریب تھا) اور مِنیٰ کا پورا میدان قربانی کی جگہ ہے۔ اس لئے تم اپنے اپنے خیموں میں جہاں چاہے قربانی کر سکتے ہو۔ اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) (عرفہ کے دن) میں اس جگہ (یعنی جبل رحمت کے قریب سیاہ پتھروں کے پاس) ٹھہرا ہوں اور سارا میدان عرفات (وادی عرفہ کے سوا) ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مزدلفہ میں اس جگہ (یعنی مشعر حرام میں) میں نے شب گذاری کی ہے اور مزدلفہ کا پورا میدان (سوائے وادی محسّر کے) شب گذاری کی جگہ

ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ منٰی،عرفات اور مزدلفہ میں جہاں چاہیں حجاج کرام ٹھہر سکتے ہیں اور منٰی میں جہاں چاہیں قربانی دے سکتے ہیں لیکن افضل مقامات وہی ہیں جہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربانی کی اور قیام فرمایا۔12

دوسری حدیث

3/3621۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرفات کا پورا میدان (سوائے وادی عرفہ کے نویں ذوالحجہ کو حاجیوں کے) ٹھہرنے کی جگہ ہے اور منٰی کا پورا میدان (دسویں ذوالحجہ کو) قربانی کی جگہ ہے (کہ جہاں چاہو قربانی دے سکتے ہو) اور مزدلفہ کا پورا میدان (سوائے وادی محسّر کے (دسویں ذوالحجہ کو) شب گذاری کی جگہ ہے (جہاں چاہے ٹھہر سکتے ہیں اور جس راستہ سے چاہیں مکہ معظّمہ میں داخل ہو سکتے ہیں اور مکہ معظّمہ میں جہاں چاہیں قربانی دے سکتے ہیں۔اس کی روایت ابوداود اور دارمی نے کی ہے۔

مکہ معظّمہ میں مشرقی جانب سے داخل ہونا افضل ہے

ف(1): واضح ہو کہ مکہ معظّمہ میں جس راستہ سے چاہیں داخل ہو سکتے ہیں لیکن کداء نامی گھاٹی جو مکہ معظّمہ کے مشرقی جانب ہے اس طرف سے داخل ہونا افضل ہے اور جب کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہوں تو باب السلام سے داخل ہوں جو جانب مشرق واقع ہے۔مرقات اور عرف شذی۔12

حج کی قربانی منٰی میں افضل ہے اور دیگر قربانیاں اور دم حرم میں جہاں چاہیں دے سکتے ہیں

ف(2): واضح ہو کہ مکہ معظّمہ چوں کہ سرزمین حرم ہے اس لئے جہاں چاہیں قربانی دے سکتے ہیں لیکن حج کی قربانی کے لئے افضل یہ ہیکہ وہ منٰی میں دی جائے اور دیگر قربانیاں جیسے تمتع، نذر اور شکرانہ اور جنایات کی قربانیاں مکہ معظّمہ میں جہاں چاہیں دی جائیں تو جائز ہے مرقات اور اشعۃ اللمعات۔12

عرفات میں جہاں بھی ٹھہریں وقوف کی فرضیت ادا ہوجاتی ہے

خواہ وہ امام سے دور ہی کیوں نہ ہو

4/3622۔عَمر و بن عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ (جو تابعین میں سے ہیں) اپنے ماموں سے جن کا نام یزید بن شیبان رضی اللہ عنہٗ ہے (جو صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں، یزید بن شیبان فرماتے ہیں کہ ہم عرفات میں اس مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے، (جو زمانۂ جاہلیت میں ہمارے قبیلہ کے لئے مخصوص تھا اور یہ مقام امام سے بہت دور تھا تو راوی حدیث) عَمر و بن عبداللہ اس جگہ کو امیر حج کی جگہ سے بہت دور پا رہے تھے (انہوں نے اس دوری کو اپنے ماموں یزید بن شیبان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عرفات میں اسی جگہ جو دور تھی قیام کئے تھے اور چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قریب ہوجائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب ہمارے اس خیال کی اطلاع ملی تو آپ نے ہمارے اس اِشکال کو دور کرنے کے لئے ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہٗ کو ہمارے پاس بھیجا اور) ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہٗ ہمارے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ حضرات کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قاصد ہوں۔(اور یہ پیام لایا ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اِس وقت جہاں ٹھہرے ہوئے ہو وہیں ٹھہرے رہو (پورا میدانِ عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے) اور تم اپنے اس وقوف میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث یعنی سنت پر ہو (اس لئے امام سے دوری کے باوجود وقوفِ عرفات کی فرضیت ادا ہوجائے گی، اس لئے تم عرفات میں جہاں بھی ٹھہرے ہو، اس کو حقیر مت جانو)۔اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

وقوفِ عرفات کی فرضیت کا بیان

5/3623۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ قریش

اوران کے متبعین (نویں ذوالحجہ کو عرفات میں قیام کرنے کی بجائے صرف) مزدلفہ ہی میں ٹھہرتے (اس زعم میں کہ مزدلفہ حدود حرم میں داخل ہے اور عرفات خارج حرم ہے، اسی لئے خارجِ حرم قیام کو اپنی شان کے منافی سمجھتے تھے) اوراس کو بہادری اوراعزاز قرار دیتے تھے۔اس کے برخلاف سارے عرب قبائل (حسب دستورِقدیم نویں ذوالحجہ کو) عرفات میں قیام کرتے، جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ (قریش ہوں یا غیر قریش سب) آپ کے ساتھ عرفات آئیں (وہاں قیام کریں اورسب کے ساتھ) وہاں سے واپس ہوں، اوراللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:25، آیت نمبر:199) کا یہی مطلب ہے۔'' ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ '' (تم عرفات جاکر وہاں قیام کرواور وہاں سے سب کے ساتھ واپس ہو)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

امام کے لئے بلند مقام پر خطبہ دینے کا جواز

6/3624۔خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرفہ کے دن میدان عرفات میں اونٹ پر سوار لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا ہے اور آپ کے دونوں پیر رکاب میں تھے۔(تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ کے خطبہ کو اچھی طرح سن سکیں)۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ان کلمات کا بیان جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور انبیاء کرام نے عرفات کے دن پڑھا ہے

7/3625۔عَمْرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا (عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا کہ (فضیلت اور قبولیت کے اعتبار سے) بہترین دعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے، اور بہترین کلمات جن کو میں نے اور مجھ

سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام نے (عرفات میں) پڑھا ہے یہ ہیں ''**لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰــهُ وَحْـدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْيءٍ قَدِيْرٌ**''۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: مسوّیٰ میں مذکور ہے کہ مستحب یہ ہے کہ عرفات میں ذکر، تہلیل اور دعاؤں میں بے حد مشغول رہیں۔12

عرفہ کے دن بے شمار بندوں کو دوزخ سے رہائی ملتی ہے

8/3626۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں کو دوزخ سے اتنے زیادہ تعداد میں نجات دیتے ہیں کہ کسی اور دن اتنے زیادہ نجات نہیں دیتے (یعنی عرفہ کے دن بے شمار بندوں کو دوزخ سے رہائی اور مغفرت ملتی ہے) اور اللہ تعالیٰ (اس دن اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ) بندوں سے قریب ہوتے ہیں اور ان پر (یعنی عرفات میں حاضری دینے والوں پر) فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان بندوں (نے میرے لئے اپنے وطن اور گھر بار کو چھوڑا اور خود کو تھکایا اور مال خرچ کیا ہے اور یہاں جمع ہوئے ہیں اس سے ان) کا مقصود کیا ہے؟ (یہی وہ بندے جن پر تم نے اے فرشتو! طعنہ دیا تھا کہ یہ زمین پر فساد کریں گے دیکھو! یہ میری اطاعت میں کس طرح جمع ہیں، اور سوائے میری مغفرت کے ان کو اور کچھ درکار نہیں!)۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

عرفات کے دن اللہ کی رحمت اور مغفرت کو دیکھ کر شیطان ذلیل اور رسوا ہوتا ہے

9/3627۔طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کو عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن اتنا حقیر، ذلیل، پست اور

غضبناک نہیں دیکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان اس دن میدان عرفات میں اللہ تعالی کی رحمت کو نازل ہوتے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی مغفرت ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور غزوۂ بدر کے دن بھی شیطان کو اسی طرح (ذلیل، حقیر اور غضبناک) دیکھا گیا جب کہ اس نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے (اور اسی دن مسلمانوں کو فتح اور اسلام کو شوکت اور عزت حاصل ہوئی)۔

اس کی روایت امام مالک نے مرسلاً کی ہے اور شرح السنہ میں بھی اسی کے قریب قریب روایت ہے۔

عرفہ کے دن اللہ تعالی حجاج کرام پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں

10/3628۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور (میدان عرفات میں) جمع ہونے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں (اے فرشتو!) تم میرے بندوں کو دیکھو کہ وہ میری بارگاہ میں پراگندہ بال، گرد آلود چہروں میں دور دراز، تنگ اور کشادہ رستوں سے چل کر (یہاں حاضر ہیں اور تہلیل، تسبیح، ذکر اور تلبیہ کرتے ہوئے) مجھے پکار رہے ہیں (اے فرشتو!) تم گواہ رہو، میں نے ان سب کو بخش دیا (یہ سن کر) فرشتے عرض کرتے ہیں پروردگار! ان میں فلاں مرد اور فلاں عورت بھی ہے جو گنہگار ہے اور متہم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں (سنو!) میں نے (نیکیوں کے ساتھ) ان کو بھی بخش دیا (یہ فرما کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی اور دن دوزخ سے اتنے بندوں کو رہائی نہیں ملتی جتنے بندوں کو عرفہ کے دن دوزخ سے) رہائی ملتی ہے۔ اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

مزدلفہ میں حضورﷺ کو تمام امت کی مغفرت کی خوشخبری

11/3629 ۔عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے (دن) شام کے وقت اپنی امت (کے تمام گنہگاروں) کی بخشش کی (اللہ تعالی سے) دعا مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری دی گئی کہ میں نے آپ کی پوری امت کو بخش دیا ہے، سوائے ظالم کے (کیونکہ اس نے بندوں کے حقوق تلف کئے ہیں) اور میں اس سے مظلوم کے حقوق دلواؤں گا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوبارہ بارگاہ ربّ العزت میں) عرض کیا پروردگار آپ چاہیں تو مظلوم کو (اس کے حقوق کے بدلہ میں) جنت عطا فرما کر ظالم کو بخش دیں لیکن حضور کی یہ دعا عرفہ کی شام تک قبول نہ ہوئی۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ تشریف لائے (اور شب گذاری کے بعد) صبح پھر اسی دعا کو لوٹایا تو آپ کی (خواہش کے مطابق) یہ دعاء قبول کر لی گئی (یعنی ظالم کی مغفرت کی خوش خبری بھی آپ کو دیدی گئی) راوی کا بیان ہے کہ (قبولیت دعا کی خوش خبری سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس دئے یا مسکرائے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکراتے دیکھ کر) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں (یا رسول اللہ) معمولاً ایسے موقع پر آپ ہنسا نہیں کرتے، آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ اللہ تعالی آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور پوری امت کو بخش دیا ہے تو اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور واویلا کرتا ہوا بھاگ نکلا۔اس کی یہ پریشانی اور بدحواسی دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔اور بیہقی نے بھی کتاب البعثِ والنشور میں اس طرح روایت کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ–علی صاحبھا آلاف

صلوات- امت مرحومہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہیں گے اس کے حقوق العباد بھی معاف کروادیں گے لیکن شرک معاف نہیں ہوتا جیسا آیت شریفہ میں ارشاد ہے ”اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ“ (سورۂ نساء، پ:5، ع:18، آیت نمبر:116) (اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتے لیکن مشرک کے سوا جس کو چاہیں بخش دیتے ہیں) تو حقوق العباد شرک کے سوا ہیں، اس لئے ان کی بخشش کی امید ہے اس کی تائید میں بخاری کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ جو حج کرے اور (حج کے دوران) فساد اور گناہ نہ کرے تو وہ ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک وصاف تھا۔ اور اسی طرح مسلم کی بھی ایک مرفوع حدیث ہے کہ اسلام لانے سے (زمانۂ کفر کے) سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور ہجرت سے بھی (قبل ہجرت کے) سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور حج سے بھی (حج سے پہلے کے) سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ ان احادیث شریفہ کی وجہ سے فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے حج کی وجہ سے حقوق العباد کے معاف کردئے جانے کو ترجیح دی ہے اور شرح السیر الکبیر میں امام سرخسی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام صدر الشہید بھی اسی کے قائل ہیں۔ البتہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی اس بات پر اجماع ہے کہ کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ خواہ حقوق اللہ ہوں، جیسے ترک نماز اور ترک زکوٰۃ یعنے ان کو بہرصورت قضاء کرنا پڑے گا۔ ہاں حج کی وجہ سے تاخیر کا گناہ معاف ہوگا۔ جب حقوق اللہ کا یہ حال ہے تو حقوق العباد کیسے معاف ہوں گے اسی وجہ سے امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ کسی بندۂ مسلم کو اس دھوکہ میں نہ رہنا چاہئے کہ حج سے حقوق العباد بھی معاف ہوجاتے ہیں اس لئے کہ گناہ بدبختی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف بڑی جسارت اور بے باکی ہے۔ ہاں جس کسی کو حج مبرور اور مقبول نصیب ہوجائے تو اس کی مغفرت کی امید ہے لیکن وہ کون مرد خدا ہے جو یہ دعوی کرے کہ میرا حج مقبول ہے اگرچہ کہ وہ عالم باعمل ہو اور بڑا نیک وکار ہو، جب کہ یہ معلوم ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سارے انسانوں کا مقام خوف اور رجاء کے درمیان ہے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ گناہوں پر جرت نہ کریں اور حقوق العباد کے ضائع کرنے سے بچیں اور سابقہ گناہوں پر توبہ اور استغفار اور ان کی تلافی کی کوشش کرتے رہیں۔

یہ مضمون درمختار، ردالمختار، مرقات اور اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے۔12

(5/113) بَابُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ

(عرفات سے مزدلفہ کو اور مزدلفہ سے منی کو واپسی کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ، وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰئكُمْ ، وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ".

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:25، آیت نمبر:198، میں) پھر جب تم (وقوف عرفہ کے بعد) عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں آ کر شب کو قیام کرو اور) اللہ تعالی کے بتائے ہوئے طریقہ پر اللہ تعالی کو یاد کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم (ذکر کے اس طریقہ یعنی جمع بین المغرب والعشاء تلبیہ، تہلیل اور تکبیر وغیرہ سے) اس سے پہلے ناواقف تھے۔

واضح ہو کہ حجاج کرام نویں ذوالحجہ کو منی سے روانہ ہو کر عرفات میں ٹھیرتے ہیں، واپسی میں مزدلفہ پڑتا ہے۔ اس دسویں شب کو مزدلفہ میں گذارتے ہیں، یہاں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑتے ہیں اور مغرب وعشاء کا مزدلفہ میں جمع کرنا واجب ہے اور آیت مذکورہ میں اللہ تعالی کو یاد کرنے کا جو حکم وارد ہے اس میں یہ دونوں نمازیں داخل ہیں، یہ ذکر تو واجب ہے اور باقی اذکار مستحب ہیں۔ مشعر حرام اسی مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے۔ آیت شریفہ میں مشعر حرام کے پاس قیام اور ذکر کا جو بیان ہے اس سے سارا مزدلفہ مراد ہے جہاں حجاج کرام کو قیام کی اجازت ہے، سوائے وادی محسّر کے کہ اس میں قیام جائز نہیں۔12

عرفات سے واپس ہوتے وقت اطمینان اور سکون سے روانہ ہونا چاہئے

1/3630۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر نویں ذوالحجہ کو عرفات میں قیام کرنے کے بعد مزدلفہ کے لئے) عرفہ سے روانہ ہوئے اور آپ اطمینان اور وقار کے ساتھ چلے اور (اونٹ پر) آپ کے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں کو (جب کہ وہ اپنی سواریوں کو تیز ہانک رہے تھے) مخاطب کر کے ارشاد فرمائے اے لوگو! وقار اور اطمینان کے ساتھ چلو، اس لئے کہ (تیز دوڑانے کے لئے) گھوڑوں اور اونٹوں کو مارنا نیکی نہیں ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ صدر کی حدیث اور بعد میں آنے والی حدیثوں میں عرفات سے واپسی پر اطمینان اور وقار کے ساتھ روانگی کا جو حکم ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ واپسی پر اطمینان اور وقار کے ساتھ روانگی کا جو حکم ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ واپسی میں راستہ کشادہ ہو اور ہجوم کم ہو تو بغیر کسی کو تکلیف پہنچائے تیز سواری کو تیزی سے چلانا درست ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں چونکہ ایذا رسانی کے گناہ سے بچنے کا خیال ہی نہیں رہا ہے، اس لئے سواریوں کو تیز دوڑانا جس سے لازماً لوگوں کو تکلیف پہونچتی ہے ممنوع ہے۔ ردالمختار۔12

دوسری حدیث

2/3631۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ (عرفات سے مزدلفہ کو) روانہ ہوئے (اس موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پیچھے (جانوروں کو) تیز ہانکنے اور اونٹوں کو سختی سے مارنے کا شور سنا تو آپ نے اپنے چابک کو حرکت دے کر اشارہ کیا اور (لوگوں کو مخاطب کر کے) فرمایا اے لوگو! تم پر اطمینان اور سکون سے چلنا واجب ہے اور تیز دوڑانے (کے لئے جانوروں کو مارنا) نیکی نہیں ہے۔ اس کی روایت

بخاری نے کی ہے۔

وادی محسّر سے تیز گذرنے کا بیان

3/3632۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مزدلفہ سے (جب منی کے لئے) روانہ ہوئے تو آپ وقار اور متانت سے چلے اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی سکون اور اطمینان سے چلیں البتہ (جب آپ وادی محسّر میں جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا تو) وادی محسّر سے تیزی سے گذر گئے اور (جب منی میں پہونچے تو) لوگوں کو حکم دیا کہ چنے برابر کنکریوں سے رمی کریں اور آپ نے یہ بھی ارشادفرمایا (مناسک حج کو اچھی طرح سمجھ لو اور دریافت کرلو) شائد کہ آئندہ سال میں تم کو نہ دیکھ سکوں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دسویں ذوالحجہ کو پہلی کنکری مارنے تک لبیک کہتے رہنا چاہئے

4/3633۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ (اپنے بھائی) فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فضل (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے جب لوگ (وقوفِ عرفات کے بعد، مزدلفہ جاتے ہوئے) شام کے وقت اور مزدلفہ میں قیام کے بعد صبح (مِنٰی کے لئے) روانہ ہونے لگے (تو تیز دوڑانے کے لئے سواریوں کو ماررہے تھے اور آوازیں بلند کررہے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سواری روک دی اور ارشاد فرمایا (تیزی مت کرو) بلکہ سکون اور اطمینان سے چلو، یہاں تک کہ آپ وادی محسّر میں داخل ہوگئے اور آپ نے ارشادفرمایا یہاں سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چن لوتا کہ ان سے جمرہ پر رمی کرسکو۔راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دسویں ذوالحجہ کو جمرۂ اولیٰ پر پہلی) کنکری مارنے تک لبیک فرماتے رہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

5/3634۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمرۂ (اولیٰ) پہونچنے تک لبیک فرماتے رہے۔

6/3635۔اور بیہقی کی روایت میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (احرام باندھنے کے بعد) لبیک فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرۂ عقبہ (یعنی اولیٰ) پر (دسویں ذوالحجہ کے دن) پہلی کنکری ماری (اور پہلی کنکری مارنے کے بعد آپ نے لبیک فرمانا بند کردیا۔

رمی جمار کے لئے کنکریاں جمع کرنے کا بیان

ف: واضح ہو کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ مزدلفہ میں قیام کے بعد جب منیٰ کو روانہ ہوں تو رمی جمار کے لئے مزدلفہ سے یا راستہ سے کنکریاں لیتے چلیں البتہ یہ کنکریاں کسی بڑے پتھر کو توڑ کر نہ بنانا چاہئے اور مستعملہ یعنی رمی کئے ہوئے کنکریوں سے بھی رمی کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کنکریوں کی پاکی میں شبہ ہو تو ان کو دھولینا چاہئے۔12

عمرہ ادا کرنے والا حجر اسود کو بوسہ دینے تک لبیک کہتا رہے

پہلی حدیث

7/3636۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھنے والا (احرام باندھنے کے بعد) حجر اسود کو بوسہ دینے تک لبیک کہتا رہے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/3637۔عطاء رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ (کا احرام باندھنے کے بعد طواف) میں حجر اسود کو جب بوسہ دیتے تو تلبیہ کہنا بند فرمادیتے تھے۔اس کی روایت

ترمذی نے کی ہے۔اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ہی اقامت سے پڑھنا مسنون ہے

9/3638۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ادا فرمایا۔مغرب کی نماز تین رکعتیں ادا فرمائیں اور عشاء کی نماز (بطور قصر) دو رکعتیں ادا فرمائیں اور (ان دونوں نمازوں کو ایک اذاں اور) ایک ہی اقامت سے ادا فرمایا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مسافر کو مزدلفہ میں نماز عشاء قصر کرنا چاہیئے

10/3639۔ابن شہاب رحمہ اللہ،عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ نے ابن شہاب سے بیان کیا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ (اس طرح ادا فرمائیں کہ ان دو فرض نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہیں پڑھی، اور مغرب کی نماز تین رکعتیں اور عشاء کی نماز (مسافر ہونے کی وجہ سے قصر کرکے) دو رکعتیں ادا فرمائیں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی (اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں) مزدلفہ میں ایسا ہی (دونوں نمازوں کو ایک ساتھ) پڑھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی سے جا ملے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مزدلفہ میں نماز فجر صبح صادق ہوتے ہی اوّل وقت پڑھنا چاہیئے

11/3640۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز اس کے مقررہ وقت پر ادا فرماتے تھے خواہ سفر ہو یا حضر اس لئے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہر نماز اس کے وقت پر ادا فرماتے تھے سوائے

مزدلفہ میں مغرب اورعشاء کے، (آپ ان دونوں نمازوں کوایک ساتھ ادافرمائے ہیں اورمغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا ہے) اور (مزدلفہ ہی میں میں نے آپ کو دیکھا کہ) آپؐ نے نماز فجر (وقت شروع ہوتے ہی اندھیرے میں) ادافرمائی اور یہ آپ کے روزمرہ کے معمول کے وقت سے پہلے تھا (یعنی آپ روزانہ فجر کی نماز اسفار یعنی روشنی ہونے کے بعد ادا فرماتے لیکن اس روز اندھیرے میں فجر کا وقت شروع ہوتے ہی ادافرمایا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

12/3641۔اورمسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نماز فجر اندھیرے میں اس کے معمولاً وقت (یعنی اسفار) سے پہلے ادافرمائی ہے۔

13/3642۔اور بخاری اورمسلم نے بالاتفاق یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں (یعنی مغرب اورعشاء) ایک ساتھ ادافرمائی ہیں اورنماز فجر کوصبح صادق شروع ہوتے ہی (اندھیرے میں) ادافرمایاہے۔

مسجد نمرہ میں ظہراورعصرکو جماعت کے ساتھ ملاکر پڑھنامسنون ہے

14/3643۔ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے مجھ سے بیان کیا کہ حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ (نویں ذوالحجہ کو) عرفہ کے دن ہم وقوف عرفات کے موقع پر (ظہراورعصرکو) کس طرح ادا کریں، یہ اس سال کا واقعہ ہے جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا تھا (اس وقت سالم اپنے والد حضرت ابن عمر کے ساتھ تھے) سالم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (یہ سن کر حجاج سے) میں نے کہا اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پرعمل کرنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن ظہراورعصرکو (زوال کے بعد) اول وقت ملاکرادا کر (حضرت سالم کے اس جواب کوسن کران

کے والد) حضرت ابن عمر نے فرمایا سالم نے سچ کہا ہے (اور حجاج جیسے ظالم کے روبرو کلمۂ حق کہہ کر اس کے ظلم سے صحیح وسالم رہا اور اس کی ماں نے اس کا نام جو سالم رکھا وہ درست ہے) کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ظہر اور عصر کو (باجماعت عرفات میں) ملا کر ادا کرتے تھے۔ ابن شہاب کہتے ہیں (یہ سن کر) میں نے حضرت سالم سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی عمل تھا (کہ آپ یہاں ظہر اور عصر کو ملا کر ادا فرمائے ہیں؟) تو حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ صحابہ کرام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی کرتے ہیں (اور اسی اتباع نبوی میں عرفات میں ظہر اور عصر کو باجماعت ایک ساتھ اول وقت ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کرتے تھے)۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنے کی وجہ اور اس کی تفصیل

ف(1): واضح ہو کہ عرفات میں عرفہ کے دن ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا اس دن کی خصوصیت ہے اور یہ جمع بین الظہر والعصر مسافرت کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم مقیم تھے اور مقیم ہونے کے باوجود انہوں نے عرفات میں عرفہ کے دن ظہر اور عصر کو حجاج کے ساتھ ملا کر ادا فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جمع بین الصلاتین جمع نُسُکِی یعنی منجملہ مناسک حج کے ہے، جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔ 12

عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنے کے شرائط

ف(2): واضح ہو کہ عرفہ کے دن عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر ادا کرنے کے کئی شرائط ہیں:۔

(1) ایک یہ کہ خلیفۂ وقت یا خلیفہ کا نائب امامت کرے ورنہ سارے حجاج اپنی اپنی جگہ ظہر اور عصر کو اس کے وقت پر ادا کریں اس لئے کہ پورے میدان عرفات میں سوائے وادی عرفہ کے ٹھیرنا درست ہے۔ اور اگر کوئی شخص تنہا ظہر پڑھے تو وہ عصر بھی تنہا ہی ادا کرے۔

(2) دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں نمازوں کی ادائی کے وقت حج کا احرام ہو۔

(3) تیسری شرط یہ ہے کہ عرفہ کا دن ہو، اور عرفات کا میدان ہو۔

(4) چوتھی شرط یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہو۔ جس کا امام خلیفہ یا اس کا نائب ہو۔

(5) پانچویں شرط یہ ہے کہ زوال کے بعد پہلے ظہر پڑھی جائے اور پھر نماز عصر۔ درمختار فتاویٰ عالمگیری اور ردالمحتار میں مذکور ہے کہ آج کل مذکورہ شرائط مسجد نمرہ میں ہوتی ہیں۔12

عذر ہو تو مزدلفہ سے رات ہی میں روانہ ہو سکتے ہیں

15/3644۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا کہ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ کی رات اپنے اہل بیت کے ضعیف لوگوں یعنی بچوں اور عورتوں کو مِنٰی روانہ فرما دیا تھا۔ تا کہ یہ حضرات سورج نکلنے کے بعد ہی اول وقت رمی جمار سے فارغ ہو جائیں اور اژدھام سے محفوظ رہیں۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بغیر عذر کے رات میں مزدلفہ سے روانہ ہوں تو دم لازم آئے گا

ف: فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر مناسک حج میں سے کوئی واجب عذر کی بناء پر ترک ہو جائے تو اس سے دم لازم نہیں آتا جیسا کہ صدر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات ہی میں بچوں اور عورتوں کو مِنٰی روانہ فرما دیا اور ان پر دم بھی نہیں واجب کیا۔ البتہ بغیر عذر کے کوئی رات ہی میں مزدلفہ سے روانہ ہو جائے تو اس پر دم لازم آئے گا۔ اس لئے کہ وقوفِ مزدلفہ کا وقت صبح صادق کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔12

رمی جمار طلوع آفتاب کے بعد کرنا چاہئے: پہلی حدیث

16/3645۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) حکم دیا تھا کہ عورتوں اور سامان کو مزدلفہ سے صبح صادق کے ساتھ ہی تاریکی میں روانہ کر دیا جائے لیکن وہ رمی جمار طلوعِ آفتاب کے بعد ہی کریں۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

17/3646۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (وہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ کی رات بنوعبدالمطلب کے بچوں کو پہلے روانہ کردیا اور ہم گدھوں پر سوار تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ازراہ شفقت) ہماری رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا اے میرے بچو! سورج نکلنے سے پہلے جمرہ پر کنکریاں نہ مارو۔اس کی روایت ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

18/3647۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیت کے ضعیف لوگوں کو (جن میں بچے اور عورتیں تھے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ سے مِنٰی کو) اندھیرے میں روانہ فرمادیئے اور ان کو یہ حکم دیئے کہ سورج نکلنے تک جمرات پر کنکریاں نہ ماریں۔اس کی روایت ابوداؤد اور اصحاب سنن نے کی ہے اور بخاری نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

رمی جمار کے اوقات

ف: واضح ہو کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو رمی کے چار اوقات ہیں:

(1) مکروہ (2) مسنون

(3) مباح (4) ممنوع

صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک کنکریاں مارنا مکروہ ہے،اور طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک مسنون ہے اور زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک مباح یعنی جائز ہے اور اگر کسی نے رات میں یعنی صبح صادق سے پہلے کنکریاں ماریں تو درست نہیں اس کو دن میں لوٹانا پڑے گا۔

اب رہا گیارہ اور بارہ ذوالحجہ،تو رمی کے اوقات تین ہیں:

(1)مسنون(2) مکروہ(3) ممنوع۔

(1)زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مسنون ہے۔

(2)غروب آفتاب سے صبح صادق تک مکروہ ہے۔

(3)طلوع آفتاب سے زوال تک ممنوع ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ دسویں ذوالحجہ کو صرف جمرۂ کبریٰ پر سات سات کنکریاں مارنا واجب ہے اور بقیہ دو دنوں یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

حج میں عرفہ اور مزدلفہ کا قیام ضروری ہے

19/3648۔عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایسے وقت پہونچا کہ آپ مزدلفہ میں قیام فرمائے ہوئے تھے (اور نماز کے لئے نکل رہے تھے میں نے عرض کیا کہ دور دراز سے یعنی طی کی پہاڑیوں سے اس وقت مزدلفہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کیا میرا حج ہوا یا نہیں؟) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہاں (مزدلفہ میں) نماز ادا کی اور پھر ہمارے ساتھ وقوف کیا اور اس سے پہلے (نویں ذوالحجہ کو) رات میں یا دن میں (زوال کے بعد سے لے کر دسویں کی صبح صادق تک) عرفات میں تھوڑا سا قیام بھی کرلے تو اس کا حج ادا ہوجائے گا۔

(اس سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ فرض ہے اور وقوف مزدلفہ واجب ہے) اس حدیث کی روایت نسائی نے اصحاب سنن، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث تمام ائمہ حدیث کے شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

عرفات اور مزدلفہ سے روانگی کے مسنون اوقات

20/3649۔محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ لوگ ایام جاہلیت میں عرفات سے

اس وقت نکلتے تھے جب کہ سورج غروب ہونے سے پہلے ان کے سروں پر عماموں کی طرح دکھائی دیتا تھا (یعنی سورج کا کچھ حصہ غروب ہوتا اور کچھ باہر رہتا تھا) اور مزدلفہ سے بھی ایسے وقت روانہ ہوتے جب کہ سورج نکلتا رہتا اور ان کے چہروں پر عماموں کی طرح دکھائی دینے لگتا۔ اس کے بر خلاف ہم عرفات سے ایسے وقت نکلتے ہیں جب کہ سورج ڈوب چکا ہو، اور مزدلفہ سے اس وقت نکلتے ہیں جب کہ سورج نکلا نہ ہو (یعنی نماز فجر کو اول وقت ادا کرتے ہی نماز کے بعد اسفار میں مزدلفہ سے روانہ ہوتے ہیں) اور ہمارا یہ طریقہ بت پرستوں اور مشرکین کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

عرفات سے واپسی میں مزدلفہ تک کہیں قیام نہیں کرنا چاہیے

21/3650۔ یعقوب بن عاصم بن عروہ رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے شرید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں (حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے مزدلفہ کو واپسی تک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عرفات سے) مزدلفہ کو سواری کی حالت میں پہونچے اور کہیں بھی آپ پیدل نہیں چلے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات سے مزدلفہ تک پوری مسافت سواری پر طے فرمائی اور راستہ میں کہیں قیام نہیں فرمایا۔ حتّٰی کہ نماز مغرب بھی راستہ میں نہیں پڑھی۔ اب رہا بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا اور وضوء فرمایا۔ اس حدیث کے معارض نہیں اس لئے کہ ضرورۃً راستہ میں کہیں رک جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ کہیں قیام نہ کیا جائے جیسا کہ بذل المجہود میں مذکور ہے۔12

(6/114) بَابُ رَمْیِ الْجِمَارِ

(اس باب میں جَمرات پر کنکریاں مارنے کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:" فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ، لِمَنِ اتَّقٰی " اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ،پ:2،ع:25،آیت نمبر:203، میں) پھر جو شخص (حجرات پر کنکریاں مار کر دسویں تاریخ کے بعد) دو دن میں (مکہ معظّمہ کو واپس ہونے میں) جلدی کرے۔اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کرے (یعنی مکہ معظّمہ تیرھویں کو آئے)اس پر بھی (اس تاخیر کا) کوئی گناہ نہیں (یہ سب باتیں)اس شخص کے لئے ہیں جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہو۔

ف: واضح ہو کہ منی میں حجاج کرام عرفات سے واپسی کے بعد دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے کے لئے قیام کرتے ہیں۔آیت صدر میں پہلے دودنوں میں جلدی کرنے کا جو ذکر ہے اس سے گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کا قیام مراد ہے اور تاخیر کا جو ذکر ہے اس سے مراد تیرھویں ذوالحجہ کا قیام ہے اوراس میں کوئی گناہ نہیں ہے دسویں ذوالحجہ کو صرف پہلے جمرہ پر طلوع آفتاب کے بعد سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں میں سے ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور اگر کوئی شخص تیرھویں ذوالحجہ کی صبح تک رہ جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ طلوع آفتاب کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مار کر مکہ معظّمہ روانہ ہو۔

دسویں ذوالحجہ کو جمرۂ اولیٰ پر رمی کرنے کا بیان

1/3651۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قربانی کے دن یعنے دسویں ذوالحجہ کو (جمرۂ

اولی پر) سواری کی حالت میں کنکریاں مار رہے تھے اور (کنکریاں مارنے کے بعد) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تم لوگ حج کے مناسک مجھے دیکھ کر سیکھ لو شائد کہ اس حج کے بعد میں پھر حج نہ کرسکوں۔
اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

پیدل رمی کرنا افضل ہے

واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری کی حالت میں جو رمی فرمائی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو صحابہ دیکھ سکیں اور رمی کے طریقہ کو آپ سے سیکھ لیں ظہیر یہ میں پیدل رمی کرنے کو مطلقاً مستحب قرار دیا ہے اس لئے کہ اس میں تواضع خشوع اور انکساری زیادہ ہوتی ہے جو عبادت میں مقصود ہے اور ظہیریہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس زمانہ میں پیدل رمی کرنا افضل ہے، اس لئے کہ عامتہ المسلمین پیدل رمی کرتے ہیں اور سب پیدل رمی کریں تو ایذاء اور تکلیف کا اندیشہ نہیں رہتا۔ چنانچہ اشعتہ اللمعات میں لکھا ہے کہ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف دسویں ذوالحجہ کو بغرض تعلیم سواری پر رمی فرمائی اور بقیہ دنوں میں پیدل رمی فرمائی۔12

رمی کے وقت لوگوں کو ایذاء پہنچانا ممنوع ہے

2/3652۔ قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (حجتہ الوداع کے موقع پر) دسویں ذوالحجہ کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ وسفید اونٹنی پر سوار جمرۂ اولی پر کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے (لوگوں کو راستہ سے ہٹانے کے لئے) نہ تو لوگوں کو کوئی مار رہا تھا اور نہ ہٹا رہا تھا اور نہ ہٹو بچو کہا جارہا تھا (جیسا کہ عام طور پر امراء اور بادشاہوں کے لئے اہتمام کیا جاتا ہے)۔ اس حدیث کی روایت امام شافعی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادتوں کے موقع پر کسی فرد کے لئے ایسا اہتمام جس سے اس کی بڑائی ظاہر ہوتی ہو اور لوگوں کو ایذاء پہونچتی ہو ممنوع ہے۔12

رمی جمار کیسی کنکریوں سے کرنا چاہئے

3/3653۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چنے کے دانوں کے برابر چھوٹی کنکریوں سے جمرہ پر رمی کرتے دیکھا ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ رمی جمار کے موقع پر چنے کے دانے کے برابر کنکریوں سے رمی کرنا چاہئے۔ اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی کنکریوں سے رمی کرنا مکروہ ہے۔12

جمرات پر رمی کے اوقات

4/3654۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں ذوالحجہ کو جمرۂ اولی پر چاشت کے وقت یعنی دن چڑھے رمی فرمائی اور اس کے بعد کے دنوں میں آپ نے (تینوں جمرات پر) زوال آفتاب کے بعد رمی فرمائی۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

5/3655۔ اور بیہقی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے کہ تیرھویں ذوالحجہ کو (اگر کوئی شخص صبح صادق تک ٹھیر جائے تو) اس کے لئے آفتاب بلند ہونے کے بعد اس دن بھی (تینوں جمرات پر) رمی کرنا درست ہے اور وہ (منی سے) واپس ہوسکتا ہے۔

رمی جمار کا طریقہ اور کنکریوں کی تعداد

6/3656۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (عبدالرحمٰن بن یزید) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (دسویں ذوالحجہ کو) جمرۂ کبری پر رمی کے لئے پہونچے تو (رمی کرتے وقت اس طرح کھڑے رہے کہ) بیت اللہ شریف آپ کے بائیں جانب تھا اور منیٰ سیدھے جانب (اور جمرہ سامنے تھا) پھر آپ نے جمرے پر سات کنکریاں ماریں اور کنکری کے پھینکتے وقت آپ اللہ

اکبر فرمارہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا (میرا یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہے) کیونکہ آپ نے بھی اسی طرح رمی فرمائی ہے۔اور یہ وہی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی (جس میں مناسک حج تفصیلا مذکور ہیں)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

رمی جمار کے وقت کی ایک مسنون دعاء

ف: واضح ہو کہ مرقات میں علامہ سیوطی کی درمنشور کے حوالہ سے بیہقی کی سنن سے یہ روایت مذکور ہے کہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے ہر کنکری پھینکتے وقت اس طرح دعا فرمائی:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا، وَذَنْبًا مَّغْفُوْرًا، وَ عَمَلاً مَّشْكُوْرًا"۔ اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے۔اے اللہ! میرے حج کو قبول فرما۔اور مرے گناہوں کو بخش دے۔اور مرے عمل کو مقبول فرما۔

حضرت سالم نے فرمایا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر کنکری پھینکتے وقت اسی طرح دعا فرمایا کرتے تھے۔12

مناسک میں طاق عدد کی فضیلت

7/3657۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ استنجاء کے لئے طاق عدد ڈھیلے لینے چاہئے اور اسی طرح رمی جمار بھی طاق ہونا چاہئے (یعنی ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارنا چاہئے) اور اسی طرح صفاومروہ کے درمیان دوڑنا بھی طاق ہے (یعنی سات چکر کرنا چاہئے) اور طواف کعبہ بھی طاق ہے (یعنی بیت اللہ شریف کے گرد سات مرتبہ چکر لگانا چاہئے اور جب تم میں سے کوئی استنجاء کے لئے ڈھیلے لے تو اس کو چاہئے کہ طاق عدد میں لے (یعنی حسب ضرورت تین یا پانچ یا سات لے)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

رمی جمار اور سعی اللہ کی یاد کے لئے قائم کئے گئے ہیں

8/3658۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمی جمار اور صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا اللہ تعالی کی یاد (اور دعاء) کے لئے مقرر کئے گئے ہیں (اس لئے ہر کنکری کے پھینکتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہئے اور ہر سعی کے وقت دعاء کرنا چاہئے)۔

اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

پہلے اور دوسرے جمرہ پر رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا مستحب ہے

9/3659۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (دسویں ذوالحجہ کے بعد والے دنوں میں) جمرۂ اولی اور جمرۂ وسطی پر رمی کے بعد بہت دیر تک ٹھیرتے اور تکبیر، تسبیح، اور تحمید فرماتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے (اتنی دیر ٹھیرتے جتنی دیر سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اور چونکہ جمرہ عقبہ کے بعد رمی نہیں ہے اس لئے) جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد وہاں نہیں ٹھیرتے (اس لئے کہ جس رمی کے بعد رمی نہیں ہے وہاں ٹھیرنا اور دعا کرنا مستحب نہیں ہے۔اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

10/3660۔اور بخاری نے بھی مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے۔

11/3661۔اور ابوداؤد کی روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دسویں ذوالحجہ کو طواف زیارت کے بعد مکہ معظّمہ سے پھر منٰی واپس تشریف لائے اور) منٰی میں ایام تشریق کے دنوں میں قیام فرمائے اور (گیارہ و بارہ ذوالحجہ کو) آفتاب ڈھلنے کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ ہر کنکری کے پھینکتے وقت اللہ اکبر فرماتے تھے اور پہلے اور دوسرے جمرہ پر رمی کے

بعد ٹھیر جاتے اور دیر تک ٹھیرتے اور گڑ گڑا کر دعاء فرماتے اور تیسرے جمرہ عقبہ پر رمی فرماتے تو رمی کے بعد وہاں نہ ٹھیرتے (اس لئے کہ یہ آخری جمرہ ہے اور اس کے بعد کوئی رمی نہیں ہے)۔

منیٰ مناسک کے ادائی کی جگہ ہے یہاں عمارتیں نہ بنی چاہئے

12/3662۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا منٰی میں آپ کے قیام کے لئے کوئی سایہ دار عمارت نہ بنادیں تو آپ نے ارشاد فرمایا نہیں منٰی تو (ادائی مناسک کی جگہ ہے اور) اس شخص کے اونٹ بٹھانے یعنی قیام کرنے کی جگہ ہے جو یہاں پہلے پہونچے۔

اس کی روایت ترمذی،ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

حرم کی زمین وقف ہے اس کا کوئی مالک نہیں

ف: صاحب مرقات نے طیبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ منٰی ادائی مناسک یعنی رمی، ذبح،حلق وغیرہ عبادتوں کے ادا کرنے کی جگہ ہے اگر یہاں عمارتیں بنائی جائیں تو حجاج کو ادائی مناسک میں دشواری ہوگی اور سڑکوں اور بازاروں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہاں رہنے کے لئے مکانات نہ بنائے جائیں اور امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حرم کی زمین وقف ہے اس لئے کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔اور جب کوئی مالک نہیں ہوسکتا تو تعمیر کیسے کرسکتا ہے۔12

(7/115) بَابُ الْهَدْيِ

(حج کی قربانی اورقربانی کے جانوروں کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ"اوراللہ تعالی کاارشادہے:(سورۂ مائدہ،پ:6،ع:1،آیت نمبر:1،میں) اے ایمان والو! اللہ تعالی کے (دین کی) نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو (مناسک حج کو پوری تعظیم اوراہتمام کے ساتھ ادا کرواور حدودحرم اوراحرام کی حالت میں شکار نہ کرو) اورحرمت والے مہینوں (کی بھی بےادبی نہ کروکہ اس میں کافروں سےلڑنےلگو) اورقربانی کے جانوروں سے تعرض نہ کرو (یعنے غصب نہ کرو، راستہ نہ روکواس لئے کہ یہ حرم میں ذبح ہونے والے جانور ہیں) اورنہ ان جانوروں کوایذا پہونچاؤ جن کے گلوں میں پٹے پڑے ہوئے ہیں (کہ یہ حرم میں قربانی کے لئے خاص کردیئے گئے ہیں)

وَقَوْلُهٗ :" وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ، فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ، فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ، كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ، كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ، وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ". اوراللہ تعالی کاارشادہے:(سورۂ حج،پ:17،ع:5،آیت نمبر:36/37،میں) ہم نے (قربانی کے) اونٹ اورگائے (اوربھیڑ وبکری) کواللہ تعالی (کے دین) کی یادگار بنایاہے،ان جانوروں میں تمہارے لئے کئی فائدے ہیں (دنیوی فائدہ یہ ہے کہ تم

ذبح کر کے کھاتے اور کھلاتے ہو اور اُخروی فائدہ یہ ہے کہ اس سے تم کو ثواب بھی ملے گا) جب تم (ذبح کے لئے ان اونٹوں کو) کھڑا کرو تو (ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر (ذبح کرو) جب وہ کسی کروٹ گر پڑیں اور ٹھنڈے ہو جائیں تو ان کو تم بھی کھاؤ اور (محتاج کو) خواہ وہ مانگنے والا ہو یا نہ مانگنے والا ہو، ان کو کھلاؤ اور ہم نے ان جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا ہے (کہ تم اپنے ضعف اور ان کی قوت کے باوجود ان کے ذبح پر قادر ہوئے) تا کہ تم اس پر اللہ تعالی کا شکرادا کرو (خوب یادرکھو کہ) اللہ تعالی کو ان قربانیوں کا نہ گوشت پہونچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس کے پاس تمہارا تقوی پہونچتا ہے (اس لئے اخلاصِ نیت سے محض اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے قربانی کرنا چاہیئے) اللہ تعالی نے ان جانوروں کو اس لئے تمہارے تابع کیا ہے تا کہ تم (ان کو اللہ کی راہ میں قربانی دے کر) اللہ تعالی کی بڑائی اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر کرو (کہ اس نے تم کو قربانی اور دیگر مناسک کی توفیق عطا فرمائی) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خلوص نیت کے ساتھ ان مناسک کے ادا کرنے والوں کو (مغفرت اور ثواب کی) خوش خبری سنا دیجئے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی دینے کا بیان

1/3663۔ 2/3664۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے سال (6ھ ہجری میں جب کہ صلح حدیبیہ ہوئی اور آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو) قربانی کے جانوروں میں ابوجہل کا اونٹ بھی ساتھ لے گئے (یہ وہی اونٹ تھا جو غزوۂ بدر کے موقع پر مال غنیمت میں حاصل ہوا تھا) اس کی ناک میں سونے کی نتھنی تھی (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کو قربانی کے لئے اس لئے ساتھ لائے تا کہ مشرکین اس کو (ذبح ہوتے ہوئے) دیکھ کر جلیں (کہ ان کے سردار کا اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ ذبح ہو رہا ہے)۔اس حدیث کی روایت ابودود نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قربانیاں دی ہیں
وہ نفل اور شکرانہ میں دی گئیں، اس لئے کہ عمرہ میں قربانی واجب نہیں ہے۔
مرقات، اشعۃ اللمعات۔12

قربانی کے اونٹ کو نشان لگانے کے لئے ہلکا زخم کرنا

3/3665۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ پر (جو اہل مدینہ منورہ کی میقات ہے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور اس اونٹنی کو طلب فرمایا (جس کو آپ بطور ہدی قربانی کے لئے لے جانا چاہتے تھے) پھر آپ نے اس اونٹنی کے کوہان کے سیدھی جانب کنارے پر (بطور نشانی کے) زخم لگایا (تاکہ لوگ تعرض نہ کریں، اور اس کو ایذا نہ پہونچائیں) اور (زخم کو صاف کیا اور) خون کو پونچھ دیا اور اس کے گلے میں دو نعلین بطور ہار کے ڈالے (تاکہ یہ اور اونٹنیوں میں ممتاز رہے اور پہچانی جا سکے) اور پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب اونٹنی آپ کو (ذوالحلیفہ سے لے کر) مقام بیداء میں پہونچی تو آپ نے حج کے لئے لبیک فرمایا۔

اس کی رویت مسلم نے کی ہے۔

4/3666۔اور بخاری و مسلم کی متفقہ روایت میں انس رضی اللہ عنہٗ سے اس طرح مروی ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حجۃ الوداع کے وقت قِران کی نیت سے) حج اور عمرہ کا ایک ساتھ اس طرح تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ فرمارہے تھے ''لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَحَجًّا'' (اے اللہ! میں عمرہ اور حج کے لئے حاضر ہوں)

5/3667۔اور ابویعلی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (قربانی کی) اونٹنی کے کوہان کے بائیں جانب اِشعار کیا یعنی (ہلکا

سا) زخم لگایا (تا کہ نشان رہے) پھر (اس زخم کے) خون کو اپنی مبارک انگلی سے پونچھ کر صاف فرمایا۔

ہدی کو ساتھ رکھنے، اس کے اِشعار اور نحر کرنے کی تفصیل

6/3668۔ نافع رحمہ اللہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (جب حضرت ابن عمر حج کے لئے روانہ ہوتے تو) وہ مدینہ منورہ سے ہی ہدیٰ یعنی قربانی کے جانور کو ساتھ لے لیتے اور جب ذوالحلیفہ پر (جو اہل مدینہ کی میقات ہے) پہونچتے تو ہدی کے گلے میں (بطور نشانی) نعلین ڈالتے اور اس کے کوہان کو اِشعار کرتے یعنی ہلکا سا زخم لگاتے اور اس موقع پر پہلے نعلین گلے میں ڈالتے پھر اشعار کرتے اور یہ دونوں کام ایک ہی جگہ کرتے اور اس وقت قبلہ رو ہوکر (پہلے) نعلین جانور کے گلے میں ڈالتے اور پھر اس کے کوہان کے بائیں جانب اِشعار کرتے پھر اس ہدی کو اپنے ہمراہ رکھتے یہاں تک کہ اور لوگوں کے ساتھ مقام عرفات میں وقوف کرتے پھر جب لوگ (عرفات سے مزدلفہ) روانہ ہوتے تو ہدی بھی ان کے ساتھ ہی رہتی۔ پھر جب دسویں ذوالحجہ کی صبح مِنیٰ پہونچتے تو (رمی کے بعد) حلق یا قصر سے پہلے اس جانور کو ذبح کرتے اور اس جانور کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے۔ ان جانوروں کو (نحر کرنے کے لئے) کھڑے کرتے تو ان کو قبلہ رخ کھڑا (کرکے نحر) کرتے اور (ان جانوروں کے گوشت کو) خود بھی کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

اِشعار کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا چاہیئے

7/3669۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (جب حج کے لئے تشریف لے جاتے اور ہدی ساتھ ہوتی تو) اپنی اونٹنی کے کوہان کے بائیں جانب ہی اِشعار فرماتے البتہ اگر کوہان (کا بایاں جانب) اس قابل نہ ہوتا اور اس میں دشواری ہوتی اور بائیں طرف

اِشعار ممکن نہ ہوتا تو (کوہان کے) سیدھے جانب اِشعار فرماتے اور جب اِشعار کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کو قبلہ رو کرتے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر اپنے ہاتھ سے اِشعار کرتے (پھر جب نحر کا وقت آ تا تو) اونٹنی کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کرتے۔اس کی روایت امام محمد نے اپنی موطا میں کی ہے۔

ایک گائے کی قربانی ایک شخص کی طرف سے بھی دی جاسکتی ہے

8/3670۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) دسویں ذوالحجہ کے دن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح فرمائی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اونٹ یا گائے کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور چاہیں تو صرف ایک آدمی کی طرف سے بھی ایک گائے یا اونٹ کی قربانی دی جاسکتی ہے، البتہ قربانی غیر کی طرف سے دی جارہی ہو تو اس سے اجازت کے بغیر نہ دی جائے۔ مرقات اور اشعۃ اللمعات اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر گائے یا اونٹ کی قربانی ایک شخص کی طرف سے دی جائے تو پوری گائے یا اونٹ کی قربانی ایک ہی کی طرف سے ہوگی۔12

گائے یا اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کی جائے

9/3671۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (جب عمرہ کے لئے آئے اور ہم کو عمرہ سے روک دیا گیا تھا تو اس وقت ہم نے اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے اور اسی طرح گائے کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے ادا کی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

غیر حاجی کے ہدی روانہ کرنے سے کوئی حلال چیز اس پر حرام نہیں ہوتی

10/3672۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن اونٹوں کو بطور ہدی (مکہ معظّمہ) روزانہ فرمایا تھا۔ان اونٹوں کے قلادہ یعنی ہار کی رسیاں میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بانٹھی ہیں۔پھر ان رسیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (اپنے ہاتھ سے) ان جانوروں کے گلوں میں ڈالا اور اِشعار فرمایا اور اپنی طرف سے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے ہمراہ ہجرت کے نویں سال مکہ معظّمہ) بطور ہدی کے روانہ فرمایا (اور اس طرح بطور ہدی ان جانوروں کو روانہ کرنے سے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوئی۔(یعنی ہدی بھیجنے والے پر اگر وہ اپنے مقام پر ہی رہے تو اس پر ہدی بھیجنے کی وجہ سے کوئی پابندی لازم نہیں آتی)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

غیر حاجی بھی اپنی طرف سے مکہ معظّمہ کو ہدی روانہ کرسکتا ہے

11/3673۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ہدی کے جانوروں کے قلادہ کی رسیوں کو اس اون سے جو میرے پاس تھا بانٹھی تھی اور ان جانوروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (ہجرت کے نویں سال اپنی طرف سے) میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ہمراہ جب کہ وہ امیرِ حج مقرر فرمائے گئے تھے۔(بطور ہدی مکہ معظّمہ) روانہ فرمایا تھا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

شدید ضرورت کے سوا ہدی پر سواری نہ کی جائے

12/3674۔ابوالزبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ سے ہدی یعنی قربانی کے جانور پر بیٹھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے ان کو یہ فرماتے سنا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اس جانور پر احتیاط کے ساتھ سوار ہو۔(تاکہ اس کو ضرر نہ پہونچے) بشرطیکہ تم اس پر سواری کے لئے مجبور نہ

ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تم کو دوسری سواری مل جائے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نفل قربانی کے جانور کا گوشت فقراء کا حق ہے

13/3675۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی (یعنی ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہٗ) کے ہمراہ سولہ (16) اونٹ بطور ہدی کے (نفل قربانی کے لئے مکہ معظّمہ) روانہ فرمائے اوران کوان جانوروں پر امیر بھی بنایا (تاکہ ان کی نگرانی کریں) تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگران میں سے کوئی جانور (تھکن یا بیماری کی وجہ سے) چل نہ سکے تو میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایسی صورت میں) تم اس کو ذبح کردو، اوراس کے نعلین کو (جو بطور قلادہ کے اس کے گلے میں ڈالے گئے ہیں) اس کے خون میں رنگ کر ان کو اس کے کوہان کے اوپر رکھ دو (تاکہ فقراء اور راہرو اس سے واقف ہو جائیں کہ یہ ہدی کا جانور ہے اور وہ اس کے گوشت کو کھالیں) لیکن تم اور تمہارے (تونگر) ساتھی اس کو نہ کھائیں (حضرت ناجیہ اوران کے ساتھیوں کو اس جانور کے گوشت کھانے سے اس لئے بھی منع کیا گیا کہ ان کو تہمت سے بچایا جائے کہ انہوں نے اس کے کھانے کے لئے اس کو ذبح کیا ہے۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جانوروں کو ذبح کرنے کا طریقہ

14/3676۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو اپنی اونٹنی کو نحر کرنے کے لئے بٹھائے رکھا تھا (یہ دیکھ کر) آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر اور (اس کا اگلا بایاں پیر) باندھ کر نحر کر (اونٹ کو نحر کرنے کا یہ طریقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ اونٹوں کونحر کرنا اور گائے اور بکریوں کو ذبح کرنا افضل ہے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا چاہیئے ۔ اگر چاہے تو اونٹوں کو بٹھا کر بھی نحر کرسکتا ہے لیکن کھڑا کر کے نحر کرنا افصل ہے اور گائے اور بکریوں کو کھڑا کر کے ذبح نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کولٹا کر ذبح کرے ۔12

قصائی کی اجرت کوقربانی کے گوشت وغیرہ میں منہانہ کرنا چاہیئے

15/3677۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی اونٹیوں پر نگران رہوں اور (ذبح کے بعد) ان کے گوشت چمڑے اور جھولوں (یعنی اوجھڑی، بوٹی) کو (غرباء اورفقراء میں) خیرات کروں اور قصاب کو (اجرت میں انٹیوں کی) کوئی چیز (منہا کر کے) نہ دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہم قصائی کی اجرت اپنے پاس سے ادا کریں گے ۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

واجب قربانیوں کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور ذخیرہ بھی کرسکتے ہیں: پہلی حدیث

16/3678۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ابتداء اسلام میں جب تنگی کی وجہ سے لوگوں کو احتیاج تھی تو) ہم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھ کرنہیں کھاتے تھے (بلکہ لوگوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دے دی اور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اجازت دے دی کے تم (قربانیوں کے گوشت کو) کھاؤ اور توشہ بناؤ ،یعنی تین دن کے بعد بھی گوشت رکھ سکتے ہو) تو ہم نے کھایا اور توشہ بھی بنایا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نفل قربانی اور دَم کی قربانی کا گوشت صرف غرباء کا حق ہے

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ واجب قربانی جیسے تمتع اور قران کی قربانی کے گوشت کوخود

بھی کھا سکتے ہیں اور اغنیاء اور فقراء کو بھی کھلا سکتے ہیں اور اس کا ذخیرہ بھی بنا سکتے ہیں البتہ نفل قربانی اور دم کی قربانی جو بطور جنایات و جرمانہ لازم آئے ایسی قربانیوں کا گوشت خود نہ کھائے بلکہ صرف غربا اور مساکین میں تقسیم کردے۔ ہدایہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔12

دوسری حدیث

17/3679۔ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا (جب کہ قحط سالی تھی) کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ نہ رکھے (بلکہ غرباء میں تقسیم کردے) جب دوسرے سال (قحط سالی نہ رہی) تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم (قربانیوں کے گوشت کو) گذشتہ سال کی طرح (تقسیم کردیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور (تین دن سے زائد) جمع بھی رکھو۔ (پچھلے سال قحط سالی کی وجہ سے) لوگوں پر فاقہ تھا (اس لئے گوشت کا ذخیرہ بنانے سے میں نے منع کیا تھا) تاکہ تم (گوشت کو تقسیم کرکے غرباء کی) مدد کرو۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

18/3680۔ نبیشۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ہم نے تم کو قربانیوں کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھ کر کھانے سے منع کیا تھا تاکہ (تم اس گوشت سے خیرات کریں اور غرباء کو مدد ملے اور) سب کے لئے کافی ہو جائے اب اللہ تعالی نے (تنگی دور فرما دی ہے اور) خوش حالی مہیا فرما دی ہے (جس سے غربا کی احتیاج باقی نہیں رہی) اس لئے اب تم (قربانی کے گوشت کو) کھاؤ۔ جب تک چاہے رکھو اور (خیرات کرکے) اجر حاصل کرو (لیکن اس کو بیچو نہیں، اس لئے کہ قربانی کے گوشت کی تجارت جائز

نہیں) یادرکھو(منٰی میں قیام کے) یہ(چاروں) دن کھانے پینے اوراللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

19/3681۔عبداللہ بن قُرُط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ارشادفرمایا اللہ تعالی کے پاس یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ بڑی فضیلت کا دن ہے۔ پھرفضیلت میں یوم القر ہے(اس حدیث کے راوی) ثور کہتے ہیں کہ یہ دوسرادن ہے(یعنی گیارہویں ذوالحجہ ہے) راوی حدیث حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پانچ یا چھ اونٹ حاضر کئے گئے (تاکہ آپ جس اونٹ کی چاہیں پہلے قربانی فرمادیں) تو وہ اونٹ ایک دوسرے پر سبقت کرکے حضور سے قریب ہونے لگے۔(کہ حضوراپنے دست مبارک سے اس کو پہلے ذبح فرمادیں) راوی کا بیان ہے جب وہ(ذبح کئے گئے اور) پہلو کے بل گر پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ سے کچھ ارشادفرمایا جس کو میں نہ سن سکا میں نے ان صاحب سے جو حضور سے قریب تھے پوچھا کہ حضور نے کیاارشادفرمایاہے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور نے یہ ارشادفرمایاہے کہ جو چاہے ان جانوروں کے گوشت کا کاٹ کر لے جائے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

(8/116) بَابُ الْحَلَقِ

(اس باب میں حج یا عمرہ کے موقع پر احرام سے باہر آنے کے لئے سر منڈوانے کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ، مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ" اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ فتح، پ:26، ع:4، آیت نمبر:27، میں) تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں داخل ہوں گے امن اور امان کے ساتھ اسی طرح کہ (عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے) تم میں سے کوئی سر منڈھاتا ہوگا اور کوئی بال کترواتا ہوگا۔

وَقَوْلُهٗ: "ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ" اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ حج، پ:17، ع:4، آیت نمبر:29، میں) (حج یا عمرہ کے موقع پر قربانی کے بعد) چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں (یعنی سر منڈھا کر یا بال کتروا کر اور ناخن اور لب بنوا کر احرام کھول دیں)۔ (جیسا کہ تفسیر خازن میں مذکور ہے۔12)

احرام سے باہر آنے کے لئے سر منڈھوانا افضل ہے

پہلی حدیث

1/3682 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر (احرام سے باہر آنے کے لئے) اپنا سر منڈھوایا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سر منڈھوایا اور بعض صحابہ نے بال کتروایا۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3683 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر (سر منڈھوانے والوں کے لئے) اس طرح دعا فرمائی اے اللہ سر منڈھوانے

والوں پر رحم فرمایئے! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا فرمایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر (بھی سر منڈھوانے والوں کے لئے ہی) دعاء فرمائی اے اللہ! سر منڈھوانے والوں پر رحم فرمایئے! صحابہ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعاء فرمایئے تو حضور نے فرمایا (اے اللہ!) بال کتروانے والوں پر بھی (رحم فرمایئے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

3/3684۔ یحییٰ بن حصین رحمہ اللہ اپنی دادی امّ الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈھوانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا فرماتے ہوئے اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک بار دعا فرماتے ہوئے سنا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حج کے موقع پر احرام سے باہر آنے کے لے سر منڈھوانا مسنون ہے

4/3685۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) مِنٰی تشریف لائے اور جمرۂ عقبہ کے پاس پہونچے اور کنکریاں ماریں، پھر وہاں سے مِنٰی میں اپنی قیام گاہ پر (جہاں اب مسجد خیف ہے) تشریف لائے اور اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح فرمایا (منجملہ ایک سو کے 63، اونٹوں کو خود حضور نے اپنے دست مبارک سے نحر فرمایا اور بقیہ کو حضرت علیؓ نے حضور کی طرف سے نحر فرمایا) پھر آپ ﷺ نے سر مونڈ ھنے والے کو بلایا اور اپنے سر مبارک کا داہنا جانب آگے بڑھایا تو اس نے اس کو مونڈھ دیا، تو آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مونڈ ھے ہوئے بال عطا فرمائے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک کے بائیں حصہ کو آگے کیا اور فرمایا اس کو بھی مونڈھ دو تو اس نے بایاں حصہ بھی مونڈھ دیا اور ان مبارک بالوں کو بھی

آپ نے ابوطلحہ انصاری کو دے دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔ (تا کہ وہ بطور تبرک رکھ لیں)۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

آثار مبارک کو بطور تبرک رکھنے کا ثبوت

ف: شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک بالوں کے ساتھ ساتھ ناخن مبارک کو بھی ترشوا کر حاضرین میں تقسیم فرما دیا، تا کہ یہ برکات امت میں باقی رہیں۔ چنانچہ آج تک یہ آثار مبارک باقی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ 12

احرام باندھنے سے پہلے اور حلق کے بعد خوشبو لگانا مسنون ہے

5/3686۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (جسم اطہر پر حج یا عمرہ کے) احرام باندھنے سے پہلے اور (اسی طرح) دسویں ذوالحجہ کے دن (حلق کے بعد جب آپ احرام کھول دیتے تھے) بیت اللہ شریف کے طواف (زیارت) سے پہلے ایسی خوشبو لگایا کرتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

احرام کھولنے کے بعد طواف زیارت سے پہلے سوائے عورتوں کے ہر چیز حلال ہو جاتی ہے

6/3687۔ اور طحاوی کی ایک روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی اس طرح ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (دسویں ذوالحجہ کو) جب تم رمی سے فارغ ہو جاؤ اور قربانی کردو (تو تم نے احرام کھول دیا) اور تمہارے لئے خوشبو لگانا

اور کپڑے پہننا اور ہر چیز (یعنی ہر وہ پابندی جو احرام کی وجہ سے تم پر عائد تھی) جائز ہوگئی سوائے عورتوں سے ہم بستری کے (البتہ طواف زیارت کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں)۔اور دار قطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

طوافِ زیارت کا دسویں ذوالحجہ کو ادا کرنا اور قیامِ منٰی کے دوران میں فرض نمازوں کا منٰی میں ادا کرنا افضل ہے

7/3688۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) دسویں ذوالحجہ کے دن (رمی جمار، قربانی اور حلق کے بعد طوافِ زیارت کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور (چاشت کے وقت) طوافِ زیارت ادا فرمایا۔ پھر (منٰی) واپس تشریف لائے اور منٰی میں نماز ظہر ادا فرمائی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

احرام سے باہر آنے کے لئے عورتیں سر نہ مونڈھائیں

8/3689۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ (احرام سے باہر آنے کے لئے) عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ اپنے سر کو (مردوں کی طرح) منڈھائیں (عام حالات میں بھی عورتوں کو سر منڈھانا جائز نہیں ہے)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

عورتوں کو احرام سے باہر آنے کے لئے بالوں کو کتروانا چاہئے

9/3690۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (احرام سے باہر آنے کے لئے) عورتوں کو سر مونڈھانا جائز نہیں۔ البتہ عورتیں (احرام سے باہر آنے کے لئے) اپنے بالوں کو (کناروں سے انگلی کے ایک پور برابر)

کتروالیں۔اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

بالوں کو کتروانے کی مقدار اور اس کا طریقہ

ف: واضح ہو کہ عورت احرام سے باہر آنے کے لئے خود اپنے بال آپ نہ کاٹے بلکہ ایسے محرم سے جو اپنا احرام کھول چکا ہو بال کتروائے۔ بال کتروانے کی حد یہ ہے کہ چوتھائی حصّہ سر کے بالوں سے ایک انگل برابر بال کتروائیں تو واجب ادا ہو جائے گا۔عالمگیری۔12

(9/117)بَابُ جَوَازِ التَّقْدِیْمِ وَالتَّأْخِیْرِ فِیْ بَعْضِ اُمُوْرِ الْحَجِّ

(واجبات حج میں تقدیم وتاخیر سے کفارہ کے ساتھ حج درست ہوجاتا ہے)

واجبات حج میں تقدیم وتاخیر سے کفارہ کے ساتھ حج ادا ہوجاتا ہے

1/3691 ۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مِنٰی میں قیام فرمائے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے حج کے مسائل دریافت کررہے تھے۔ چنانچہ ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے لاعلمی میں قربانی سے پہلے سرمونڈھا لیا ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا اب تم قربانی دے دو، تمہارے حج میں کوئی خرابی نہیں ہوگی (البتہ تاخیر کی وجہ سے کفارہ میں ایک اور قربانی دے دو) ایک اور صحابی نے عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ!) میں نے لاعلمی سے رمی سے پہلے قربانی کردی ہے آپ نے ارشاد فرمایا (اب رمی کرلو، تمہارے حج میں کوئی خرابی نہیں ہوگی (البتہ تاخیر سے رمی کرنے کے کفارہ میں قربانی دے دو) بہرحال (واجبات حج میں) تقدیم وتاخیر کے جتنے سوالات حضور سے کئے گئے ان کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کام میں تاخیر ہوگئی ہو) اس کو اب ادا کرلو۔ (اور اس کا کفارہ دے دو) تمہارا حج باطل نہیں ہوگا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/3692 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک صحابی حاضر ہوکر عرض کئے کہ میں نے رمی سے پہلے سرمونڈھا لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اب رمی کرلو تم پر کوئی گناہ نہیں (البتہ تاخیر کے کفارہ میں

قربانی دے دو) ایک اور صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے رمی سے پہلے طواف زیارت کرلیا ہے۔آپ نے فرمایا اب رمی کرلو،تم پر کوئی گناہ نہیں (البتہ تم کفارہ میں قربانی دے دو)۔

مناسک حج میں تقدیم وتاخیر سے قربانی واجب ہوتی ہے

پہلی حدیث

3/3693۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مناسک حج کی ادائی میں تقدیم وتاخیر کردے تو وہ (اس تقدیم وتاخیر کے کفارہ میں) قربانی دیدے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے کی ہے اور امام محمد نے اس کی روایت امام مالک سے کی ہے۔اس حدیث کی سند میں ابراہیم ابن مہاجر ہیں اور یہ مسلم کے راوی ہیں اور کتاب الکمال میں لکھا ہے کہ بخاری کے سوا محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ان سے روایت کرنے والوں میں ثوری،شعبہ بن الحجاج اعمش اور دوسرے محدثین ہیں۔

4/3694۔اور امام طحاوی نے اس کو ایک اور طریق سے روایت کیا ہے جس کی سند میں کسی کو کلام نہیں ہے۔

مناسک حج کو ترتیب سے ادا کرنا بھی واجب ہے

ف:واضح ہو کہ یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ کے دن حاجی کو چار افعال انجام دینے ہوتے ہیں۔

(1) رمی جمرۂ عقبہ (2) قربانی (3) حلق (4) طوافِ زیارۃ۔

پہلے تینوں افعال واجبات حج ہیں اور ان کو اسی ترتیب سے ادا کرنا بھی واجب ہے۔ یہ امام مالک اور امام اعظم رحمہما اللہ کا مذہب ہے اور اگر ان تینوں افعال کی ادائی میں تقدیم وتاخیر ہوجائے تو کفارہ میں قربانی لازم آئے گی جب کہ حاجی قران یا تمتع کی نیت سے حج ادا کررہا ہو۔جیسا کہ صدر کی حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ثابت ہوتا ہے البتہ اگر حاجی مفرد ہو تو اس پر ترتیب صرف رمی جمار اور حلق میں لازم ہے،اس لئے کہ اس پر قربانی واجب نہیں۔اب رہا طواف زیارت

چونکہ یہ فرض ہے اور اس کا وقت دسویں ذوالحجہ سے بارہ ذوالحجہ تک ہے اس عرصہ میں کسی وقت بھی ادا کریں تو ادا ہو جاتا ہے۔

اس کے برخلاف امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے پاس ان افعال میں ترتیب سنت ہے واجب نہیں، اس لئے ان میں اگر تاخیر یا تقدیم ہو جائے تو بغیر کفارہ کے بھی ان حضرات کے پاس حج ادا ہو جائے گا۔12

دوسری حدیث

5/3695۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دسویں ذوالحجہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منٰی میں قیام فرمائے ہوئے تھے اور صحابۂ کرام (آپ سے مناسک حج میں بھول چوک اور لاعلمی کی وجہ سے تقدیم وتاخیر کے بارے میں مسائل) دریافت کر رہے تھے تو آپ ارشاد فرما رہے تھے (بھول چوک اور افعال حج کی تقدیم وتاخیر میں) کوئی گناہ نہیں ہوتا (البتہ تقدیم وتاخیر کی وجہ سے قربانی لازم آئے گی) چنانچہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ میں نے (آج دسویں ذوالحجہ کو) شام ہونے کے بعد رمی کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پر کوئی گناہ نہیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ قیام منٰی میں رمی کے چار دن ہیں: ایک یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ اور ایام تشریق کے تین دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔ پہلے دن یعنی دسویں ذوالحجہ کو رمی کا مستحب وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک ہے اور زوال کے بعد سے گیارہ کی صبح صادق کے پہلے تک کراہت کے ساتھ رمی جائز ہے اور کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا اگر گیارہ ذوالحجہ کی صبح صادق ہو جائے تو رمی کرنے کے بعد تاخیر کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور ایام تشریق یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ کو رمی کا مستحب وقت زوالِ آفتاب کے بعد سے غروبِ آفتاب تک ہے اور غروب آفتاب سے دوسرے دن کی صبح صادق کے پہلے تک بھی رمی کر سکتے ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر دوسرے دن کی صبح صادق طلوع ہو جائے تو فوت شدہ رمی کرنے کے بعد تاخیر کی وجہ سے قربانی دینا لازم ہوگا اور اگر

تیرہویں ذوالحجہ کے دن سورج ڈوب جائے تو رمی جمار کے ادا اور قضا دونوں کا وقت ختم ہو جائے گا اس سے ایک واجب ترک ہو جاتا ہے اس لئے حاجی رمی جمار کے اوقات کا بہت خیال رکھے۔ مرقات اور بذل المجہود۔12

تیسری حدیث

6/3696۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے طوافِ اِفاضہ (یعنی فرض طواف جو ایام نحر یعنی دس سے بارہ ذوالحجہ کے درمیان کیا جاتا ہے) سر مونڈھانے سے پہلے کر لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اب سر مونڈھالو، یا بال کتر والو (اس تقدیم وتاخیر سے) گناہ نہ ہوگا۔

پھر ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا، اور عرض کیا کہ میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی دے دی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا، اب تم کنکریاں مارو، اور اس تقدیم وتاخیر سے کوئی) گناہ نہیں (اگر حاجی مفرد ہے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ البتہ حاجی اگر قارن یا متمتع ہے تو اس پر کفارہ یعنی قربانی لازم ہوگی)۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

7/3697۔ اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (حجۃ الوداع کے موقع پر حج میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا (میں نے دیکھا کہ) لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے (اور حج کے مسائل دریافت کرتے) بعض یہ دریافت کرتے کہ یا رسول اللہ! میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی ہے (اور بعض یہ عرض کرتے کہ) میں نے (سہواً افعالِ حج کی ادائی میں) تقدیم کر دی ہے (یعنی پہلے ادا کر دیا ہے اور بعض کہتے کہ) میں نے تاخیر کر دی ہے

(ان کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے (افعالِ حج کی سہواً تقدیم وتاخیر سے) کوئی گناہ نہیں (کفارہ کے ساتھ حج ادا ہوجاتا ہے) البتہ گنہگار تو وہ شخص ہے جو ظالم ہو، اور کسی مسلمان کی (ناحق توہین یا غیبت کرکے) عزت ریزی کرے، ایسا شخص حقیقت میں گنہگار رہے اور (گناہوں کی وجہ سے) ہلاک ہونے والا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

طواف سے پہلے اگر سعی کرلی تو سعی کو لوٹانا ضروری ہے

ف: واضح ہو کہ طواف کے بعد سعی کرنا حج کے واجبات میں ہے، اگر کوئی شخص سعی ترک کردے تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر کفارہ میں قربانی لازم ہوگی اور قربانی دینے کے بعد اس کا حج پورا ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص طواف سے پہلے سعی کرے تو اس کو چاہئے کہ طواف کے بعد پھر سعی کا اعادہ کر لے، اس لئے کہ سعی تابعِ طواف ہے۔ اور طواف کے بعد سعی کرلینے سے اس کے ذمہ کوئی کفارہ نہیں ہوگا اور اس کا حج پورا ہوجائے گا۔ درمختار، ردالمحتار، عالمگیری۔12

(10/118) بَابُ خُطْبَةِ يَوْمِ الرُّؤُوْسِ وَ رَمْيِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَ التَّوْدِيْعِ

(یہ باب مِنٰی میں گیارہویں ذوالحجہ کو خطبہ دینے، ایامِ تشریق میں رمی کرنے اور طوافِ رخصت کے بیان میں ہے)

ف: واضح ہو کہ مناسک حج جن دنوں میں ادا کئے جاتے ہیں ان کے لئے علٰحدہ علٰحدہ نام ہیں۔ چنانچہ آٹھویں ذوالحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ یعنی غور وفکر کا دن، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام نے آٹھویں ذوالحجہ کی شب خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو ذبح فرما رہے ہیں تو آپ نے اس دن کو اس غور وفکر میں گزارا کہ کیا یہ خواب اللہ تعالی کی طرف سے ہے؟ اس لئے آٹھویں ذوالحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔

(2) نویں ذوالحجہ کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ نویں کی شب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے دوبارہ یہی خواب دیکھا تو آپ کو یقین ہوگیا اور جان گئے کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے۔ اس شناخت کی وجہ سے نویں ذوالحجہ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔

(3) دسویں ذوالحجہ کو یوم النحر کہتے ہیں اس لئے کہ اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو قربانی کے لئے پیش فرمادیا۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنی طرف سے جنت کا ایک دنبہ بھیجا جس کی آپ نے قربانی دی اس لئے دسویں ذوالحجہ کو یوم النحر کہتے ہیں۔

(4) گیارہویں ذوالحجہ کو یوم الرؤوس کہتے ہیں اس لئے کہ اس دن حجاج قربانی کئے ہوئے جانوروں کے سروں کو پکاتے اور کھاتے ہیں اور گیارہویں ذوالحجہ ایام تشریق کا پہلا دن ہے، اور اسی دن سے ایام تشریق کی ابتداء ہوتی ہے۔

(5) بارہویں ذوالحجہ کو یوم النفر الاول کہتے ہیں، اس لئے کہ حجاج کو اس دن رمی جمار کے بعد اگر وہ چاہیں تو مِنٰی سے روانہ ہونے کی اجازت ہے۔

(6) تیرہویں ذوالحجہ کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں اس لئے کہ حجاج کے منٰی میں قیام کا یہ آخری دن ہے اور اس دن حجاج کرام منٰی سے روانہ ہو جاتے ہیں۔ عمدۃ القاری، منحۃ الخالق 12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ، لِمَنِ اتَّقٰى " اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:25، آیت نمبر:203، میں) اور جو شخص (منٰی میں) دو دن یعنی گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ کو (کنکریاں مار کر مکہ معظّمہ کی واپسی میں) جلدی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (اس لئے کہ مکہ معظّمہ واپس ہونا جائز ہے) اور جو شخص (منٰی میں قیام کی مدت میں) تاخیر کردے (تو وہ تیرہویں ذوالحجہ کو کنکریاں مارے اور مکہ معظّمہ واپس ہو تو) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ سب باتیں) اس شخص کے لئے ہیں جو خدا سے ڈرے (اور خدا سے نہ ڈرنے والے کو تو گناہ اور ثواب سے کوئی غرض ہی نہیں)۔

گیارہویں ذوالحجہ کو خطبہ دینے کا بیان

1/3698۔ سرّاء بنت نبہان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو (حجۃ الوداع کے موقع پر) یوم الرؤس یعنی گیارہویں ذوالحجہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا (دورانِ خطبہ میں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی دریافت فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ تو ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے پھر ارشاد فرمایا کیا یہ یعنی گیارہویں ذوالحجہ ایام تشریق میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن نہیں ہے؟۔ اس کی روایت ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ کی ہے۔ اور مجمع الزوائد نے کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

ف: واضح ہو کہ حج کے موقع پر احناف کے پاس تین خطبے ہیں۔ پہلا خطبہ ساتویں ذوالحجہ کے دن، دوسرا خطبہ عرفات میں نویں ذوالحجہ کو جس میں وقوفِ عرفات، رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت کے احکام بیان کئے جاتے ہیں اور تیسرا خطبہ منٰی میں گیارہویں ذوالحجہ کے دن۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ مگر ان کے پاس ان تین خطبوں کے علاوہ چوتھا خطبہ بھی ہے اور یہ منٰی میں دسویں

ذوالحجہ کو دیا جاتا ہے۔عمدۃ القاری۔12

گیارہ، بارہ اور تیرہویں ذوالحجہ کے دنوں میں رمی کے اوقات

2/3699۔ وَبَرَہ رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو جمرات پر) میں کب کنکریاں ماروں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تمہارا امام (یعنی جو شخص تم سے زیادہ مسائل سے واقف ہو) جب رمی کرے تو تم اس وقت رمی کرو (راوی کا بیان ہے کہ مجھے تشفی نہیں ہوئی) میں نے دوبارہ اس مسئلہ کو دریافت کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو) ہم رمی کے لئے (سورج کے ڈھلنے کا) انتظار کرتے۔ پس جب سورج ڈھل جاتا ہے تو ہم (ان دنوں تینوں جمرات پر) رمی کرتے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

3/3700۔اور بیہقی کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ یوم النفر الثانی یعنی تیرہویں ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو (قبلِ زوال) رمی کرنا درست ہے اور رمی کے بعد واپس بھی ہو سکتے ہیں۔

گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے کی ترتیب اور تفصیل

4/3701۔ سالم رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کے دن مسجد خیف سے) قریبی جمرے (یعنی جمرۂ اولیٰ) پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے مارنے کے بعد اللہ اکبر فرماتے پھر کچھ آگے بڑھتے اور نرم زمین پر پہونچ کر دیر تک قبلہ رو کھڑے ہوتے اور (اتنی دیر) دعا مانگتے (کہ جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے) اور (دعاء میں) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، پھر جمرۂ وسطیٰ پر تشریف لاکر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے پھینکتے وقت اللہ اکبر فرماتے، پھر بائیں جانب بڑھتے اور نرم زمین پر پہونچ کر قبلہ رو کھڑے

ہوتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرماتے اور دعاء میں دیر تک کھڑے رہتے ۔ پھر جمرۂ ذات الـعَقَبَہُ پر (جس کو جمرۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں) نالہ میں کھڑے ہوکر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر فرماتے (چونکہ اس کے بعد رمی نہیں ہے اس لئے) یہاں نہ تو ٹھہرتے (اور نہ دعاء مانگتے) پھر وہاں سے واپس ہوجاتے ۔ (راوی کا بیان ہے کہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے ۔

منٰی کے قیام کے دنوں میں منٰی ہی میں رات گزارنا مسنون ہے

5/3702۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ منٰی کے قیام کے دوران اُنھیں راتوں کو مکہ معظّمہ میں قیام کی اجازت دی جائے تاکہ وہ لوگوں کو زمزم پلائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اجازت دیدی ۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

6/3703۔اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی اس طرح مروی ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص منی کے قیام کے دنوں میں مکہ معظّمہ میں رات گذارے ۔

ف: صاحب ردالمختار نے لباب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حاجی رمی جمار کے دنوں میں رمی کے لئے منی میں رات گذارے اور یہ مسنون ہے اور اگر منی میں شب نہ گذار سکے تو یہ مکروہ ہے اور اس پر کوئی کفارہ بھی لازم نہیں آتا ۔12

عذر کی بناء پر رمی جمار میں تقدیم یا تاخیر کا بیان

7/3704۔ابوالبداح بن عاصم بن عدی اپنے والد عاصم بن عدی رحمہ اللہ سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ چرانے والوں کو اجازت دی تھی کہ (اونٹوں کے گم ہوجانے کے اندیشے سے منیٰ میں) رات نہ گذاریں اوراس کی بھی اجازت دی تھی کہ وہ قربانی کے دن (جمرۂ عقبہ پر) کنکریاں ماریں اور گیارھویں اور بارھویں ذوالحجہ کے کنکریاں مارنے کو کسی ایک دن میں جمع کرلیں یعنی گیارہ ذوالحجہ کو گیارہ اور بارہ کی ایک ساتھ کنکریاں ماریں یا پھر بارہ ذوالحجہ کو گیارہ کی فوت شدہ کنکریاں اور بارہ کی ایک ساتھ کنکریاں ماریں، اس کی روایت امام مالک، ترمذی اورنسائی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں اونٹوں کے چرانے والوں کے لئے رمی جمار میں تقدیم یا تاخیر کی جو اجازت ہے وہ مال کے ضائع ہونے کے اندیشہ سے ہے اس لئے اگر کوئی بلا عذر رمی جمار میں تقدیم یا تاخیر کرے تو اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے۔

ہدایۃ۔12

زمزم پینے اور پلانے کی فضیلت

8/3705۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی سبیل پر تشریف لائے اور زمزم طلب فرمائے تو حضرت عباسؓ (اپنے صاحبزادے) فضلؓ سے فرمائے تم اپنی ماں کے پاس جاؤ اوران کے پاس سے حضورؐ کے پینے کے لئے (صاف) پانی لے آؤ (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے یہی زمزم پلاؤ تو حضرت عباس نے فرمایا یارسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔اس پر بھی حضور نے پھر فرمایا مجھے یہی زم زم پلاؤ (تو آپ کو زم زم پیش کیا گیا آپ نے اس کو پی لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زم زم کے کنویں پر تشریف لائے، اس وقت لوگ (یعنی اولاد عبدالمطلب) لوگوں کو زم زم پلا رہے تھے۔اوراس کام میں مشقت اٹھا رہے تھے۔ حضور نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے کام میں مشغول رہو، تم ایک نیک کام کر رہے ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے ہاتھ لگاتے ہی لوگ ٹوٹ پڑیں گے

(اور پانی پلانا تمہارے لئے مشکل ہوجائے گا) تو میں (اونٹنی پر سے) اترتا اور رسی کو کندھے پر رکھتا (اور پانی کھینچتا اور تمہارے اس نیک کام شریک ہوتا)۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

منٰی سے واپسی میں مقام محصّب میں ٹھہرنا مسنون ہے

پہلی حدیث

9/3706۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجتہ الوداع کے موقع پر منی سے مکہ مکرمہ) واپس ہوتے وقت (مقام محصّب میں ٹھہر کر) نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء (اپنے اپنے وقت پر اسی مقام میں) ادا فرمائے اور یہیں محصّب میں کچھ دیر آرام فرمائے۔ پھر (اونٹنی پر) سوار ہوکر مکہ معظّمہ پہونچ کر طواف وداع فرمائے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

10/3707۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ہم حجتہ الوداع کے موقع پر) منٰی میں تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (منٰی سے مکہ مکرمہ واپس ہوتے وقت) ہم سے ارشاد فرمایا کہ ہم کل خیف بنی کنانہ یعنی محصّب میں قیام کریں گے (اور یہ وہی مقام ہے) جہاں مشرکین نے اپنے کفر پر قسمیں کھائیں تھیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنوالمطلب کے خلاف باہم عہد کیا تھا کہ یہ لوگ ان سے (یعنی بنو ہاشم اور بنوالمطلب سے) نہ تو شادی بیاہ کریں گے اور نہ خرید وفروخت کریں گے جب تک کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محصّب میں ان کے حوالہ نہ کردیں (اور یہ اللہ تعالی کی شان ہے کہ اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع کے موقع پر فاتحانہ قیام فرمارہے ہیں)۔اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

محصّب میں قیام کے مسنون ہونے کی وجہ

ف: صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مناسک حج سے فراغت کے بعد منیٰ سے مکہ معظّمہ کو جاتے ہوئے بالا رادہ مقام محصّب قیام فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی مشرکین مکہ نے اسی مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور بنو ہاشم اور بنو المطلب سے اسی وجہ سے مقاطعہ بھی کیا تھا لیکن اللہ تعالی نے ان کی آرزو کو خاک میں ملا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اسی شکرانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مقام محصّب میں اپنے اس مبارک سفرِ حج کے اختتام کے موقع پر یہاں قیام فرمایا اور چاروں نمازیں یہاں ادا فرمائیں اور محصّب میں قیام کی مثال ایسی ہے جیسے طواف قدوم میں رمل کیا جاتا ہے جس سے مقصود کفر پر اسلام کے غلبہ کا اظہار تھا اور یہ عمل آج بھی مسنون ہے۔ اسی لئے محصّب میں قیام حجاج کرام کے لئے امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس مسنون ہے۔ 12

خلفاء راشدین بھی مقام محصّب میں قیام فرماتے تھے

پہلی حدیث

11/3708۔ نافع رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر (مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد منی سے مکہ معظّمہ کو واپسی کے وقت) مقام محصّب میں ٹھہرنے کو سنت قرار دیتے تھے اور منی سے روانگی کے دن محصّب میں نماز ظہر ادا فرماتے تھے۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے (منی سے واپسی کے وقت) مقام محصّب میں قیام فرمایا ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

12/3709۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی (منی سے واپسی کے وقت) ابطح یعنی مقام محصّب میں

قیام فرمایا کرتے تھے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

طوافِ وداع واجب ہونے کا ثبوت

13/3710۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد منی سے طواف وداع کئے بغیر (اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوجاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص (جو مکہ کا باشندہ نہ ہو) اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہو جب تک کہ وہ بیت اللہ سے اپنے آخری عہد کو پورا نہ کرلے یعنی طواف وداع نہ کرلے۔البتہ حیض (یا نفاس) والی عورت کے لئے یہ (یعنی طواف وداع) معاف کردیا گیا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا ینفِرنّ احَدکُمْ (یعنی تم میں سے ہرگز کوئی طواف وداع کئے بغیر نہ نکلے) اس لفظ کو نون تاکید سے مؤکد فرمایا ہے جس سے طواف وداع کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور عنایہ میں لکھا ہے کہ یہ طواف ہر آفاقی (یعنی غیر مکی) پر واجب ہے واجب خواہ وہ مفرد ہو (متمتع ہو یا قارن اور طوف وداع ترک کردے تو قربانی واجب ہوگی اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

حیض یا نفاس والی عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے

14/3711۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو (حجۃ الوداع کے موقع پر منی سے واپسی کے وقت) رات میں حیض آ گیا (جب کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ نے طواف وداع نہیں کیا تھا اس لئے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا میرا ایسا خیال ہے کہ میری وجہ سے آپ حضرات رک جائیں گے (اس لئے کہ میرا طواف وداع باقی ہے اور مجھے حیض آ گیا ہے یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تمہارا بھلا کرے کیا انھوں نے دسویں ذوالحجہ کو طواف زیارۃ (جو فرض

ہے) ادا کرلیا ہے تو عرض کیا گیا ہاں! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (طواف زیارت ادا کرنے سے تمہارا حج پورا ہوگیا اور طواف وداع حائضہ کے لئے معاف ہے۔اس لئے) مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوجاؤ۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طواف وداع، حیض یا نفاس والی عورت کے لئے معاف ہے، البتہ طواف زیارت جو فرض ہے اس کی ادائی کے بغیر حیض یا نفاس والی عورت وطن واپس نہیں ہوسکتی۔12

طوافِ عمرہ کے پھیروں میں اگر رمل کرلیا ہو تو طواف زیارت میں رمل کی ضرورت نہیں

15/3712۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف زیارت کے ساتوں پھیروں میں سے کسی میں رمل نہیں فرمایا (اس لئے کہ آپ نے حجتہ الوداع کے موقع پر طواف عمرہ میں رمل فرمالیا تھا)۔اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ایسا طواف جس کے بعد سعی ہو، اس میں رمل مسنون ہے

ف: واضح ہو کہ رمل اس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو۔اس لئے اگر کسی ایک طواف میں جس کے بعد سعی ہو، رمل کرلیا گیا ہو تو سنت کی ادائی ہوجاتی ہے۔طواف زیارت میں دوبارہ رمل کی ضرورت نہیں۔اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف زیارت کے پھیروں میں رمل نہیں فرمایا کیوں کہ آپ نے طواف عمرہ کے پھیروں میں رمل فرمالیا تھا۔

درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر۔12

رمی، قربانی اور حلق کے بعد سوائے بیوی سے صحبت کے احرام کی پابندیاں اٹھ جاتی ہیں

16/3713۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم نے رمی کرلی اور (قربانی کے بعد) سر مونڈھ لیا تو تم پر بیویوں کے سوا خوشبو لگانا اور کپڑے پہننا جائز ہے، مگر بیویوں کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتے

(البتہ طواف زیارت کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور دار قطنی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔

سر مونڈھانے کے بعد ہی احرام کی پابندیاں ختم ہوتی ہیں

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صرف رمی کر لینے سے احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں بلکہ قربانی کے بعد سر مونڈھانے سے احرام کی پابندیاں اٹھ جاتی ہیں سوائے بیوی سے صحبت کے جو طواف زیارت کے بعد جائز ہو جاتی ہے۔ ردالمختار۔ 12

(11/119) بَابُ مَا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ

(اس باب میں ان امور کا بیان ہے جس سے احرام باندھنے کے بعد محرم کو بچنا چاہئے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْبِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْصَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ ".

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:2،ع:24،196،میں) (حج کے دنوں میں بحالت احرام) اگر تم میں سے کوئی بیمار ہوجائے یا اس کے سر میں کوئی تکلیف (جیسے زخم یا درد یا جوؤں کی وجہ سے) ہوجائے (اور اس کو قربانی سے پہلے سر منڈھانے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ سر مونڈھا سکتا ہے تو ایسی صورت میں) فدیہ دیدے خواہ (تین دن) روزے رکھ لے یا (چھ مسکینوں کو، ہر مسکین کو) صدقۂ فطر کے برابر (نصف صاع گیہوں) خیرات کردے یا پھر ایک بکری ذبح کردے۔

حالت احرام میں عذر کی وجہ سے سر مونڈھانے کا فدیہ

ف: واضح ہو کہ بیماری کی وجہ سے محرم کو سر مونڈھانے کی جو اجازت ہے اس کے فدیہ کے طور پر تین چیزیں آیت شریفہ میں مذکور ہیں۔(1) تین دن کے روزے۔

(2) صدقہ۔ چھ مسکینوں میں سے ہر مسکین کہ نصف صاع گیہوں یعنے پونے دوسیر دیئے جائیں اور ایک مسکین کو ایک ہی صدقہ دینا چاہئے اور اگر دو حصہ دیئے جائیں تو بھی ایک ہی صدقہ شمار ہوگا۔

(3) ایک بکری ذبح کر کے مسکینوں میں تقسیم کی جائے اور یہ ذبح حدود حرم میں ہونا چاہئے۔12

حالت احرام میں کن کن چیزوں کا پہننا جائز ہے اور کن چیزوں کا پہننا جائز نہیں

1/3714۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ محرِم (احرام کی حالت میں) کیا پہنے۔(اور کیا نہ پہنے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (تم احرام کی حالت میں دو چادریں اس طرح پہنے رہو کہ ایک کو باندھ لو۔اور دوسری کو اوڑھ لو۔ان کے سوا وہ کوئی اور کپڑے نہ پہنے) کرتے نہ پہنو، عمامہ نہ باندھو، پائجامے نہ پہنو، برساتیاں نہ اوڑھو، ٹوپیاں نہ پہنو، اور موزے بھی نے پہنو مگر جس شخص کے پاس جوتیاں نہ ہوں وہ موزے پہن لے مگر موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے (اس طرح) کاٹ دے کہ (ٹخنے اور پیر کی اوپری ہڈی کھلی رہے) اور ان کپڑوں کو بھی نہ پہنے جس میں زعفران یا ورس (خوشبوں دار گھاس) لگی ہو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/3715۔اور بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) ایسی عورت جو حالت احرام میں ہو چہرے پر نقاب نہ ڈالے اور دستانہ بھی نہ پہنے۔

3/3716۔اور امام شافعی نے کتاب الام میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ احرام کی حالت میں دستانے پہن سکتی ہیں۔میں کہتا ہوں کہ (جیسا کہ مسوّی میں مذکور ہے۔12) (احرام کی حالت میں دستانوں کا پہنا عورتوں کے لئے) حضرت علیؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی قول ہے (کہ احرام کی حالت میں عورتیں دستانے پہن سکتی ہیں۔اور مذہب حنفی بھی یہی ہے)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(1) احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننا مرد کے لئے جائز نہیں ہے البتہ سلا ہوا کپڑا جیسے قباء

وغیرہ اس طرح کندھوں پر اوڑھ لے کہ اس کے آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کو عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح موزے پایائتابے سردی کی وجہ سے پیروں پر ڈال لے تو کوئی حرج نہیں البتہ ان کا پہننا ناجائز ہے۔ اور ردالمحتار نے لُباب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبا یا عبا کا کندھوں پر اس طرح اوڑھنا کہ ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے جائیں مکروہ ہے۔ 12

(2) مُحرِم مرد کو چہرہ اور سر کھلا رکھنا ضروری ہے۔ البتہ عورتیں سر ڈھانکیں صرف چہرہ کھلا رکھیں اور عورتیں پائتابے پہن سکتی ہیں لیکن خشبو نہ لگائیں۔ 12

حالت احرام میں مرد کے لئے رنگین کپڑا پہننا منع ہے

4/3717۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اسلم مولی عمر ابن الخطاب کو فرماتے ہوئے سنا کہ انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو احرام کی حالت میں رنگین کپڑے کا احرام باندھے ہوئے دیکھا تو حضرت عمر نے آپ سے فرمایا اے طلحہ! (احرام کی حالت میں) یہ رنگین کپڑا کیسے استعمال کرتے ہو۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا امیر المؤمنین! میرے پاس اس کے سوا کوئی کپڑا نہیں ہے اور وہ مٹی کے رنگ کا ہے اس پر حضرت عمر نے فرمایا تم صحابہ کی جماعت ہو (اور قوم کے پیشوا ہو) اور لوگ تمہاری اقتداء کرتے ہیں، اگر کوئی جاہل اور ناواقف شخص تمہارے اس لباس کو دیکھ لے کہ حضرت طلحہ احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے تھے (تو وہ اس سے یہ سمجھ لے گا کہ احرام کی حالت میں مرد رنگین کپڑا پہن سکتے ہیں) اس لئے تم لوگ ایسے رنگین کپڑے احرام کی حالت میں) مت پہنا کرو۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

عورتیں بحالت احرام بغیر خوشبو رنگین کپڑا پہن سکتی ہیں

ف: واضح ہو کہ احرام کی حالت میں مرد کے لئے رنگین کپڑے کا استعمال ممنوع ہے البتہ عورتیں ایسا رنگین کپڑا استعمال کرسکتی ہیں جس میں خشبو نہ ہو۔ مرد بھی احرام کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کرے۔ 12

حالت احرام میں خوشبودار کپڑا پہننا منع ہے

5/3718۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ احرام کی حالت میں ایسا کپڑا مت پہنو جس کو ورس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) اور زعفران میں بسایا گیا ہو۔ ہاں اس کپڑے کو اگر دھوڈالو تو کوئی حرج نہیں (اس لئے کہ دھونے سے اس کی خشبو زائل ہوجاتی ہے)

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

مرد کے لئے احرام باندھنے سے پہلے بدن کو خشبو لگانا مستحب ہے

6/3719۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے (تو احرام باندھنے سے پہلے) جو بھی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی اس کو (جسم اطہر پر) لگاتے۔ یہاں تک کہ اس خوشبو کی چمک کو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش مبارک پر دیکھتی تھی۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

احرام کے کپڑے پر خوشبو نہ لگائی جائے

ف: واضح ہو کہ حاجی کے لئے مستحب ہے کہ وہ احرام باندھنے سے پہلے اپنے بدن پر خوشبو لگائے اور اس خشبو کا اثر احرام باندھنے کے بعد جسم پر باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ احرام باندھنے والا احرام کے کپڑوں پر خوشبو نہ لگائے اور جسم پر ایسی خوشبو بھی نہ لگائے جس کا دھبہ کپڑے پر آجائے۔ یہ سارے احکام مرد سے متعلق ہیں اور عوتیں مطلقا خوشبو کا استعمال نہ کریں۔ ماخوذ از ہدایہ اور بذل المجھود۔12

محرم حالت احرام میں نکاح کرسکتا ہے لیکن صحبت نہ کرے

7/3720۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے (عمرۃ القضاء کے موقع پر) احرام کی حالت میں عقد فرمایا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

8/3721۔اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کی حالت میں عقد فرمایا اور (جب عمرہ کے مناسک سے فارغ ہوئے اور احرام کھول دیا تو مقام سرف میں) حلال ہونے کے بعد صحبت فرمائی اور حضرت میمونہ کا انتقال بھی مقام سرف میں ہوا۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت احرام میں عقد کیا جاسکتا ہے لیکن صحبت حالت احرام میں ممنوع ہے البتہ احرام کھول دینے کے بعد صحبت جائز ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

احرام کی حالت میں اس طرح سر دھوئیں کہ بال نہ جھڑیں

9/3722۔ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں اپنے سر مبارک کو دھولیا کرتے تھے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

احرام کی حالت میں بالوں کے جھڑنے یا اکھیڑنے سے جو صدقہ لازم آتا ہے اس کا بیان

واضح ہو:۔قاضی خاں میں مذکور ہیکہ محرم حالتِ احرام میں اس طرح اپنے سر کو پانی سے دھوسکتا ہے کہ سر کے بال نہ جھڑیں اور اگر اس نے اپنے سر کو خطمی (خوشبودار گھاس) ملے ہوئے پانی سے دھولیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس اس پر دم یعنی قربانی دینا ضروری ہے اور اگر پانی سے دھونے میں

یا کھجانے میں سر یا داڑھی کے بال گر جائیں تو صدقہ لازم آئے گا۔ اور اگر محرم سر یا ناک یا داڑھی کے بال اکھیڑے تو ہر بال کے بدلہ ایک مُٹھی غلہ صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ یہ پورا مضمون فتاوی عالمگیری سے ماخوذ ہے۔12

احرام کی حالت میں پچھنے لگانا جائز ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائیں

پہلی حدیث

10/3723۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: فتاوی عالمگیری میں لُباب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ احرام کی حالت میں ضرورت پر پچھنے لگانا جائز ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائیں اور اگر پچھنے لگانے میں بال ٹوٹ جائیں تو قربانی لازم ہوگی۔ جیسا کہ ردالمختار میں لکھا ہے۔12

دوسری حدیث

11/3724۔ عبداللہ بن مالک ابن بُحَینہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحالتِ احرام مقام لُحِی جَمَل میں جو مکہ معظّمہ (اور مدینہ منورہ کے درمیان) راستہ میں واقع ہے، اپنے سر مبارک کے بیچ میں پچھنے لگوائے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

12/3725۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قدم مبارک کی پشت پر درد کی وجہ سے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: صدر کی احادیث شریفہ میں بحالت احرام پچھنے لگانے کا جو ذکر ہے وہ ضرورت کی وجہ سے ہے چونکہ پچھنے لگانے میں بال ٹوٹتے ہیں۔اس لئے بال ٹوٹنے کی وجہ سے قربانی لازم آئے گی۔ مرقات، عمدۃ القاری۔12

احرام کی حالت میں آنکھوں کے درد کا علاج

13/3726۔امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کی آنکھوں میں درد ہو، اور وہ حالتِ احرام میں ہو ارشاد فرمایا کہ وہ (ضرورت پر) ایلوے کا لیپ لگا سکتا ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

احرام کی حالت میں سُرمہ لگانے کے احکام

ف: واضح ہو کہ حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال کسی صورت میں جائز نہیں۔اگر احرام کی حالت میں ایسا سرمہ لگایا جائے جس میں خوشبو نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اگر سرمہ میں ہلکی سی خوشبو ہو تو صدقہ دینا ہوگا اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو محرم پر قربانی دینا لازم ہوگا۔مرقات، ردالمختار۔12

احرام کی حالت میں اس طرح سایہ لے سکتے ہیں کہ کپڑا سر کو نہ لگے

14/3727۔ام الحصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) دیکھا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے) اور حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ اونٹنی کی مُہار تھامے ہوئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہٗ آپ کے اوپر کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے اور اس وقت آپ جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مار رہے تھے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ محرم حالتِ احرام میں کسی چیز کا سایہ لے سکتا ہے بشرطیکہ سایہ کرنے والی چیز سر کو نہ لگے اسی طرح ڈیرہ وغیرہ کے سایہ میں بھی بیٹھ سکتا ہے۔ فتاوی قاضی خان اور عالمگیری۔12

عذر کی وجہ سے محرم فدیہ دیکر سر مونڈھا سکتا ہے

15/3728۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کعب کے پاس سے گذرے جب کہ وہ حالتِ احرام میں مقام حدیبیہ میں تھے اور ابھی مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور وہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے منھ پر گر رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کعب یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہوں گی تو حضرت کعب نے فرمایا جی ہاں، (یارسول اللہ) تو حضور نے فرمایا تم اپنے سر کو مونڈھوا ڈالو اور فدیہ میں چھ مساکین کو تین صاع مقدار کھانا کھلا دو، یا تین دن کے روزے رکھو، یا پھر (مقدور ہو تو) ایک جانور ذبح کر دو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ عذر کی حالت میں محرم کو سر مونڈھانا جائز ہے اور فدیہ میں مذکورۂ بالا تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر سکتا ہے۔ ہدایہ۔12

حالتِ احرام میں عورت اس طرح چہرہ ڈھانک سکتی ہے کہ چہرہ کو کپڑا نہ لگے

16/3729۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتے (جس کی وجہ سے ہمارے چہرے کھلے رہتے) اور ہمارے قریب سے قافلے جب گذرا کرتے تو ہم میں سے بعض عورتیں اپنی چادروں (کناروں) کو سر پر سے چہرہ پر تان لیتیں (اس طرح سے کہ کپڑا چہرہ کو نہ لگے) اور جب

قافلے گذر جاتے تو پھر ہم اپنے چہروں کو کھول دیتے۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

17/3730 ۔اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ احرام والی عورت اپنے چہرہ پر نقاب نہ ڈالے۔

ف: واضح ہو کہ احرام کی حالت میں مرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سر کھلا رکھے اور عورت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سر ڈھانکے اور نہ صرف چہرہ کھلا رہے اگر عورت اس طرح چہرہ چھپائے کہ کپڑا چہرہ کو نہ لگے تو جائز و احسن ہے۔مرقات۔کیونکہ فی زمانہ سواریوں میں کئی کئی مرد اور عورتیں ایک ساتھ آمنے سامنے بیٹھ کر سفر کر رہے ہیں۔مطاف میں سعی میں اور کل حج کے ارکان میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بے پردگی سے بچانا ناممکن ہے۔اس میں عورت کا حدیث شریف کے حدود میں رہکر چہرہ چھپانا لازمی ہے تا کہ شیطان کے شر سے ہر دل محفوظ رہ سکیں۔

واللہ اعلم.

(12/120) بَابٌ اَلْمُحْرِمُ يَجْتَنِبُ الصَّيْدَ

(اس باب میں محرم کو شکار کرنے کی ممانعت کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ، وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا " اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ مائدہ، پ:7،ع:13،آیت نمبر:96،میں)تمہارے لئے حالت احرام میں دریا یعنی پانی کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے حلال کیا گیا ہے(تا کہ سفر میں اس کو توشہ بنائیں)البتہ خشکی کا شکار تمہارے لئے حرام کردیا گیا ہے جب تک کہ تم حالت احرام میں رہو۔

ف: واضح ہو کہ محرم کے لئے حالتِ احرام میں ایسے جانور کا شکار جو پانی میں پیدا ہوتے ہوں اور پانی ہی میں رہتے ہوں جائز ہے البتہ خشکی کا شکار کرنا محرم کیلئے حرام ہے۔ہاں اگر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو تو محرم اس کو ایسی صورت میں کھا سکتا ہے جب کہ محرم نے غیر محرم کو شکار کرنے میں کسی قسم کی مدد یا اشارہ نہیں کیا ہو،اور اگر محرم نے احرام باندھنے سے پہلے شکار کیا یا کوئی جانور ذبح کیا ہو تو اس کو بھی احرام باندھنے کے بعد کھا سکتا ہے۔یہی مذہب حنفی ہے اور ابو ہریرہ،عطاء،مجاہد،اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے،جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے۔12

وَقَوْلُهٗ : " يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ، وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ " اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ مائدہ،پ:7،ع:13،آیت نمبر:95،میں)اے ایمان والو!وحشی شکار کو قتل نہ کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو۔(البتہ محرم بھیڑیا،سانپ،بچھو،کاٹنے والا کتا اور وہ درندہ جو حملہ کرے اس کو قتل کرسکتا ہے لیکن حدود حرم میں مطلقاً شکار منع ہے خواہ شکار کرنے والا احرام کی حالت

میں ہو یا نہ ہو) پھر تم میں سے جو شخص جان بوجھ کر کسی جانور کو قتل کرے گا تو اس پر اس فعل کی پاداش میں اس جانور کے قیمت کے مساوی جرمانہ عائد ہوگا جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ اس کا فیصلہ دو معتبر شخص کریں گے جو (دینداری اور تجربہ میں) قابل اعتبار ہوں۔ پھر (اس تخمینہ کے بعد اختیار ہے کہ خواہ اس قیمت کا کوئی جانور خرید لے جیسے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری خرید لے اور) ان کو اللہ کے نام پر ذبح کے لئے کعبۃ اللہ شریف کو بھیج دیا جائے یا (یہ بھی اختیار ہے کہ اس تخمینہ قیمت کے برابر) غلہ بطور کفارہ کے خرید کر مساکین کو دے دیا جائے (جیسے صدقۂ فطر ہر مسکین کو دیا جاتا ہے) یا (یہ بھی جائز ہے کہ) اس قتل کی پاداش میں اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں (اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہر مسکین کے حصہ کے برابر ایک روزہ رکھا جائے) تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔ 12

محرم دوسرے کے شکار کیے ہوئے گوشت کو کھا سکتا ہے جب کہ شکار کرنے میں مدد نہ کی ہو

1/3731۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (حدیبیہ کے سال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے (راستہ میں قافلہ سے) اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ پیچھے رہ گئے جب ان کے ساتھی احرام باندھے ہوئے تھے اور یہ احرام میں نہ تھے، ان کے رفقاء نے (راستہ میں ایک گورخر دیکھا جب کہ ابوقتادہ کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی (چوں کہ وہ سب احرام کی حالت میں تھے اس لئے) اس کو دیکھنے کے باوجود (اس کا شکار نہیں کیا اور) اس کو چھوڑ دیئے لیکن ابوقتادہؓ نے جب اس گورخر کو دیکھا تو (چونکہ وہ احرام میں نہ تھے اس لئے) اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور (شکار کے لئے) اپنے ساتھیوں سے اپنا چابک مانگا (چوں کہ یہ لوگ احرام میں تھے اور محرم کو شکار کرنے میں مدد نہ کرنی چاہئے اس لئے انھوں نے) چابک دینے سے انکار کردیا۔ ابوقتادہؓ خود (گھوڑے سے اترے اور) اپنا چابک لیا اور گورخر پر حملہ کیا اور اس کا شکار کرلیا اور (شکار کے گوشت کو) خود بھی

کھائے اور ان کے (محرم) ساتھیوں نے بھی کھایا، پھر (اس خیال سے کہ شاید محرم کو شکار کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہئے) پشیمان ہوئے۔ جب یہ سب حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچے تو حضور سے یہ مسئلہ دریافت کیا (کہ کیا محرم دوسرے کے شکار کا گوشت کھا سکتا ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دینے کی بجائے جواز بتانے کے لئے) یہ ارشاد فرمائے کیا تمہارے پاس اس گوشت میں سے کچھ باقی ہے؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور اس کی ران باقی ہے! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لیا اور اسے تناول فرمایا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/3732۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (وہ مسئلہ دریافت کیا) تو حضور نے استفسار فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابوقتادہ سے کہا تھا کہ وہ گورخر پر حملہ کریں۔ یا پھر کسی نے انھیں اشارہ سے شکار کو دکھایا تھا؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تو (ایسی صورت میں تم احرام کے باوجود بھی) اس کے باقی ماندہ گوشت کو کھالو۔

3/3733۔ اور مسلم اور نسائی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا) کیا تم نے شکار کی طرف اشارہ کیا تھا یا شکار کرنے میں ان کی مدد کی تھی تو ان لوگوں نے جواب دیا نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا تم (شکار کے) گوشت کو کھالو!۔

محرم کا کیا ہوا شکار مطلقاً سب کے لئے حرام ہے

ف: واضح ہو کہ محرم کا شکار کرنا یا شکار کروانا یا شکار کو دکھانا یا شکار کرنے میں مدد کرنا یہ سب حرام ہے اور اگر ان مذکورہ چیزوں میں سے اس نے کوئی ایک کام بھی کیا تو اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ البتہ اس شکار کے گوشت کے کھانے کے بارے میں تفصیلات ہیں:

(1) اگر محرم اپنے لئے کوئی شکار کرے یا کوئی اور محرم اپنے لئے یا کسی اور کے لئے شکار کرے تو

ایسے شکار کا گوشت سب کے لئے حرام ہے۔

(2) اگر غیر محرم نے شکار کیا اور محرم کو بطور ہدیہ اس کا گوشت دیا ہو تو محرم ایسا گوشت کھا سکتا ہے۔

(3) محرم ایسے شکار کا گوشت بھی کھا سکتا ہے جس کا شکار کسی غیر محرم نے اس کے لئے کیا ہو مگر شرط یہ ہے کہ اس نے شکار کرنے میں کسی قسم کی اعانت نہ کی ہو۔ نہ اشارہ کیا ہو، اور نہ شکار کا حکم دیا ہو۔ (ماخوذ از: لمعات۔12)

غیر محرم کا شکار محرم کھا سکتا ہے

4/3734۔ عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ وہ حالت احرام میں تھے۔ آپ کے لئے پرندہ کا (پکا ہوا) گوشت (غیر محرم کی طرف سے) بطور ہدیہ آیا۔ اس وقت حضرت طلحہ آرام فرما رہے تھے تو ہم میں سے بعض نے وہ گوشت کھایا اور بعض رکے رہے۔ جب حضرت طلحہؓ بیدار ہوئے تو آپ نے گوشت کھانے والوں کی تائید کی اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں) ایسا ہی گوشت کھایا ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرات عطاء، سعید بن جبیر اور امام احمد رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسا شکار جس کو غیر محرم نے کیا ہو، محرم کے لئے حلال ہے اور یہی مذہب حنفی بھی ہے۔12

مؤذی جانوروں کو ہر مقام اور ہر حالت میں ہلاک کیا جا سکتا ہے

پہلی حدیث

5/3735۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ ایسے جانور ہیں جن کو حدود حرم میں حالت احرام میں مار ڈالنا گناہ نہیں۔ (وہ یہ ہیں) (1) چوہا (2) کوا (3) چیل (4) بچھو (5) کاٹ کھانے والا کتّا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

6/3736۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ پانچ ایسے مؤذی جانور ہیں کہ جن کو (ہر حالت میں) ہلاک کیا جاسکتا ہے۔خواہ حدود حرم میں ہوں یا حرم سے باہر ہوں (خواہ مارنے والا احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کے ہو) وہ جانور یہ ہیں۔

(1) سانپ (2) چتکبرا کوا (3) چوہا (4) کاٹ کھانے والا کتا اور (5) چیل۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مؤذی جانوروں کے اقسام اور ان کے احکام

ف: واضح ہو کہ خشکی کے شکار کی دو قسمیں ہیں:

(1) ایسے جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

(2) ایسے جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔تو ایسے جانور جن کا گوشت حلال ہے محرم کو ان کا شکار کرنا جائز نہیں ہے جیسے ہرن، خرگوش اور ایسے پرندے بھی جن کا گوشت حلال ہے ان کا شکار بھی جائز نہیں۔خواہ وہ خشکی پر رہنے والے ہو یا سمندر پر، اس لئے تمام پرندوں کا شمار خشکی کے جانوروں میں ہوتا ہے اس لئے کہ ان کی پیدائش خشکی پر ہوتی ہے اور وہ صرف غذا کے لئے ضرورۃً سمندر میں جاتے ہیں۔

ایسے جانور جن کا گوشت حرام ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں

(1) ایسے جانور جو طبعاً مؤذی ہوں جیسے بھیڑیا، شیر وغیرہ تو محرم ان جانوروں کو ہر حالات میں، ہر مقام پر ہلاک کرسکتا ہے، اس لئے کہ بغیر کسی سبب کے اذیٰ کا دفع کرنا واجب ہے۔اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ حدیثوں میں ایسے مؤذی جانور کو ہلاک کرنے کی اجازت دی ہے۔(2) مؤذی جانوروں کی ایک قسم وہ ہے جو طبعاً موذی نہیں ہوتے بلکہ انسان کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں جیسے لومڑی، چوہا وغیرہ تو آیت شریفہ " لَاتَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" میں

ایسے ہی جانوروں کا شکار ممنوع ہے۔ بدائع، بذل المجہود۔12

ٹڈے کے مارنے پر کچھ خیرات کردینا کافی ہے

پہلی حدیث

7/3737۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوکر عرض کئے امیر المؤمنین! میں نے احرام کی حالت میں اپنے کوڑے سے ٹڈوں کا شکار کیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (بطور فدیہ) ایک مُٹھی اناج کسی کو خیرات کردو۔اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/3738۔ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے کہ احرام کی حالت میں اگر کوئی شخص ایک ٹڈے کو ماردے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا آؤ تا کہ ہم اس مسئلہ پر حکم لگائیں تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ایک ٹڈے کو مارنے کا صدقہ) ایک درہم ہوگا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر نے کعبؓ سے فرمایا تم کو درہم ہر وقت کہاں سے ملیں گے (حقیقت تو یہ ہے کہ) ایک کھجور ایک ٹڈے مارنے کے معاوضہ میں کافی ہے (یعنی ٹڈا اتنی حیثیت کا نہیں کہ احرام کی حالت میں مارنے پر درہم خیرات کیا جائے بلکہ ایک کھجور ایک ٹڈے کے معاوضہ میں بہت کافی ہے)۔اس کی روایت امام مالک اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہوکہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ احرام کی حالت میں جو کوئی ٹڈے کو مارے تو جو چاہے خیرات کردے، اس لئے کہ اس کا شکار دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے اس لئے شکار کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر ضروری ہے اور ٹڈے کو مارنا یا پکڑنا بغیر کسی تدبیر کے ممکن ہے، اس لئے ٹڈے کا مارنا عام

شکار کی تعریف میں داخل نہیں ہے اسی لئے احرام کی حالت میں ٹڈے کو کا مارنے سے کچھ خیرات کر دینا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عطاء بن ابی رباح کا یہی قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ 12

محرم حملہ کرنے والے درندوں کو ہلاک کرسکتا ہے

9/3739۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ محرم (حالت احرام میں) حملہ کرنے والے درندوں (جیسے شیر، بھیڑیا، ریچھ وغیرہ) کو ہلاک کرسکتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

محرم کس صورت میں درندہ کو ہلاک کرسکتا ہے

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ محرم ایسے درندے کو ہلاک کرسکتا ہے جو حملہ آور ہو اور جس کو ہلاک کئے بغیر دفع کرنا ممکن نہ ہو۔ اور ایسی صورت میں اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں، البتہ ایسے حملہ آور درندہ کو محرم قتل کئے بغیر دفع کرسکتا تھا اور اس نے اس کو قتل کر دیا تو ایسی صورت میں اس پر فدیہ واجب ہوگا۔ اھ، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ایک دفعہ کسی درندہ کو ہلاک کر دیا، اور اس کے فدیہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔ جیسا کہ کوکب دری میں مذکور ہے۔ 12

احرام کی حالت میں بلاضرورت کو نچلی والے جانور کے شکار پر فدیہ واجب ہے: پہلی حدیث

10/3740۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (احرام کی حالت میں) بجّو کے شکار کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا وہ بھی شکار ہے (بلاضرورت اس کو مارا جائے تو اس کے فدیہ میں) محرم کو ایک بکرا ذبح کرنا چاہیئے۔ اس کی روایت ابوداؤد، ابن ماجہ اور درامی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

11/3741۔خزیمہ بن جزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بجّو (کے گوشت) کو کھانے کے بارے میں دریافت کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حیرت سے ان سے) پوچھا کے بجّو (کی طرح کو نچلی والے جانور) کو کوئی کھائے گا؟ پھر میں نے بھیڑیئے (کے گوشت) کو کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تعجب سے پھر ویسا ہی) فرمایا کیا ایسا شخص جس میں بھلائی ہو (یعنی حلال وحرام سے واقف ہو) بھیڑئے کو کھا سکتا ہے؟۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

12/3742۔اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ بھیڑئے کو کون کھائے گا۔

13/3743۔اور مسلم میں اس طرح ہے کہ بجّو کو نچلی والا درندہ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس درندہ کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے جس کے دانت کو نچلی والے ہیں۔

اور (بجّو کے حرام ہونے کی) ایک دلیل زیعلی کی وہ روایت بھی ہے جس کو انھوں نے مسند امام احمد سے بیان کیا ہے اور اس حدیث کی سند قوی ہے اور اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک شیخ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے بجّو کی حرمت کا فتوی دیا تو حضرت سعید بن المسیب نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(13/121) بَابُ الْاِحْصَارِ وَ فَوْتِ الْحَجِّ

(اس باب میں محرم کے حج یا عمرہ سے روک دیئے جانے پر جو پابندیاں اس پر عاید ہوتی ہیں ان کا بیان ہے اور کسی وجہ سے حج کے فوت ہونے پر جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی بیان ہے)

احصار کی تعریف اور اس کے احکام

ف: واضح ہو کہ احصار کا مطلب یہ ہے کہ محرم کو حج کے احرام کے بعد وقوف عرفہ اور طواف زیارۃ جو ارکان حج ہیں دونوں سے ایک ساتھ روک دیا جائے اور اگر محرم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس کو طواف سے روک دیا جائے اور حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر محرم کو وقوف عرفہ اور طواف زیارۃ میں سے کسی ایک رکن کی ادائی سے روک دیا جائے تو احصار نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اگر محرم کو صرف وقوف عرفہ سے روک دیا گیا تو وہ اس شخص کی طرح ہوجائے گا جس کا حج فوت ہوگیا ہو اور وہ ایسی صورت میں طواف زیارت کے بعد احرام کھول دے گا اور اگر اس نے وقوف عرفہ کرلیا تھا اور طواف زیارت سے روک دیا گیا ہے تو وقوف عرفہ کی وجہ سے اس کا حج تو ہوگیا اور وہ طواف زیارت ادا کرنے تک احرام نہیں کھول سکے گا اور اگر وقوف عرفہ کے بعد محرم کو روک دیا گیا۔ یہاں تک کہ ایام تشریق گذر گئے اور اس نے ان ایام کے مناسک ادا نہ کئے ہوں تو اس پر وقوف مزدلفہ کے ترک کرنے پر ایک (1) قربانی رمی جمار کے ترک کرنے پر ایک (1) قربانی اور حلق اور طواف زیارت کی تاخیر پر ایک قربانی امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس لازم ہوگی۔

اور محرم کسی دشمن کے ڈر سے یا کسی بیماری کی وجہ سے روک دیا جائے تو اگر اس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو وہ مکہ معظّمہ کو ایک قربانی یا اس کی قیمت بھیجے کہ وہاں قربانی خریدی جائے اور وہیں ذبح کردی جائے اور اگر اس نے قِران کی نیت سے احرام باندھا تھا تو احصار کی صورت میں دو قربانیاں روانہ کرے اور قربانیوں کے ذبح ہونے تک وہ احرام نہیں کھول سکے گا

بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ ایسی صورت میں قربانیوں کو مکہ معظّمہ میں ذبح کرنے کی تاریخ اور وقت مقرر کردے، اس لئے کہ اس کا احرام کھولنا قربانیوں کے ذبح پر موقوف ہے۔ اس لئے اس کو قربانیوں کے ذبح کا وقت معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ یہ احرام کو ذبح کے بعد کھول سکے اور ایسے شخص پر آئندہ سال فوت شدہ حج ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر احصار کی صورت میں اپنے اندازہ کے مطابق احرام کھول دیا اور بعد میں اس کو علم ہوا کہ قربانیاں احرام کھولنے کے بعد ذبح کی گئیں تھیں تو اس پر جنایت میں ایک اور قربانی ضروری ہوگی، اسی طرح اگر قربانیاں حدود حرم کی بجائے حِل یعنی حرم کے باہر ذبح کردی گئیں تو بھی اس کو جنایت میں ایک اور قربانی ادا کرنی پڑے گی۔ یہ مضمون شرح نقایہ سے ماخوذ ہے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ، فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ، وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ" اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:24، آیت نمبر:196، میں)

حج اور عمرہ کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے پورا پورا ادا کرو پھر اگر (کسی دشمن کی جانب سے یا کسی بیماری کے سبب حج اور عمرہ کے پورا کرنے سے) روک دیئے جاؤ تو (اس حالت میں یہ حکم ہے کہ) قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو ذبح کرے (اور احرام کھول دے) اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈھاؤ، جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے مقام (یعنی حدود حرم میں) نہ پہونچ جائے (یعنی احصار کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ احرام اس وقت کھول دیں جب کہ قربانی کا جانور حدود حرم میں پہونچ جائے اور اس کی قربانی دیدی جائے۔ اس کے بعد یہ سر مونڈھا کر احرام کھول دے۔12)

احصار کی صورت میں محرم قربانی کا جانور ذبح ہونے کے بعد احرام کھولے

1/3744۔ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو صلح حدیبیۃ کے سال جب آپ ﷺ کو اور صحابۂ کرام کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا گیا تھا) تو آپ نے حدود حرم میں قربانی ذبح فرمائی پھر سر منڈھایا (اور احرام کھول دیا) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

احصار کی تعریف اور اس کی قضاء کا بیان

2/3745۔اور (موطاء) امام محمد اور امام طحاوی کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے (حج یا عمرہ سے) رک جانے والے کو ویسا ہی قرار دیا جو دشمن کی وجہ سے (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے۔ پھر آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر اس کو سانپ نے کاٹ دیا جس کی وجہ سے وہ عمرہ کے لئے نہ جاسکا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا وہ (مکہ معظّمہ) قربانی روانہ کرے اور اپنے ساتھیوں سے اس دن کا وعدہ لے جس میں قربانی کے جانور کو اس کی طرف سے ذبح کیا جائے تو جب اس کی طرف سے وہ جانور ذبح کردیا جائے تو یہ احرام کھول دے اور اس (فوت شدہ) عمرہ کے بدلے میں اس کو ایک عمرہ (بطور قضاء کے) ادا کرنا ہوگا۔

عمرہ کا احرام باندھنے والا احصار کی صورت میں قربانی کے بعد حلق یا قصر کے بغیر احرام کھول سکتا ہے

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے ''فَاِذَا نُحِرَ الهَدَيِ حَلَّ'' کہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد احصار کی صورت میں ایسا شخص اس وقت احرام کھول دے جب اس کی طرف سے حدود حرم میں قربانی کا جانور ذبح کردیا جائے چونکہ یہاں حلق یا قصر کا ذکر نہیں ہے اس لئے ایسے شخص پر واجب نہیں کہ وہ حلق یا قصر کرنے کے بعد ہی اپنا احرام کھولے بلکہ وہ حلق یا قصر کے بغیر ہی احرام کھول سکتا ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ یہ ہدایہ میں مذکور ہے۔

دوسری حدیث

3/3746۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم (حدیبیۃ کے سال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے (اور ہم حدیبیہ کے پاس پڑاؤ ڈالے) تو کفار

قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کو طواف کعبہ سے روک دئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حدود حرم میں) اپنی اونٹنیوں کو ذبح فرمایا اور اپنا سر بھی منڈھایا۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

احصار کے وقت اگر قربانی خارج حرم دی گئی ہے تو قضاء کے وقت دوبارہ قربانی داخل حرم دینا چاہئے

4/3747۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ کے سال جب کہ کفار قریش نے عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا تو خارج حرم اپنی اونٹنیوں کو ذبح کردیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کو حکم دیا کہ ان جانوروں کے بدلہ میں (جو خارج حرم ذبح کئے گئے تھے) عمرۃ القضاء کے موقع پر اور جانور ذبح کردیں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے طیبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جن حضرات کے پاس احصار کی وجہ سے قربانی دینا واجب ہے ان کا یہ قول ہے کہ دمِ احصار حدود حرم میں دیا جائے اسی وجہ سے عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے وقت جن صحابہ نے خارج حرم قربانی دی تھی ان کو بدلہ میں داخل حرم قربانی دینے کا حکم دیا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو صحابہ آپ کے قریب تھے انہوں نے داخل حرم قربانی دی تھی اس لئے ان حضرات نے اس موقع پر مکرر قربانی نہیں دی اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

احصار کی صورت میں آئندہ سال حج یا عمرہ کی قضاء واجب ہوگی

5/3748۔ حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کسی شخص کے حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد) اس کا پیر ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے تو (اس کو چاہئے کہ مکہ معظمہ ھدی روانہ کرکے قربانی کے بعد) احرام

کھول دے اور آئندہ سال اس (عمرہ یا) حج کی قضاء واجب ہوگی۔ حضرت عکرمہ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں دریافت کیا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ حجاج بن عمرو انصاری نے صحیح روایت کی ہے۔اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

6/3749 ۔ اور ابو داؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ کوئی شخص (احرام باندھنے کے بعد) بیماری کی وجہ سے بھی (حج یا عمرہ سے) رک جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ وہ ھدی بھیج کر احرام کھول دے اور آئندہ سال قضاء کرلے) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔اور دوسرے مخرجین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور حاکم نے مستدرک میں اور ذھبی نے اپنی تلخیص میں کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرائط کے مطابق حدیثِ صحیح ہے۔

احصار کے اسباب اور محصر ھدی روانہ کئے بغیر احرام نہیں کھول سکتا

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احصار یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد رک جانا، دشمن یا بیماری یا عدم نفقہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور احصار کی صورت میں ضروری ہے کہ محصر مکہ معظّمہ کو قربانی روانہ کرے کہ وہ حدودِ حرم میں ذبح کی جائے اور جس شخص کے ذریعہ قربانی بھیجی جارہی ہو، اس سے قربانی کا وقت مقرر کرلے تاکہ اندازہ کے مطابق جب حرم میں قربانی دی جائے تو یہ احرام کھول سکے اور آئندہ سال اس حج کی قضاء کرے اور اگر ھدی کا روانہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ احرام نہیں کھول سکتا۔ اگرچہ کہ احرام میں رہنے سے اس پر کئی جنایات واجب ہوجائیں۔ یہ عرف شذی سے ماخوذ ہے۔12

حج فوت ہونے کی صورت میں عمرہ کر کے احرام کھول دے قربانی دینے کی ضرورت نہیں

7/3750۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص عرفات میں (کم از کم) رات میں (تھوڑی دیر کے لئے بھی) ٹھہر جائے تو اس کو حج مل گیا (اگر چیکہ وقوف عرفہ کا وقت نویں ذوالحجہ کے زوال سے لے کر دسویں ذوالحجہ کی فجر سے پہلے تک ہے) اور جس کسی کو رات میں بھی وقوف عرفات کا موقع نہ ملے تو اس کا حج فوت ہوگیا، تو اس کو چاہئے کہ (حج کے بقیہ مناسک چھوڑ دے (اور صرف) عمرہ کے افعال ادا کر کے (یعنی طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ کے بعد سر مونڈھوا کر) احرام کھول دے اور (اس فوت شدہ حج کی) آئندہ سال قضاء کرلے۔ (اور اس پر محصر کی طرح قربانی ادا کرنا واجب نہیں ہے)۔

اس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں اور ابن عدی نے الکامل میں روایت کیا ہے۔

8/3751 ۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں اسود بن یزید رحمہ اللہ سے اس طرح مروی ہے، اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جس شخص کا حج فوت ہوجائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا وہ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے اور اس پر آئندہ سال (فوت شدہ) حج کی قضاء واجب ہوگی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قربانی کا ذکر نہیں فرمایا (یعنی حج کے فوت ہونے کی صورت میں محرم پر قربانی دینا واجب نہیں۔ جیسا کہ احصار کی صورت میں قربانی دینا واجب ہے) اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے یہی مسئلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو حضرت زید بن ثابتؓ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح جواب دیا۔ (چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو حج کا احرام باندھے اور اس سے وقوف عرفہ فوت ہوجائے تو اس کا حج فوت ہوگیا، تو اس کو چاہئے کہ طواف کرے، سعی کرے اور احرام کھول دے آئندہ سال فوت شدہ حج کی قضاء کرے اور اس پر قربانی دینا واجب نہیں ہے اور یہی مذہب حنفی ہے)۔

احرام کو کسی شرط سے مشروط کرنا جائز نہیں

9/3752۔ سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (احرام باندھتے وقت احرام کو) کسی شرط سے مشروط کرنا ناجائز سمجھتے تھے اور یوں فرماتے کہ کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کافی نہیں کہ حضور احرام کو کسی شرط سے مشروط نہیں فرماتے تھے (اور یہ بھی ارشاد فرماتے کہ) کوئی چیز کسی کو (احرام باندھنے کے بعد) حج سے روک دے تو (احرام کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ) وہ کعبۃ اللہ آئے، طواف کرے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، سر مونڈھائے یا بال کتروائے پھر احرام کھول دے اور آئندہ سال اس حج کی قضاء کرے۔ اس کی روایت نسائی، دارقطنی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت نے حج میں احرام کو مشروط کرنا درست قرار نہیں دیا اور تابعین کی ایک جماعت اور امام مالک کی بھی یہی رائے ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ حج میں احرام باندھتے وقت کوئی شرط لگانا درست نہیں ہے۔

حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ہے

10/3753۔ عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ حج عرفہ ہے (یعنی حج کا سب سے برا رکن نویں ذوالحجہ کو زوال سے لے کر دسویں کی فجر سے پہلے تک عرفات میں ٹھہرنا ہے جو فرض ہے) تو جو کوئی مزدلفہ یعنے دسویں ذوالحجہ کی رات عرفات (میں قیام) کو پالیا تو گویا اس نے حج کو پالیا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ) منی میں (قیام کے) تین دن ہیں: (گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ)۔ تو جو کوئی (پہلے دو دن یعنی گیارھویں اور بارھویں کو (کنکریاں مارکر روانہ ہونے میں عجلت کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور کوئی شخص تیرھویں تک ٹھہر کر تاخیر کرے (اور

تیرھویں کو کنکریاں مار کر روانہ ہو) تو اس پر بھی گناہ نہیں۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(14/122) بَابُ حَرَمِ مَكَّةَ –حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى–

(اس باب میں حرم مکہ کی حرمت اور فضیلت کا بیان ہے)

–اللہ تعالی اس کو تمام آفتوں سے محفوظ رکھے–

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعالىٰ:'' وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ ال عمران،پ:4،ع:10،آیت نمبر:97،میں) جو شخص کعبۃ اللہ کے حدود میں داخل ہو جائے وہ (شرعاً) امن والا ہو جاتا ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدود حرم بیت اللہ شریف سے مشرق کی جانب چھ(6) میل،مغرب کی جانب چوبیس(24) میل،شمال کی جانب اٹھارہ(18) میل اور جنوب کی جانب چوبیس(24) میل ہے اس لئے ان حدود میں جو شخص داخل ہو جائے تو وہ اللہ تعالی کی حفاظت میں آجاتا ہے۔اور اس کو ان چیزوں سے امن حاصل ہو جاتا ہے۔ایک دوزح کی آگ سے،دوسرے مؤذی امراض جیسے جذام اور برص وغیرہ سے اور تیسرے دشمن کے خوف اور قتل وقصاص سے اور اگر کوئی قاتل حدود حرم میں پناہ لے تو حدود حرم میں اس کا قصاص نہیں لینا چاہئے بلکہ اس کا کھانا پانی بند کر دینا چاہئے کہ وہ مجبور ہو کر حدود حرم سے باہر آجائے اور وہاں قصاص لیا جائے۔اسی طرح حدود حرم میں جانوروں کا شکار بھی منع ہے۔ تفسیرات احمدیہ۔12

حدود حرم کی حرمت،آداب اور عظمت کا بیان

1/3754۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا۔(چونکہ مکہ معظّمہ آج سے دار الاسلام بن گیا ہے۔ اور قیامت تک دار الاسلام رہے گا۔اس لئے یہاں سے ہجرت (اب فرض نہیں) البتہ جہاد کی فرضیت

(قیامت تک) باقی رہے گی اور (ہر عمل میں) اخلاص نیت (کی اہمیت، فضیلت اور ثواب) باقی رہے گی۔ اس لئے جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم نکل پڑو، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس مبارک شہر کی حرمت کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن سے ہی قائم فرمادیا ہے اور قیامت تک اللہ تعالی کی طرف سے اس (مقدس سر زمین) کی حرمت قائم رہے گی اور اس کی اس شرعی حرمت کا حکم قیامت تک باقی رہے گا) اور (آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ) اس سرزمین پر قتال کسی کے لئے مجھ سے پہلے (اور نہ میرے لئے) جائز کیا گیا اور نہیں جائز کیا ایک قتال میرے لئے بھی اس میں مگر ایک ساعت کے لئے (یعنی فتح مکہ کے دن صرف ایک ساعت کے لئے جائز کیا گیا) پھر وہ ساعت (جس میں قتال کی اجازت ملی تھی اٹھالی گئی اور) قیامت تک اس (میں قتال) کی حرمت علی حالہ باقی رہے گی (اور کبھی کسی صورت میں منسوخ نہیں ہوگی، اس مقدس سرزمین کی حرمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ) اس سرزمین کا کوئی خاردار جھاڑ بھی (اگر چہ کہ وہ ایذاء دے) نہ کاٹا جائے اور اسی طرح حرم کے شکار کو بھی نہ بھگایا جائے (اور نہ اس کا شکار کیا جائے)۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر اِذخر کو مستثنیٰ کیا جائے، اس لئے کہ وہ لوہاروں کی ضرورت اور گھروں میں استعمال کی چیز ہے تو آپ نے فرمایا ہاں اذخر کاٹی جاسکتی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔

2/3755۔ اور ابن المنذ ر نے کہا ہے کہ ہم کو حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ حرم مکہ کے لقطہ یعنی گری پڑی چیز کا حکم بھی وہی ہے جو عام مقامات میں گری ہوئی چیزوں کا حکم ہے۔

دارالکفر سے دارالاسلام کی ہجرت کا بیان

ف(1): واضح ہو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ہر اس مسلمان پر جو ہجرت کرسکتا تھا، مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرض تھی لیکن جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو اس ہجرت کی فرضیت باقی نہیں رہی۔ البتہ دین کی حفاظت کے لئے دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کا حکم ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔ جیسا کہ حدیث شریف کے اس ارشاد ''ولکن جهاد وَنِيَّة'' سے واضح ہے۔

حرم مکہ کے درختوں اور خودرو جھاڑیوں کے احکام

ف(2): واضح ہو کہ حرم مکہ کے درخت دو طرح کے ہوتے ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے۔ پہلی قسم ایسے درختوں کی ہے جن کو انسان بوتے اور لگاتے ہیں یا تو وہ عام انسانی ضرورت کے ہونگے یا عام ضرورت کے نہ بھی ہوں لیکن انسان کے ہاتھوں لگائے گئے ہوں تو ایسے تمام درختوں کے کاٹنے یا ان سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ایسی صورت میں کوئی تاوان دینا پڑتا ہے۔

حرم کے درختوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کو خودرو کہتے ہیں، یا تو وہ کسی کی ملک میں ہوں گے یا کسی کی ملک میں نہ ہونگے ہر دو صورتوں میں ایسے درختوں کا کاٹنا اکھیڑنا اور ان سے نفع اٹھانا منع ہے، اگر غلطی سے ایسا کر دیا جائے تو اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا اور ان کی قیمت خیرات ادا کرنی پڑے گی۔ حرم کی گھانس کا بھی یہی حکم ہے کہ جانوروں کو بھی اسے چرایا نہ جائے۔ البتہ اِذخر نامی گھانس اس حکم سے مستثنٰی ہے اس لئے کہ وہاں کے باشندوں کی عام ضروریات اس سے پوری ہوتی ہیں اور اسی طرح حرم کے ایسے درخت بھی اس حکم سے مستثنٰی ہیں جو خشک ہوگئے ہوں، اور اب ان میں نُمو باقی نہ ہو تو ایسی صورت میں ان سے نفع اٹھایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ماخوذ از: ''عنایہ اور فتح القدیر''۔12

حرم کے لقطہ کے احکام

ف: (3) واضح ہو کہ حرم کے لقطہ یعنی گری پڑی چیز کا وہی حکم ہے۔ جو عام مقامات کا حکم ہے اس کی تفصیل یہ ہیکہ نقطہ کو اٹھانے کے بعد وہ اس پر ایک یا دو عادل گواہ بنائے، اس کو نہ چھپائے اور غائب بھی نہ کرے، اور لقطہ کو وہی شخص اٹھائے جو اس چیز کے اعلان کی ذمہ داری ایک سال تک کے

لئے لے سکتا ہو۔اس لئے جو شخص یہ ذمہ داری نہیں لے سکتا اس کو چاہیئے کہ گری پڑی چیز کو نہ اٹھائے۔
چونکہ حج کے موقع پر لوگ مسافرت میں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایسی ذمہ داری اٹھانے کے موقف میں نہیں ہوتے۔اس لئے حجاج کو چاہئے کہ وہ گری پڑی چیزوں کو نہ اٹھائیں۔لقطہ کو اٹھانے والے شخص پر یہ ضروری ہے کہ وہ اس چیز کا اعلان جامع مسجد،میلوں اور عام اجتماعات کے مقامات پر کرے۔تاکہ اس چیز کا مالک واقف ہو،اور نشان دہی کر کے اس چیز کو حاصل کرلے۔اور اگر مال کے اٹھانے والے نے ایک سال تک اعلان کیا اور مالک کا پتہ نہ چلا تو اس کا حکم یہ ہے کہ لقطہ اٹھانے والا اگر غنی ہے تو اس مال سے استفادہ نہ کرے بلکہ اس کو خیرات کردے اور اگر بعد میں مالک آجائے تو اس کی قیمت ادا کردے اور اگر لقطہ کا اٹھانے والا محتاج ہے تو مدت گذرنے کے بعد اس کو استعمال کرسکتا ہے اور استعمال کے بعد مالک آجائے تو اس محتاج پر لوٹانے کی یا قیمت ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں۔
(فتح القدیر،ہدایہ،مرقات،بذل المجھود)12

حرم میں گم شدہ چیز کا حکم

3/3756۔معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے حرم میں کسی کی ایک گم شدہ چیز ملی ہے اور میں اس کا برابر اعلان کرتی رہی ہوں لیکن اب تک مجھے اس کا مالک نہیں ملا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم اس کو استعمال کرلو۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

4/3757۔اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہاں(مکہ مکرمہ) کی گھاس نہ اکھاڑی جائے،تو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''اِذْخِرْ''(جو ایک قسم کی گھاس ہے) کی اجازت عطا فرمایئے، چونکہ وہ کناروں کے پاس اور گھروں میں کام آتی ہے،تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے کاٹنے کی اجازت ہے۔

5/3758۔بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہاں ''مکہ مکرمہ'' کا درخت نہ کاٹا جائے۔

حرم میں قتال اور قصاص جائز نہیں

6/3759۔ ابوشریح رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ عَمرو بن سعید (جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی کے لئے) مکہ معظّمہ کو لشکر بھیجا کرتا تھا (اور اس کا یہ عمل مکہ معظّمہ کی حرمت کے خلاف تھا اس موقع پر) حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید سے فرمایا اے امیر! تم مجھے اجازت دو کہ میں تمہیں اس بارے میں ایک حدیث سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ میں ارشاد فرمایا جس کو میرے ان کانوں نے سنا ہے اور دل نے محفوظ رکھا ہے اور میری آنکھوں نے جو دیکھا وہ یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مکہ معظّمہ کو عظمت اور بزرگی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور لوگوں نے اس کو یہ عظمت نہیں دی ہے۔ اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ جائز نہیں ہیکہ اس میں (یعنی حدودِ حرم میں) خونریزی کرے اور نہ اس کو یہ جائز ہے کہ وہ حرم کے درختوں کو کاٹے (اس کے بعد حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہٗ نے یہ فرمایا) کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قتال فرمایا تھا اس کو نظیر بنا کر کوئی خود بھی قتال کو جائز سمجھے تو اس کا جواب یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے (چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آج کے دن کی ایک ساعت میں لڑنے کی اجازت دی اور اس کی عظمت وحرمت کو حسب دستور بحال کردیا گیا یعنی آج اس کی وہی حرمت ہے جو کل تھی تو جو آج یہاں اس وقت حاضر ہیں۔ ان پر یہ لازم ہے کہ میرا یہ حکم اُن کو پہونچادیں جو یہاں حاضر نہیں۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

7/3760۔اور صاحب مدارک نے بیان کیاہیکہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر مجھے حرم میں (میرے والد) خطّاب کا قاتل بھی مل جائے تو (قصاص میں قتل کرنا تو کجا) اس کو چھوؤں گا بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ حرم کے باہر نکل جائے۔

ف: (1) اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اس کو جائز نہیں کہ مکہ معظّمہ میں خون بہائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس ارشاد نبوی سے استدلال فرمایا ہے کہ جو شخص حرم کے باہر قتل کر کے حرم میں پناہ لے اس کو قتل نہ کیا جائے، جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12

ف(2): واضح ہو کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتال کی جو اجازت ملی تھی وہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12

حرم میں قصاص کب جائز ہے؟

ف(3) واضح ہو کہ ضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خطّاب کا قاتل مجھے حرم میں مل جائے تو میں اس کو حرم سے باہر ہونے تک نہیں چھوؤں گا۔ اس سے احناف نے استدلال کیا ہے جو شخص حرم کے باہر کسی کو قتل کرے اور حرم میں وہ پناہ لے تو حرم میں اس کا قصاص جائز نہیں۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس ایسے شخص کا قصاص حرم میں جائز ہے۔ البتہ جو شخص حرم میں کسی کو قتل کر دے تو اس کا قصا حرم میں بالاتفاق سارے ائمہ کے پاس جائز ہے۔ (ماخوذ از: ''تفسیرات احمدیہ'')۔12

بلاضرورت حرم مکہ میں ہتھیار کے ساتھ داخل ہونا ممنوع ہے

8/3761۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے کسی کو یہ جائز نہیں کہ (بلاضرورت) مکہ معظّمہ میں ہتھیار باندھ کر داخل ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

9/3762۔ اور بخاری کی ایک روایت میں براء رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے وہ

فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عمرۃ القضاء کے موقع پر) ذوالقعدہ میں عمرہ ادا فرمایا (اور ہتھیار کے ساتھ) مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو) اہل مکہ نے اس طرح داخلہ سے منع فرمایا۔ پھر یہ طے ہوا کہ ہتھیار کے ساتھ داخل ہوسکتے ہیں، مگر یہ کہ ہتھیار بند رہیں۔

بغیر احرام کے میقات پر سے گذرنا منع ہے

10/3763۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص (بیرون میقات سے داخل حرم ہونا چاہے اور اس کی غرض حج کی ہو، یا عمرہ کی یا تجارت کی یا سکونت کی ہر حال میں وہ میقات سے بغیر احرام کے نہ گذرے البتہ وہ لوگ جو اندرون میقات سکونت رکھتے ہوں اس حکم سے مستثنیٰ رہیں گے)۔

اس حدیث کی روایت ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ میقات پر سے احرام کے ساتھ گذرنے کے تفصیلی احکام کتاب المناسک کی حدیث (3526) میں گذر چکے ہیں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے 12

جو کعبۃ اللہ کو تباہ کریں گے وہ خود تباہ ہوجائیں گے

11/3764۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آخری زمانہ میں قیامت کے قریب) ایک لشکر کعبۃ اللہ پر چڑھائی کرے گا (تا کہ اس کو ڈھادے) جب وہ (اس ارادے سے) ایک میدان میں جمع ہوں گے تو ان (سب کو) اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اوّل سے آخر تک انکو کیسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں کچھ تو بازار والے لوگ ہوں گے اور بعض ایسے بھی ہوں گے جو

(عقیدہ کے اعتبار سے) ان کے ہم خیال نہ ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا اس کے باوجود بھی ان سب کو جو اس لشکر کے ساتھ ہوں گے، زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ البتہ (قیامت کے دن) ان کی نیتوں کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نیکوں پر بروں کے ساتھ رہنے سے دنیا میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن آخرت میں جیسے نیت ہوگی ویسا بدلہ ملے گا۔ 12

جب کعبہ ڈھا دیا جائے گا تو قیامت قائم ہوجائے گی

پہلی حدیث

12/3765۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب جب کہ عبادت گذار بندے نہ رہیں گے تو ایک (ضعیف الخلقۃ) حبشی آدمی جس کی چھوٹی اور پتلی پنڈلیاں ہوں گی کعبۃ اللہ شریف کو ڈھا دے گا (اس کے بعد ہی قیامت قائم ہوجائے گی)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

13/3766۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس حبشی آدمی کے بارے میں جو قیامت کے قریب کعبہ کو ڈھا دیگا) ارشاد فرمایا کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ کالے رنگ کا ہوگا اور اس کے پیر کے پنجے چھوٹے اور سکڑے ہوئے ہوں گے اور ایڑیاں پھیلی ہوئی ہوں گی اور وہ کعبۃ اللہ شریف کے پتھر کو ایک ایک کر کے نکالتا ہوگا۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مسلمانوں کی تباہی کا سبب حرم کی بے حرمتی ہوگی

14/3767۔عیاش بن ابی ربیعة المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ امت مسلمہ اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک وہ (کعبۃ اللہ شریف کی) حرمت اور تعظیم پوری طرح کرتی رہے گی، جیسا کہ اس کا حق ہے۔اور پھر جب وہ اس کی تعظیم کو ضائع کردے گی تو ہلاک ہوجائے گی۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ صدر کی یہ حدیث شریف بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روشن معجزہ ہے کہ مسلمان جب تک حرمین شریفین کی تعظیم کرتے رہے پوری دنیا پر غالب رہے اور یہ یزید کے پہلے تک کا زمانہ ہے لیکن یزید نے جب مدینہ پاک کی بے حرمتی کی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مقام حرہ میں (جو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے) قتل کیا اور مسجد نبویؐ میں گھوڑے بندھوائے جو روضۂ اطہر کے قریب لید کرتے تھے اور عبدالملک بن مروان نے اپنے دوران حکومت میں حجاج کے ہاتھوں مکہ معظّمہ پر حملہ کروایا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا۔اس وقت سے آج تک تباہی اور خوں ریزی کا سلسلہ جاری ہے۔12

حرم میں چور بازاری کی وعید

15/3768۔یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حرم میں غلہ روکے رکھنا (تاکہ جب وہ کم ہوجائے تو گراں بیچ کر زیادہ فائدہ اٹھائیں) بڑی بے دینی اور کجروی کی بات ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ غلہ کا احتکار یعنی غلہ روکے رکھنا کہ جب وہ کم ہوجائے تو اس کو گراں بیچ کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ہر مقام پر منع ہے اور گناہ کا کام ہے مگر میں گناہ اور شدید اس لئے ہوجاتا ہے

کہ سورۂ حج میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ حرم میں کوئی بے دینی کا کام کرے تو وہ عذاب الیم کا مستو جب ہوجاتا ہے۔اس لئے حرم میں احتکار پر سخت وعید ہے جو حرمت و تعظیم حرم کے منافی ہے۔12

مکہ معظّمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا بیان

16/3769۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جب کہ آپ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے جارہے تھے) مکہ معظّمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تو کتنا اچھا اور پاکیزہ شہر ہے اور تو مجھے کس قدر عزیز ہے! اگر میری قوم- یعنی قریش- مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہیں کرتا۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

17/3770 ۔ اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج مناسک کے پورے ہوجانے کے بعد حاجیوں میں درہ لئے ہوئے پھرتے اور (مختلف مقامات میں ان حضرات سے) یوں فرماتے اے یمن والو! تم اپنے ملک یمن کو چلے جاؤ۔اے شام والو! تم ملک شام کو روانہ ہوجاؤ۔اور اے عراق والو! تم اپنے ملک عراق کو واپس ہوجاؤ (حج سے فراغت کے بعد تمہارا اپنے اپنے ملکوں کو روانہ ہوجانا) تمہارے دلوں میں کعبۃ اللہ شریف کی عظمت کو باقی رکھنے کا سبب ہوگا۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب (دوسرے ملکوں سے مکہ معظّمہ) حج کے لئے تشریف لاتے اور پھر واپس ہوجاتے اور (درمیان سال میں پھر) عمرہ کے لئے مکہ معظّمہ آتے پھر یہاں سے واپس ہوجاتے اور (مکہ معظّمہ) میں (مستقل) سکونت (اختیار نہیں کرتے تھے (تا کہ اشتیاق باقی رہے جو بقاءِ عظمت کا سبب ہے) جیسا کہ کسی شاعر کہا ہے:

جب تک ملے نہ تھے تو جدائی کا تھا ملال
اب یہ ملال ہے کہ تمنا نکل گئی

حرمین کی فضیلت کا بیان

ف: واضح ہو کہ صدر کی حدیث جس کی روایت ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر قریش مکہ معظمہ سے مجھے نہ نکالے ہوتے تو میں مکہ معظّمہ کے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا۔

اس بارے میں لُباب اور اس کی شرح میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا کے سارے شہروں میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کو فضیلت حاصل ہے (اللہ تعالی ان دونوں پاک شہروں کی عظمت کو زائد فرمائے) البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ ان دونوں شہروں میں افضلیت کس شہر کو حاصل ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ مکہ معظّمہ افضل ہے اور یہ تینوں ائمہ کا مذہب ہے، اور بعض صحابہ کرام سے یہی مروی ہے اور صدر کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے اور یہ بعض مالکی اور بعض شافعی حضرات کا قول ہے اور بعض صحابہ کرام سے بھی یہی منقول ہے اور غالبًا مکہ معظّمہ پر مدینہ منورہ کی فضیلت اُس زمانہ کی بات تھی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پاک میں رونق افروز تھے یا مہاجرین رضی اللہ عنہم کے لئے مکہ معظّمہ پر مدینہ منورہ کو فضیلت حاصل تھی۔

یہ ردالمختار میں مذکور ہے۔

حرمین میں مستقلاً سکونت سے قلت ادب کا احتمال ہے

اب رہا یہ سوال کہ حرم مکہ مکہ یا حرم مدینہ کی مجاورۃ یعنی یہاں سکونت کا اختیار کرنا تو اس بارے میں بعض شافعی حضرات کا قول یہ ہے کہ مجاورۃ حرمین ایسے حضرات کے لئے مستحب ہے جن کو اس بات کا یقین ہو کہ یہاں قیام کے درمیان وہ کسی برائی کے مرتکب نہیں ہوں گے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ مجاورۃ حرمین مطلقاً مکروہ ہے یہ درمختار میں مذکور ہے۔ اور ردالمختار میں یہ لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس حرمین میں

سکونت اختیار کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ مستقل سکونت سے قلت ادب اور بیزارگی کا اندیشہ لگا رہتا ہے اوراس کے علاوہ حرم مبارک کے جو لوازم ہیں اس کی پابجائی مستقلاً رہنے والے پر دشوار ہو جاتی ہے۔ اسی لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امت کے محطاط علماء نے حرمین میں مستقلاً سکونت مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ یہاں مستقلاً سکونت کو مباح قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس پر لوگوں کا عمل بھی ہے اور علامہ فارسی نے بیان کیا ہے کہ اس بارے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ یہ ملتقطات سے ماخوذ ہے۔12

سرزمین مکہ اللہ تعالی کے پاس محبوب ترین سرزمین ہے

18/3771۔عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام ''جَزْوَرَق'' پر کھڑے ہوئے (مکہ معظّمہ کی تعظیم میں) یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا (اے سرزمین کعبہ) بخدا تُو اللہ تعالی کی زمینوں میں بہترین اور اللہ تعالی کے پاس سب سے زیادہ محبوب سرزمین ہے اگر مجھے تیرے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں ہرگز نہ نکلتا۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

قبر شریف کی زمین فضیلت میں عرش سے بڑھ کر ہے

ف: اس حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ معظّمہ کی عظمت کے بارے میں یہ ارشاد ہے (اے سرزمین مکہ) تو اللہ کے زمینوں میں سب سے بہتر سرزمین ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مکہ معظّمہ کو مدینہ منورہ پر فضیلت حاصل ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ البتہ وہ بُقعۂ مبارکہ یعنی قبر شریف کا وہ حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء مبارک سے مس کیا ہوا ہے مکہ معظّمہ بلکہ کعبۃ اللہ شریف اور عرش سے بھی افضل ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے۔ مرقات۔12

(15/123) بَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

–زَادَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا–

(اس باب میں مدینہ منورہ کی فضیلتوں کا بیان ہے، اللہ تعالی اس ارض پاک کی عظمت کو بڑھائے)

مدینہ منورہ میں شکار کرنا حلال ہے

1/3772۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکا تھا جن کو ابوعمیر کہا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ہنسی اور دلجوئی کی باتیں فرمایا کرتے تھے جب کبھی وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے ،اوران کے پاس ایک پرندہ ہوتا تھا (جس کو انھوں نے پکڑ رکھا تھا) ایک مرتبہ ابوعمیر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رنجیدہ پایا تو دریافت فرمایا: ابوعمیر رنجیدہ کیوں ہیں؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! ان کا پرندہ" نُغَیْر "، مر گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوعمیر تمہارا" نُغَیْر " کیا ہوا۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے۔

اور اسی طرح ترمذی،نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔

مدینہ منورہ میں شکار کے جائز ہونے کی تحقیق

ف:اس حدیث شریف سے واضح ہوگا کہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ایک پرندہ کو

حبس کر رکھا تھا اور اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقف تھے، جس سے ان کو روکا بھی نہیں گیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظّمہ میں شکار کی جو ممانعت ہے وہ مدینہ منورہ میں نہیں ہے۔ اگر مدینہ منورہ میں شکار ممنوع ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوعمیر کو اس کی اجازت نہیں دیتے جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور علامہ توربشتی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر مدینہ منورہ میں شکار حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نغیر کے شکار پر سکوت نہیں فرماتے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں شکار ممنوع نہیں ہے جیسا کہ مکہ معظّمہ میں منع ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12

مدینہ منورہ میں درختوں کا کاٹنا جائز ہے

2/3773۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جب مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا اور بنونجار (کی جس زمین کو پسند فرمایا تو ان) سے ارشاد فرمایا کہ تم اس کی قیمت لے لو۔انہوں نے عرض کیا ہم اس کی قیمت تو اللہ تعالی ہی سے لیں گے (یعنی دنیا میں ہم کو اس کا معاوضہ مطلوب نہیں ہے، جب یہاں مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا تو) اس زمین میں مشرکین کی قبریں تھیں ان کو اکھاڑ دیا گیا اور اس میں جو ٹیلے تھے ان کو برابر کیا گیا اور کھجور کے جو پیڑ تھے ان کو کاٹ دیا گیا اور کھجور کے تنوں کو مسجد کے قبلہ کی جگہ جما دیا گیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اس زمین میں کھجور کے جو پیڑ تھے ان کو کاٹ دیا گیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مدینہ منورہ میں درختوں کا کاٹنا حرام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ان درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں دیتے۔اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں شکار کرنے اور درختوں کو کاٹنے کی ممانعت ایسی نہیں ہے جیسے مکہ معظّمہ میں ہے (ماخوذ از: مرقات)۔12

مدینہ منورہ میں شکار حلال ہے

3/3774۔سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے (ایک مرتبہ) دریافت فرمایا تم کہاں تھے (وہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں شکار کرنے کے لئے باہر نکل گیا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہاں (شکار کرکے آئے ہو) میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شکار کی جگہ بتائی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضور ﷺ کو وہ جگہ زیادہ پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم (شکار کے لئے) عقیق جاتے تو میں بھی تمہارے ساتھ شکار میں رہتا (یا اگر تمہارے ساتھ نہ چل سکتا اور تم عقیق سے شکار کرکے) واپس ہوتے تو تم سے ملتا۔اس لئے کہ عقیق کی سرزمین مجھے بہت محبوب ہے (اور وہاں کا شکار مجھے بے حد پسند ہے)۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے کی ہے۔

4/3775۔اور طبرانی نے بھی اس کی روایت ایسی سند کے ساتھ کی ہے جس کو امام منذری نے حُسن قرار دیا ہے۔

مدینہ منورہ میں شکار حلال ہونے کی تحقیق

ف: واضح ہو کہ صاحب نخبہ نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف سے صراحت کے ساتھ واضح ہے کہ مدینہ منورہ میں شکار جائز ہے۔اس لئے کہ سرزمینِ عقیق مدینہ منورہ میں داخل ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقیق کا شکار اس لئے پسند تھا کہ یہاں کے جانور مدینہ منورہ کی نباتات کھاتے ہیں اس لئے عقیق کے شکار کو دوسرے مقامات کے شکار پر فوقیت ہے جیسے مدینہ منورہ کے پھلوں کو دوسرے مقامات کے پھلوں پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔اھ

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر مدینہ منورہ کا شکار جائز نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیق میں شکار کرنے کو پسند نہیں فرماتے۔اور اس حدیث سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ میں

شکار حلال ہے۔12

مدینہ منورہ کے درختوں کی بوٹی کاٹی جاسکتی ہے

5/3776۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوہِ احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں،اس لئے جب کبھی تم وہاں (یعنی کوہِ احد کے پاس) پہونچو تو اس کی بوٹی اگرچہ کہ خاردار ہو، کھا لیا کرو۔

اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے اور طبرانی سند میں کثیر بن زید ایک راوی ہیں جس کو امام احمد اور دیگر ائمہ محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابن شیبہ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ کوہ احد کے درختوں کی بوٹیاں کاٹی جاسکتی ہیں اور کوہ اُحد مدینہ منورہ میں واقع ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے درختوں کو کاٹا جاسکتا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔12

قیام مدینہ میں وہاں کی مشقتوں پر صبر کرنا حضور کی شفاعت کا باعث ہے

6/3777۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں سے جو بھی شخص مدینہ منورہ کی سختی (اور بھوک، سردی یا گرمی) پر صبر کریگا تو میں اس کے لئے قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

7/3778۔اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مدینہ منورہ میں جو لوگ سکونت اختیار کرتے ہیں دین و دنیا کی بھلائی کے لئے) مدینہ ان کے لئے بہتر ہے، اگر وہ یہاں کے برکات اور یہاں کے قیام کی فضیلتوں کو) محسوس کریں۔(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) اگر

کوئی شخص بے رغبتی سے (بلا کسی ضرورت کے) مدینہ منورہ کو چھوڑ دے (تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا) اور اللہ تعالی اس سے بہتر شخص کو (وہاں کے قیام کے لئے) اس شخص کی جگہ بسا دے گا اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) جو شخص (مدینہ منورہ میں قیام کرے اور) یہاں کی سختی، مشقت (اور بھوک پیاس کو) برداشت کرے اور ثابت قدم رہے تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور (اس کی ثابت قدمی پر) گواہ رہونگا۔

عُسرت (غریبی) کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنا دوسرے مقاموں میں فارغ البالی کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے

8/3779۔ سفیان بن ابی زُہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ (میرے بعد) بہت سارے ملک فتح ہوں گے اور مدینہ کے لوگ وہاں جا بسیں گے چنانچہ پہلے) یمن فتح ہوگا اور مدینہ کی ایک جماعت اپنے اہل وعیال اور اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ کوچ کرے گی اور یمن جا بسے گی حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام (یہاں کے برکات اور فضائل کے لحاظ سے) ان کے لئے بہتر تھا، اگر وہ جانتے۔ پھر اس کے بعد ملک شام فتح ہوگا۔ اور ایک جماعت مدینہ منورہ سے اپنے اہل وعیال اور ماتحتین کے ساتھ کوچ کریگی اور وہاں جا بسے گی۔ حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام ان کے لئے بہتر تھا اگر وہ اس کو سمجھتے۔ پھر ملک عراق فتح کیا جائے گا اور اسی طرح مدینہ منورہ سے ایک جماعت اپنے اہل وعیال اور ماتحتین کے ساتھ وہاں جا بسے گی، حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام ان کے لئے (وہاں کی سکونت سے) بدرجہا بہتر تھا اگر وہ اس کو سمجھ لیتے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند معجزے مذکور ہیں:

اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن، شام اور عراق کی فتح کی خبر دی اور ایسا ہی ہوا کہ خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر یہ ممالک فتح ہوئے۔

دوسرے یہ کہ یہ سارے ممالک اسی ترتیب سے فتح ہوئے، پہلے یمن، پھر شام اور آخر میں عراق فتح ہوا۔ اور تیسرے یہ کہ مدینہ منورہ سے لوگ ان ملکوں میں جاکر آباد ہوگئے۔

اس حدیث شریف سے مدینہ منورہ میں سکونت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے اپنی ہمسائیگی چھوڑنا پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مدینہ منورہ کی برکات سے محروم ہوجانا ان لوگوں کے لئے بہتر نہیں۔12

مدینہ منورہ میں وفات پانے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی شفاعت کی خوش خبری

9/3780۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی شخص کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ مدینہ منورہ میں وفات پاسکے تو (اس کی یہ نیت مبارک ہے، وہ مدینہ منورہ کو اپنی قیام گاہ بنائے تاکہ) اس کی وفات وہاں ہوسکے۔ اس لئے کہ جو مدینہ منورہ میں وفات پاتے ہیں میں ان کی (خصوصی) شفاعت کروں گا۔ اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار نہ کرے تو مدینہ پاک کی موت حاصل کرنے کے لئے اس کو چاہئے کہ عمر کے آخری حصہ میں یا جب امراض کا ہجوم ہوجائے اور موت کا اندیشہ ہو تو وہ مدینہ منورہ چلا جائے تاکہ وہاں وفات پاسکے، اگر وہ اس نیت سے راستہ میں بھی مرجائے تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو یہی اجر عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ، وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ

الٰہی! تُو مجھے اپنی راہ میں شہادت دے اور آپ کے رسول کے شہر میں میری موت دے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے کو خصوصی شفاعت ملے گی یا

اس مبارک شہر میں وفات پانے والے کے لئے یہ خوش خبری ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ ماخوذ از:''مرقات''۔12

مدینہ منورہ کی آب وہوا اور غلہ میں برکت کی دعاء

10/3781۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد (آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے) حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو جاڑے سے بخار آنے لگا تو (ام المومنین فرماتی ہیں کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (ان حضرات کی بیماری کی) خبر دی تو حضورؐ نے یہ سن کر دعا فرمائی اے اللہ! جس طرح تو نے مکہ معظّمہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا اسی طرح مدینہ منورہ کو بھی ہمارا محبوب بنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عزیز بنا اور (اے اللہ!) مدینہ منورہ کی آب وہوا کو ہمارے لئے بہتر اور موافق فرمادے اور مدینہ منورہ کے پیمانوں صاع اور مُد (ناپ تول) میں برکت عطا فرما اور جس وبائی بخار میں اہل مدینہ مبتلا ہیں اس کو یہاں سے ہٹادے (اور ان کو شفا دے) اور اس وباء کو جُحفہ کی طرف (جہاں یہود آباد ہیں) منتقل فرمادے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دعاؤں سے بلائیں ٹل جاتی ہیں

11/3782۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مبارک خواب کو جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ (کی وباء) کے بارے میں دیکھا تھا اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جو پراگندہ بال تھی اور وہ مدینہ منورہ سے نکلی اور مھیعہ میں چلی گئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ یہ (سیاہ فام عورت) مدینہ منورہ کی وبا تھی جو مَهْيَعَه یعنی

جُحفہ میں منتقل ہوگئی۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: صدر کی دونوں حدیثوں سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص جس مقام پر رہتا ہو وہاں کی خوش حالی اور امن وسلامتی کی دعا کیا کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بلائیں دعاؤں سے ٹل جاتی ہیں اور تیسری بات یہ کہ جو قوم اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہو یا ظالم، اس کے لئے بددعا کرنا چاہئے۔(اشعۃ اللمعات)۔12

نئے پھلوں کو پہلے بچوں میں تقسیم کرنا چاہئے

12/3783۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت یہ تھی کہ جب (مدینہ منورہ میں) نیا پھل آتا تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لاتے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس کو اپنے دست مبارک میں لیتے تو اسطرح دعا فرماتے اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، اور ہمارے شہر میں بھی خیر و برکت نازل فرما اور اسیطر ح ہمارے صاع اور ہمارے مُد یعنی ناپ اور تول کے پیمانوں میں بھی برکت نازل فرما۔اے اللہ! حضرت ابراہیم (علیہ السلام) آپ کے خاص بندے، آپ کے دوست اور آپ کے نبی تھے اور میں بھی آپ کا بندہ اور آپ کا نبی ہوں، تو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ میں خیر و برکت کی دعاء کی تھی میں بھی اسی طرح مدینہ منورہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس طرح دعا فرمانے کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان کے چھوٹے بچوں کو بلاتے اور وہ پھل ان میں تقسیم فرماتے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نئے پھلوں کو پہلے بچوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، اس بارے میں صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل از راہِ شفقت تھا اور صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پھل ابھی

شروع ہوئے اور ہر کس وناکس کو میسر نہیں آسکتے اس لئے کاملین کی یہ عادت مبارک ہوتی ہے کہ میوے اور پھلوں کو اس وقت تک تناول نہیں فرماتے جب تک سب کو یہ میوے میسر نہ آتے۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھلوں کو پہلے بچوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔12

مدینہ میں خیر وبرکت کے لئے دعاء

13/3784۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مدینہ منورہ کے لئے اس طرح) دعا فرمائی: اے اللہ! تُو نے مکہ معظّمہ میں جتنی برکت رکھی اس سے دُگنی برکت مدینہ منورہ کو عطا فرما۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مدینہ منورہ اور اہل مدینہ کی فضیلت

14/3785۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ایسی بستی میں ہجرت کا حکم دیا گیا جو ساری بستیوں کو کھالے گی (یعنی سارے شہروں پر غالب آئے گی یعنی سب پر اہل مدینہ غالب اور فاتح رہیں گے اور تمام ان کے تابع رہیں گے) لوگ اس بستی کو (زمانۂ جاہلیت میں) یثرِب کہتے تھے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد) اس کا نام مدینہ رکھا ہے اور یہ شہر گنہگاروں کو اس طرح دور کردے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کردیتی ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مدینہ منورہ قیامت تک آباد وشاداب رہے گا

15/3786۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (قیامت کے قریب جب کہ تمام بلادِ اسلامی ویران ہو جائیں گے

مدینہ منورہ آباد رہے گا اور سب سے آخر میں (عین قیامت کے وقت) ویران اور تباہ ہوگا (مدینہ منورہ کے آخر وقت آباد اور سرسبز رہنے کا سبب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود با برکت ہے)۔اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

مدینہ منورہ میں بُرے لوگ نہیں رہ سکتے

پہلی حدیث

16/3787۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (ہجرت کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں رہنے پر) بیعت کی، اس اعرابی کو مدینہ منورہ (میں قیام کے دوران) میں بخار آنے لگا (جس پر وہ صبر نہ کر سکا اور) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری بیعت مجھے واپس فرما دیجئے (یعنی مدینہ منورہ سے واپسی کی اجازت دے دیجئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا (وہ چلا گیا اور دوبارہ) حاضر ہوا اور پھر وہی سوال کیا کہ آپ میری بیعت واپس فرما دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر انکار فرمایا۔(تیسری بار) پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیعت مجھے واپس فرما دیجئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تیسری بار بھی) انکار فرمایا تو وہ اعرابی (بے صبری کی حالت میں بغیر اجازت مدینہ منورہ سے) چلا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو) ارشاد فرمایا مدینہ منورہ کی مثال بھٹی جیسی ہے۔(جس طرح بھٹی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اسی طرح) مدینہ منورہ بُرے لوگوں کو دور کر دیتا ہے اور اچھے لوگوں کو خالص بنا دیتا ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

17/3788۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مدینہ شریروں (یعنی کافرین اور منافقین) کو نکال باہر نہ کرے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ پر دجّال کا قابو نہیں چلے گا

18/3789 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (قیامت کے قریب) ہر شہر کو دجال پامال کرے گا یعنی ہر شہر میں اس کا عمل دخل ہوجائے گا بجز مکہ معظّمہ، اور مدینہ منورہ کے (کہ ان دونوں مبارک شہروں پر دجال کا قابو نہ چلے گا۔ جب دجال مکہ معظّمہ میں داخلہ سے مایوس ہوکر مدینہ منورہ کا رخ کرے گا تو دیکھے گا) کہ مدینہ منورہ کے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ نگرانی کررہے ہیں تو دجال (فرشتوں سے دھتکارے جانے کے بعد مدینے منورہ کے باہر ایک شور زمین پر اتر جائے گا تو اس وقت مدینہ منورہ میں رہنے والوں کو تین مرتبہ جھنجھوڑے گا جس کی وجہ سے ہر کافر اور منافق مدینہ منورہ سے باہر نکل جائے گا (اور دجال سے جاملے گا)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مدینہ منورہ میں قیامت تک وباء اور طاعون داخل نہیں ہوگا

19/3790 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مدینہ منورہ کے راستوں (اور دروازوں) پر ہمیشہ فرشتے مقرر ہیں (جو اس پاک شہر کی نگرانی کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے) اس میں طاعون نہیں آسکتا اور (قیامت کے قریب اس میں) دجال بھی داخل نہیں ہوسکے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ طاعون مدینہ منورہ میں نہیں ہوگا۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چودہ سو برس (1400) ہو چکے ہیں اور مدینہ پاک میں ایک مرتبہ بھی طاعون نہیں ہوا اور قیامت تک یہاں طاعون نہیں ہوگا۔12

اہلِ مدینہ دجال کے خوف اور فتنہ سے بالکل محفوظ رہیں گے

20/3791۔ابوبکرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (قیامت کے قریب) جس دن دجال نکلے گا (اور ہر بستی کو تباہ کرے گا لیکن) مدینہ منورہ میں (اس کا داخل ہونا تو کجا اہل مدینہ کو) اس کا خوف بھی نہ ہوگا۔اس لئے کہ مدینہ پاک کے سات دروازوں میں سے ہر دروازہ پر دو دو فرشتے (اس کی نگرانی کے لئے) مامور ہوں گے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

اہل مدینہ سے مکر کرنے کی وعید

21/3792۔سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اہل مدینہ سے جو شخص بھی مکر وفریب کرے گا تو وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کی پاکی وجودِ نبوی ﷺ کی وجہ سے ہے

22/3793۔جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی نے مدینہ منورہ کا نام طَابَہ (پاکیزہ) رکھا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کا نام اللہ تعالی نے طَابَہ اس وجہ سے رکھا کہ ساکنانِ مدینہ پاک، شرک، کفر اور نفاق کی نجاستوں سے پاک رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض عرفاء نے لکھا ہے کہ مدینہ پاک کے در و دیوار سے خوشبو آتی ہے، جس کو ہر صاحب ایمان سونگھ سکتا ہے البتہ ایسا

شخص جس کا باطن کفر ونفاق اور دیگر خباثتوں سے ملوث ہو، وہ اس سے محروم رہتا ہے۔ کسی نے خوب فرمایا ہے:"بَطِيْبِ رَسولِ اللّٰهِ طَابَ نَسِيْمُهَا" کہ مدینہ پاک کی آب وہوا تاجدار مدینہ کے وجود بابرکت کی وجہ سے معطر ہے۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینۂ پاک بے حد محبوب تھا

23/3794۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے (مدینہ پاک) تشریف لاتے اور مدینہ پاک کے در و دیوار پر نگاہِ مبارک پڑتی (اور ناقہ پر آپ ﷺ سوار ہوتے) تو ناقہ کو دوڑاتے اور (گھوڑے یا خچر ہوتے تو) اس سواری کو تیز چلاتے (اس لئے کہ آپ کو مدینہ منورہ سے محبت تھی اور آپ جلد پہونچنا چاہتے تھے)۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا پہاڑوں کو بھی اِدراک ہے

24/3795۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کوہ اُحُد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ کوہ احد کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس پر رونق افروز تھے تو کوہ اُحد خوشی کے مارے متحرک ہوگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے اُحد پہاڑ! تو ٹھہر جا اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اھ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہیں وہ پتھر سے سخت اور بدتر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑوں کو بھی شعور اور ادراک ہے۔12

وحی کے ذریعہ مدینہ منورہ کو دارالہجرۃ قرار دیا گیا

25/3796۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی (اور اختیار دیا) کہ ان تینوں شہروں میں سے آپ جس شہر کو ہجرت کے لئے منتخب فرمائیں وہی آپ کا دَارُالْهِجْرَةُ ہوگا (وہ تین شہر یہ ہیں) ایک مدینہ پاک (دوسرے) بحرین (جو دریائے عمان میں ایک جزیرہ ہے اور آج تک اسی نام سے معروف ہے) (تیسرے قِنَّسْرِین (جو ملک شام کا ایک شہر ہے) (چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پاک کو دارالہجرۃ منتخب فرمایا)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کی فضیلت

26/3797۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (میرے روضہ کی) زیارت کے ارادہ سے (مدینہ منورہ) حاضر ہو تو وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا اور جو شخص مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنالے اور وہاں کی سختیوں پر صبر کرے تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جو شخص دونوں حرم یعنی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں سے کسی ایک میں انتقال کرے تو اس کا حشر قیامت کے دن امن پانے والوں میں ہوگا۔

اس کی روایت بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں کی ہے۔

حج اور زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ترتیب کا بیان

27/3798۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر میرے

بعد میری قبر کی زیارت کرے تو اس کی مثال ایسے شخص کی ہوگی جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے''مَنْ حَجّ فَزَارَ قَبْرِی''(جوشخص حج کرے، پھر میرے روضہ کی زیارت کرے)یہاں لفظ ''فَزَارَ'' میں''ف'' تَعْقِیْبِیَّہ ہے،جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زیارۃ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے بعد کی جائے۔جیسا کہ قواعد شریعت کا اقتضاء ہے کہ فرض کوسنت پر مقدم کیا جائے چنانچہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر فرض حج کی ادائی کے لئے روانگی ہوتو بہتر یہ ہے کہ عازمِ حج پہلے حج کرے پھر زیارۃ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قصد کرے اور اگر حج نفل ادا ہورہا ہوتو اختیار ہے کہ حج یا زیارت میں جس سے چاہے ابتداء کرے۔اور ظاہر یہ ہے کہ ہر دوصورتوں میں حج ہی سے ابتداء کرے۔جیسا کہ صدر حدیث سے مطلقاً پہلے حج کرنا اور بعد میں زیارۃ کرنا ثابت ہوتا ہے اور یہ واضح بات بھی ہے کہ حق اللہ کو مقدم کرنا چاہئے۔حق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جیسا مسجد نبوی میں حاضری دی جاتی ہے تو داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد ادا کی جاتی ہے، پھر روضۂ اقدس کے پاس حاضر ہوکر سلام عرض کیا جاتا ہے۔(ماخوذ از:''مرقات'')12

مدینہ منورہ میں دفن ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد پسند ہے

28/3799۔یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ(ایک مرتبہ)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے(مقبرہ میں)تشریف فرما تھے اور ایک قبر کھودی جارہی تھی۔ایک شخص قبر میں جھانکا اور کہا قبر مومن کی بہت بری خوابگاہ ہے(یہ سن کر)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے(اس سے)ارشاد فرمایا تو نے جو کہا برا کہا!اس شخص نے عرض کیا(یا رسول اللہ!)میرا منشاء یہ نہیں تھا بلکہ میرا یہ تھا کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے سے بہتر کوئی چیز نہیں(اور گھر میں مرنے والے مومن کی قبر اس کے لئے بری خواب گاہ ہے)حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا(یہ صحیح ہے)خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں ہے(اور یہ بھی یاد رکھو!)زمین کا کوئی حصہ مجھے اتنا محبوب نہیں کہ

وہاں میری قبر ہو جتنا کہ مدینہ میں (یعنی مدینہ منورہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ پسند ہے اور یہیں میں اپنی قبر پسند کرتا ہوں) ان الفاظ کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اس کی روایت امام مالک نے مرسلاً کی ہے۔

وادیٔ عقیق میں نماز پڑھنے کا ثواب

29/3800۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وادی عقیق میں یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ آج کی رات ایک فرشتہ میرے پروردگار کی طرف سے آیا اور کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھئیے اور یہ فرمائیے کہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب اس عمرہ کے ثواب کے برابر ہے جو حج کے ساتھ کیا جائے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب حج اور عمرہ دونوں کے ثواب کے برابر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! آج بتاریخ 7/ شعبان المعظم 1393ھ مطابق 5/ ستمبر 1973ء بعد نماز مغرب مسجد حضرت پیرومرشد قبلہ قدس سرہٗ ''عِبَادات'' کا بیان ختم ہوا۔

ان شاء اللہ تعالی آئندہ معاملات ''کِتَابُ الْبُیُوْعِ'' سے شروع ہوں گے۔